بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ نورٌ علیٰ نور کراچی

حضرت مولانا مُحمّد ضِیاء القاسمیؒ

خطیب دین و ملت نمبر

خطیب دین وملت نمبر کے مضامین

اللہ وہ ہے .... مولانا عبدالرشید انصاری ۲
ارشادات رسول اللہ ﷺ .... حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ ۴
نورٌ علیٰ نور .... مولانا عبدالرشید انصاری
☆ الحمدللہ! خطیب دین وملت نمبر کی اشاعت مولانا ضیاء القاسمی کے لئے خراج عقیدت ☆ فلسطین لہولہو، مسلمان پارہ پارہ ۵
☆ پاکستان اور بھارت میں اسلامی مدارس کا اعلیٰ کردار ☆ صدر بش الولد سر لابیۃ ۷
پس منظر و پیش منظر .... اقبال احمد صدیقی .... امن مذاکرات .... خون بھی بہتا رہا
حمد رب العالمین .... پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی .... نعت سید المرسلین
ملت خوابیدہ کو پیغام سحر دے .... مولانا رحمت اللہ کا کازادہ (قونصل جنرل امارت اسلامیہ افغانستان) ۱۳
دعا .... مبین ٹرسٹ ۱۵
قرآن کریم میں توصیف رسول .... علامہ شاہ مصباح الدین شکیل ۱۶
اہل بیت اطہار رسول اللہ ﷺ .... مولانا قاری محمد اکرم۔ لاہور ۱۸
مسئلہ سود .... شیخ الحدیث حضرت مولانا قاضی عبدالکریم آف کلاچی ۱۹
عازمین حج یو بی ایل میں رقوم جمع نہ کرائیں .... تحریک نفاذ شریعت ۲۱
عالم ربانی حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ .... مولانا عبدالرشید انصاری ۲۲
مولانا عبدالرحمٰن فیصل آبادی .... ابن عبدالرحمٰن ۲۵
شرعی مسائل .... قسم توڑ دینا اور اس کا کفارہ .... مولانا قاری عمر فاروق انصاری ۲۶
مجاہد ختم نبوت .... حاجی خلیل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ .... مولانا اسد اللہ ڈھکوئی ۲۷
جنگل کی حویلی .... دشمنان اسلام کی تربیت گاہ .... ڈاکٹر شبیر احمد عبدالرشید فلوریڈا ۳۰
مولانا مجاہد الحسینی کا مکتوب گرامی ۳۳
مدرسۃ النعمان للبنات کی تقریب تقسیم اسناد .... رپورٹ: طالبہ ثروت کنول ۳۴
لوگ کیا کہیں گے؟ .... احساس کمتری میں مبتلا افراد کا تراشیدہ خیال .... دلاور علی خان
مشعل طور دیکھیں .... سید امین گیلانی ۳۶
خواتین اسلام .... سعدیہ انصاری ۳۷
ننھے پودے میٹھے پھول .... بچوں کا صفحہ .... پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی ۳۹
نعتیں .... عابد کمالوی .... سید کاشف گیلانی ۳۹
حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی .... وہ آل واصحاب رسول کے جانثار جانباز سپاہی تھے .... حضرت سید نفیس شاہ الحسینی مدظلہ کی خصوصی تحریر ۴۷
مجاہد ختم نبوت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کی یاد .... شیخ الحدیث مولانا عبدالحفیظ مکی ۴۸
جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری ۴۹
پیغامات .... جانشین حافظ الحدیث حضرت درخواستی حضرت مولانا فداء الرحمٰن درخواستی ۵۰
پیر طریقت حضرت مولانا قاری محمد عبدالحئی عابد .... برادر حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ .... جناب جاوید ابراہیم پراچہ (سابق ایم این اے) ۵۱
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کا دورہ تفسیر قرآن کے علماء سے آخری خطاب ۵۲
عاشق حق کی موت ۵۳
ترجمان علماء حق، پاسبان دیوبند مولانا محمد ضیاء القاسمی کا دارالعلوم دیوبند میں خطاب ۵۴
مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ میدان تقریر وخطابت کے شہسوار .... شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی زرولی خان ۵۶
دیار فرنگ میں پہلی تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے روح رواں .... شیخ الحدیث مولانا عبدالحفیظ مکی ۵۹

وہ عمر بھر حق کے لئے ناحق سے لڑتے رہے ..... صاحبزادہ امداد الحسن نعمانی ۶۳
وہ بادشاہ خطابت تھے ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد ۶۵
داعی توحید حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان ۶۷
صاحبزادہ انوار الحق وفا ..... قاری سردار محمد گوجرا ۶۸
دس سال پہلے کا ایک صفحہ ..... محبت نامہ جو میرے نام آتے ہیں ۶۹
آفتاب خطابت (رخیدو لے زازدل ما) ..... یادوں کے چراغ ..... مولانا عبدالرشید انصاری ۷۱
ہم نوالہ وہم پیالہ ..... شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید کہروڑپکا ۷۵
خطیب دین وملت (نظم) ..... پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی ۸۱
پیکر شجاعت وبہادری ..... شیخ الحدیث مولانا قاری محمد الیاس ۸۴
غم جدائی ..... اکرام الحق صدیقی۔جدہ ۸۸
خطابت کے بے تاج بادشاہ اپنی خدمات کے آئینہ میں ..... جانشین حضرت قاسمی صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی ۹۱
صاحبزادہ خالد محمود قاسمی کا مکتوب گرامی ۹۴
زعیم سواد اعظم اہل سنت ..... مولانا ڈاکٹر محمد امجد تھانوی ۹۴
گلشن امیر شریعت کا چہچہاتا بلبل خاموش ہوگیا ..... مولانا مجاہد الحسینی (مدیر ماہنامہ صوت الاسلام) ۱۱۵
اکلیم خطابت مولانا محمد ضیاء القاسمی ..... صاحبزادہ طارق محمود (مدیر ماہنامہ لولاک) ۹۶
شہنشاہ خطابت کی یاد میں ..... مولانا محمد زاہد الراشدی (سیکریٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل) ۹۹
بیاد..... حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ ..... مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی۔فیصل آباد ۹۹
کاروان حق کے سالار مولانا محمد ضیاء القاسمی ..... قاضی حسین احمد، امیر جماعت اسلامی ۱۰۱
کچھ یادیں کچھ باتیں ..... مولانا قاری حمید الرحمٰن راولپنڈی ۱۰۵
ناموس نبیؐ کے پاسبانوں کی ضرورت ہے ---------- شورش کاشمیری ۱۱۸
ایک خوش لباس خطیب ..... مولانا عبدالروف چشتی ۱۱۹
آہ! مولانا ضیاء القاسمی ..... قاری سردار محمد گوجرا ۱۲۰
خدا ترس اور باوفا ..... مولانا محمد صابر سرہندی
والدین کا محمد، مولانا ضیاء القاسمی کیسے بنا ..... مولانا قاری عبدالرحیم بلوچ ۱۲۱
ضیاء الملت ..... (نظم) ..... مولانا عبدالرحمٰن ظفر ۱۲۲
تاریخ ساز راہنما ..... مولانا میاں عبدالرحمٰن لاہور ۱۲۳
شہنشاہ خطابت یادوں کے آئینہ میں ..... محمد حفیظ اللہ فاروقی۔فیصل آباد ۱۲۵
اسلام کی برہنہ شمشیر ..... مولانا سرفراز احمد اعوان۔لاہور ۱۲۶
حق کی للکار ..... محمد زکریا ساقی ۱۳۱
واہ ضیاء القاسمی، آہ ضیاء القاسمی ..... شیخ الحدیث مولانا فیض اللہ آزاد ۱۳۲
یہ فیضانِ نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی ..... صاحبزادہ امداد الحسن نعمانی۔یوکے ۱۳۳
میرا محسن میرا مربی ..... صاحبزادہ شکیل الرحمٰن قاسمی ۱۳۴
عاشق رسول نقیب توحید وسنت ..... محمد عثمان بیگ فاروقی ۱۳۷
برمنگھم میں عظیم الشان عظمت صحابہؓ کانفرنس ۱۴۰
اقوال قاسمی ..... قاضی محمد اسماعیل گرگنگی۔مانسہرہ ۱۴۲
مولانا محمد امین اوکاڑوی ..... (نظم) ..... مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ۱۴۴
فیصل آباد سے تعزیتی کانفرنس کی رپورٹ ..... محمد ارشد قاسمی ۱۴۵
دینی جرائد کے تعزیتی اداریے ۱۴۷

نورٌ علیٰ نور ... عبد الرشید انصاری

نوٹ۔ صرف حضرت قاسمی رحمہ اللہ کے متعلقہ مضامین شامل کیے گئے ہیں باقی مضامین اور اشتہارات ہٹادیئے گئے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰه

خطیب دین وملت نمبر کی اشاعت، مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے خراج عقیدت

اہل حق کا تذکرہ، تذکرہ حق ہے، اہل حق کو بھول جانا حق فراموشی اور احسان ناشناسی کے مترادف ہے

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو انتقال فرمائے تقریباً ساڑھے چھ ماہ ہورہے ہیں۔ ایسے ہی صدیاں گزر جائیں گی لیکن ان کے ایمانی کردار اور اثر انگیز گفتار نے قرآن وسنت کی جو خوشبو دنیا میں پھیلائی ہے اس کی مہک کبھی محو نہیں ہوگی، روز بروز بڑھتی اور پھیلتی ہی رہے گی۔ وہ چلے گئے ان کا کردار کئی شکلوں میں زندہ ہے، وہ خاموش ہوگئے مگر ان کی آواز بلند تر ہورہی ہے، وہ تہہ خاک سوگئے لیکن ان کی روح بیدار ہے۔ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئے تاہم ان کی یاد دلوں میں آباد ہے...........................
سچ تو یہ ہے کہ ؎

جانے والے کبھی نہیں آتے
جانے والوں کی یاد آتی ہے

حضرت مولانا کے وصال کے بعد اپنے ذمہ ان کا ایک حق سمجھتے ہوئے ہم نے انہیں خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ان کی شخصیت کی ہمہ گیری اور ان کی دینی وملی خدمات سے نسل نو اور آنے والی دنیا کو آگاہ رکھنے کے لئے "خطیب دین وملت نمبر" شائع کرنے کا اعلان کیا تھا مگر اس حق کی ادائیگی کے لئے ظاہری اور مادی اعتبار سے ہم یکسر بے بضاعت اور تہی دامن تھے۔ محض گرمیٔ شوق تھی جس نے ہمیں چین سے نہ بیٹھنے دیا اور ہم اسی ذات رحیم و کریم خدائے بزرگ و برتر کے فضل وکرم کے بھروسے پر گوہر مقصود حاصل کرنے کے لئے چل پڑے۔ جو بھوکوں کا پیٹ بھرتا ہے، لنگڑوں، اپاہجوں کو چلنے کا حوصلہ دیتا ہے، اندھوں کے سامنے زندگی گزارنے کی راہیں کھول دیتا ہے، ناکاروں کو کارآمد بنادیتا ہے، اپنے مجبور و بے بس بندوں کا مددگار بن جاتا ہے، بے کس ولاچار پرستاروں کی امیدیں پوری کردیتا ہے، جو انہیں بھی روزی بہم پہنچاتا ہے، جو اس کی بجائے پتھروں اور آستانوں کو پوجتے ہیں، جو ان گم کردہ راہوں کو بھی راہ ہدایت پر آجائیں تو معاف کردیتا ہے، جو اس کے جمال جہاں آراء کی جھلک کے لئے تشنہ کام ہونے کی بجائے وقت کے فرعونوں کی دہلیز پر جبینِ نیاز خم کردیتے ہیں، اس کی بارگاہ جلال کے سامنے سوال کے لئے ہاتھ پھیلانے کی بجائے برگزیدہ ہستیوں کے مزاروں اور قبروں پر سجدہ ریز ہوتے ہیں...... ہم نے اپنی تہی دامنی، باطنی بے مائیگی، ظاہری بے بضاعتی کو اپنے رب کے حضور نہایت عاجزی وانکساری سے پیش کرتے ہوئے دعا کی کہ ؎

اے کریمے کہ از خزانہ غیب گبرو ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ بادشمناں نظر داری

"اے رب کریم! تو اپنے غیب کے خزانوں سے مشرکوں، آتش پرستوں، مجوسیوں کو بھی ان کے حصے کا رزق دیئے جارہا ہے، جب دشمنوں کے ساتھ تیری کرم فرمائی کا یہ عالم ہے تو اپنے نام لیواؤں کو تو فضل واحسان سے محروم کیوں رکھے گا۔"

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے ؎

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے بت کدوں میں لا الٰہ الا اللہ کا نعرۂ توحید بلند کیا، بدعت کے بازاروں میں جاکر محمد رسول اللہ کے اسوۂ وسنت کے گلاب تقسیم کئے، زندیقوں پر عقائد باطلہ اور ملحدوں پر افکار ضالہ کی ضلالت وگمراہی واضح کی اور گنہگاروں کو اپنے رب سے معافیاں مانگنے کی شب وروز تلقین کرتے رہے۔ جب آخری وقت آیا تو سننے والے بتاتے ہیں کہ اس مبلغ حق وصداقت اور داعیٔ توحید وسنت نے باہوش وحواس رب العالمین کے حضور عرض کیا:

"میرے اللہ!...... میں نے ساری عمر تیری توحید اور تیرے محبوب کی سنت کا پھریرا لہرایا...... اسی کی تبلیغ کی ہے...... میرے ساتھ سختی نہ کرنا"

اپنے بندے کی عاجزانہ دعا کو رب ذوالجلال والاکرام نے اپنی جلالت شان اور کرم بے کنار کے ساتھ سنا، شرف قبولیت عطا فرمایا اور اس پر رحمت کا

سینہ پر سادیا۔ مرنے سے پہلے اس کے گناہوں پر خط تنسیخ کھینچ دیا...... ہم کون؟ ہماری کیا حیثیت، اس دعوئی غیب کی...... امام الانبیاء محبوب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس زبان پر آخری کلام لا الٰہ الا اللّٰہ جاری ہوگیا

فدخل الجنۃ پس وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

مرحوم کے فرزندان ارجمند اور متعلقین جو اس فدائے توحید، عاشق رسول کے بوقت دم واپسیں پاس موجود تھے، کہتے ہیں کہ طبیعت کا اضطراب دیکھ کران کو دوا پیش کی گئی تو کہنے لگے...... اس کی ضرورت نہیں ہے، وقت گزر چکا، اب دوا اثر نہیں کرے گی......... واضح رہے کہ جانکنی کے وقت اس طرح گفتگو اور ہوش وحواس کا قائم رہنا بھی رحمت حق کے سایہ فگن ہونے کی علامت ہے......... فرمایا میرا آخری وقت آ گیا ہے...... مجھے زمزم پلاؤ...... جس کے متعلق برسر منبر عمر بھر بیان کرتے رہے کہ آب زمزم سے فرشتوں نے سینۂ مصطفیٰ ﷺ کو دھویا تھا...... وجدان نے کہا...... ضیاء القاسمی آج تم پیو! اس کی عظمت پر ایمان تمہارے گناہوں کو دھو ڈالے گا...... جس کی فضیلتیں محبوب خدا نے بیان فرمائیں، وہ طاہر ومطہر آب زمزم نوش جاں کیا تو کلمۂ توحید وشہادت زبان پر جاری ہوگیا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ غشی طاری ہوگئی اور اس شیریں سخن، حق نوا وحق پرست نے مسکراتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ علامہ اقبال مرحوم کہتے ہیں ؎

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں موت آید تبسم برلب اوست

مرد مومن کی نشانی اور پہچان میں تجھے بتاتا ہوں، جب موت آتی ہے تو اپنے رب رحیم وکریم کے پاس جانے کی خوشی میں مسکراہٹ اس کے لبوں پر تیر رہی ہوتی ہے۔

فاتح مصر صحابی رسول سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ جب جاں کنی کا وقت آتا ہے اور جسم کے ایک ایک رگ وریشہ سے جان کھینچی جاتی ہے ایسے وقت میں کوئی صالح دانش مند مرتا ہوا مل جائے تو اس سے پتہ چل سکتا ہے کہ اس وقت کتنی تکلیف اور کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ان کا اپنا آخری وقت آ گیا تو لوگوں نے کہا، اے صحابئ رسول! آج آپ سے زیادہ سمجھ دار مرد صالح اور کون ہوگا؟ آپ فرمایئے جسم سے جان کے نکلنے کی کیفیت کیا ہے؟ فرمایا بس یوں سمجھ لو کہ ایک باریک کپڑا کانٹوں والی جھاڑی پر ڈال کر کھینچا جارہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ انا نعوذ بک من سکرات الموت (اے اللہ موت کی سختیوں میں اپنی حفاظت عطا فرما) کہ اس مشکل ترین وقت میں تیرے محبوب بندوں کی طرح کلمۂ اسلام نصیب ہوجائے اور ایمان سلامت رہے۔ امین یا الٰہ العالمین بحرمت سید المرسلین ﷺ

بہرکیف! ہم تو خالی ہاتھ تھے، ہمارے سر پر کسی جماعت کا ہاتھ تھا نہ پشت پر کسی ایجنسی کی تھپکی۔ ہم نے اپنی تمام کمزوریوں اور بے نوائی کے باوصف اپنا فرض ادا کرنے کا عزم کرتے ہوئے ''خطیب دین وملت نمبر'' شائع کرنے کا اعلان کردیا اور آہستہ آہستہ کچھوے کی چال چلتے رہے۔

الحمدللہ تعالیٰ کہ آج ''نورٌ علےٰ نورٌ'' کی منفرد اشاعت آپ کے ہاتھ میں ہے، ملک کے بڑے بڑے اجارہ دار اشاعتی ادارے اسے کس حیثیت سے دیکھیں گے، اسے کیا مقام دیں گے، ہمیں اس کی پروا نہیں۔ اہل علم و دانش، معیار ادب ونشر میں ہماری اس عاجزانہ سعی کو کوئی مرتبہ دیں گے تو ان کی ذرہ نوازی۔ ہمیں تہہ دل سے اعتراف ہے کہ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کی عظیم خدمات کے شایان شان جو کچھ ہونا چاہئے تھا ہم وہ نہیں کرسکے مگر اس پر مطمئن ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جو ہمارے بس میں تھا، جو ہماری استطاعت تھی، اس کے مطابق ہم کچھ کر گزرے ہیں ؎

کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں
ناخدا جن کا نہ ہو ان کا خدا ہوتا ہے

اس موقعہ پر ہم ان اہل اخلاص کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے محض تائید حق کے جذبہ سے اور رضائے الٰہی کی خاطر اشتہارات وحسب استطاعت عطیات سے معاونت فرمائی۔ خصوصاً حضرت مولانا محمد صابر سرہندی کی مساعی کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، جنہوں نے فیصل آباد اور یوکے میں ''خطیب دین وملت نمبر'' کی اشاعت میں معاونت کیلئے اشتہارات کے حصول کی بے حد سعی کی۔ جن احباب ومخلصین نے مولانا کی صدائے حق پر لبیک کہا ان کا بھی شکریہ۔ مگر اس موقعہ پر جناب سید غفار احمد، لائق احترام پروفیسر ریحانہ تبسم فاضلی صاحبہ، حضرت قاری محمد مسلم غازی اور عزیزم قاری مولوی عمر فاروق کا شکریہ ادا نہ کیا جائے تو ناسپاسی ہوگی کہ انہوں نے مضامین کی پروف ریڈنگ کیلئے نہایت توجہ اور محنت سے کام کیا۔ نیز برخوردار حافظ محمد طاہر اور برادرم قاری عبدالرحمٰن عابد کی مساعی کو بھی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین)

اب قارئین کرام کا فرض ہے کہ وہ اس مجلہ کو دوسروں تک بھی پہنچائیں، خصوصاً اہل ثروت حضرات زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر اس کے نسخے اپنے علاقہ کی مساجد اور دینی مدارس کے طلباء واساتذہ اور دوست احباب کو ہدیہ پیش کریں اور اپنے اپنے حلقۂ تعارف میں ''نورٌ علےٰ نورٌ'' کے زیادہ سے زیادہ خریدار بنانے کی کوشش کریں۔

اسلام اور عالم اسلام کے ترجمان اردو جریدہ

ماہنامہ نورٌ علیٰ نور کراچی

کو

خطیب اسلام

مبلغ توحید وسنت، مجاہد ختم نبوت

خطیب پاکستان، خطیب یورپ وایشیا، صاعقۂ حق

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

کے لئے

خطیب دین وملت نمبر

شائع کرنے پر

دلی مبارکباد

(مولانا) مفتی محی الدین

رئیس جامعہ اسلامیہ۔ کلفٹن۔ کراچی

فون نمبر 5831911-5873346-5873321

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آل واصحاب کرام کے جاں نثار و جانباز سپاہی تھے، وہ اہلسنت والجماعت کے ترجمان اور علماء دیوبند کے پاسبان تھے

سلطان العارفین، قدوۃ السالکین حضرت مولانا سید نفیس شاہ الحسینی زید مجدھم
(نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) کی خطیب دین وملت نمبر کے لئے خصوصی تحریر

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

پاکستان کے مایہ ناز خطیب حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ لکھنا میری حیثیت و بساط سے بالا ہے۔ راقم سطور نے بارہا اس بلبلِ ہزار داستان کو مجالسِ احباب میں چہچہاتے دیکھا اور بارہا بڑے بڑے دینی وعوامی جلسوں کو اپنے سحرِ خطابت سے مسحور کرتے دیکھا۔

اس خوش نصیب خطیب نے خطیبِ اعظم امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقیہ فقید المثال خطیب کا زمانہ پایا اور ان کی گل افشانیٔ گفتار اور قدرتِ بیان واظہار سے حصہ وافر لیا۔

انہوں نے مجاہدِ کبیر شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہٗ جیسے نابغۂ روزگار کے دستِ مبارک پر بیعت کا اعزاز حاصل کیا۔ اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے انہوں نے توحید باری تعالیٰ اور سید الاولین و الآخرین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو اپنا موضوعِ سخن بنایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور صحابہ کرام کے بھی وہ جاں نثار و جانباز سپاہی تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے معاندین کے خلاف بھی نبرد آزما رہے۔ اہل سنت والجماعت کے ترجمان اور اکابر علماءِ دیوبند کے پاسبان تھے۔ اہلِ بدعت کی بیخ کنی ان کا شعار تھا۔ الغرض ان کی ذات اَن گنت محاسن کا مجموعہ تھی۔

"اے تو مجموعۂ خوبی بچہ نامت خوانم"

رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

احقر نفیس الحسینی

۲ جمادی الاول ۱۴۲۲
کریم پارک ۔ لاہور

مجاہد ختم نبوت مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم کی یاد

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہ (چیئرمین انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ)

پاکستان میں اہل حق کے ترجمان ولسان ماہنامہ نورٌ علےٰ نور نے مجاہد ختم نبوت، خطیب شہیر حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی وملی خدمات کے اعتراف وتحسین کے لئے ''خطیب دین وملت نمبر'' شائع کرنے کا عزم کرکے جمیع اہل حق کی جانب سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ یہ کارنامہ دینی صحافت کے نیر تاباں مولانا عبدالرشید انصاری کا ہے۔ ہم ان کے شکرگزار ہیں کہ جو کام کئی جماعتوں اور بڑے بڑے اداروں کے کرنے کا تھا وہ انہوں نے تن تنہا کر دکھایا ـ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی یوں تو اہل حق کے تمام اداروں تنظیموں کے معین وسالار اور اہل باطل کے مقابلے میں اسلام کی برہنہ شمشیر تھے، اہل بدعت واہل رفض سے لے کر منکرین حدیث ومنکرین عقیدۂ ختم نبوت تک تمام فرق باطلہ ان کے نام سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ پیغام توحید وسنت، عظمت صحابہ واہل بیت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے یوں تو ان کے عالمانہ اور مجاہدانہ کارنامے بے شمار ہیں لیکن ۴/اگست ۱۹۸۵ء کا دن معرکۂ اہل حق وباطل کی تاریخ میں یادگار رہے گا، جب ان کی قائدانہ مساعی سے لندن کے ویمبلے ہال میں پہلی عالمی ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ دراصل ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو پاکستان میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد قادیانی لیڈر مسیلمہ پنجاب کا جانشین مرزا طاہر لندن بھاگ آیا تھا اور یہاں اس نے مستقل ڈیرہ جمالیا اور اپنے ارتداد گڑھ کا نام اسلام آباد رکھ لیا۔ نیز اپنا سالانہ جلسہ لندن میں منعقد کرنے کا اعلان کردیا۔ یہ خبر پڑھ کر مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مضطرب اور بے چین ہوگئے۔ اپریل ۱۹۸۵ء میں سعادت عمرہ کے لئے وہ مکہ مکرمہ آئے تو حرم پاک میں بیت اللہ کے سامنے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی عاجزی اور سوز وگداز سے دعا کی کہ یا اللہ ہمیں قادیانی گستاخوں کے احتساب وتعاقب کی توفیق عطا فرما، جو تیرے محبوب حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی عظمت وناموس کو داغ دار کرنے کے درپے ہیں۔ بس پھر کیا تھا مجھے بھی انہوں نے کھڑا کیا، پاکستان کے علماء کی اتنی بڑی تعداد پہلی بار لندن پہنچی۔ برطانیہ کے تمام نمائندہ علماء جمع ہوئے، مکہ مکرمہ سے رابطہ عالم اسلامی کے خصوصی نمائندے الشیخ حسن الاہول، بھارت سے مولانا سید اسعد مدنی، مصر سے الشیخ زہران، متحدہ عرب امارات سے مولانا خلیل احمد ہزاروی، بنگلہ دیش سے روحانی پیشوا حضرت حافظ جی حضور، کینیڈا سے مولانا مظہر عالم تشریف لائے۔ لندن سے گلاسکو تک ختم نبوت کانفرنس مسلمانوں کا نعرہ بن گئی، پورا انگلینڈ ''ختم نبوت زندہ باد'' کے نعروں سے گونج اٹھا۔ قادیانیوں نے جھنجھلاہٹ میں اس عظیم تاریخی اجتماع کو خراب کرنے کی کوشش بھی کی لیکن بقول حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ قادیان کا کفر اس دن ذلیل ومبہوت ہوکر رہ گیا۔

ویمبلے ہال لندن میں منعقدہ پہلی عالمی ختم نبوت کانفرنس نے مبلغین ومجاہدین ختم نبوت کو عالمی سطح پر قادیانیت کی سرکوبی کا حوصلہ دیا اور ابلاغ حق کے لئے ان پر دیار غیر کے دروازے کھول دیئے، اس کا اجر عظیم اللہ تعالیٰ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائے۔ یہی کانفرنس بعد میں انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے قیام کا ذریعہ بنی۔ وہ کاروان حق کے روح رواں تھے، ان کی خدمات کا فیضان جاری ہے۔ جہد للحق کے لئے مولانا کا بہادرانہ کردار اہل حق کے جذبوں کو مہمیز کرتا رہے گا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ

قطب زماں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ

نے دورۂ تفسیر قرآن پڑھنے والے فارغ التحصیل علماء سے آخری خطاب میں فرمایا تھا ''جب آپ دین حق کا آوازہ اٹھائیں گے تو لوگوں کی طرف سے مخالفتیں ہوں گی، طعنے دیئے جائیں گے، تکالیف پہنچیں گی.......... مگر یاد رکھو! ڈٹ کر تمام مصائب کا مقابلہ کرنا ہے، آخر کار فتح تمہاری ہوگی۔''

اسلام کے بطل جلیل حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ توحید الٰہی اور سنت رسول اللہ ﷺ کا پھریرا لیکر جب اٹھے تو اہل شرک وبدعت نے ان کے راستے میں کانٹے بچھائے، انہیں ہر موڑ پر روکنے کی کوشش کی لیکن وہ عمر بھر ابلاغ حق کی راہ میں آگے سے آگے بڑھتے رہے، کوئی ان کا راستہ نہ روک سکا۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی حق کے مبلغ اور اہل ایمان میں اخوت و اتحاد کے زبردست داعی تھے ان کا پیغام ہے ''حق کیلئے جدوجہد جاری رکھی جائے''

ان کیلئے ''خطیب دین وملت نمبر'' کی اشاعت پر ان کے رفیق دیرینہ مولانا عبدالرشید انصاری اور ماہنامہ ''نورٌ علےٰ نور'' کو

مبارک باد

خادم مرکز اہل حق (مولانا میاں) **محمد اجمل قادری**

(امیر عالمی انجمن خدام الدین، امیر جمعیت علماء اسلام)　　شیرانوالہ دروازہ۔ لاہور

حافظ الحدیث والقرآن امام العلماء رأس الاتقیاء مخدوم الصلحاء

حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمۃ اللہ علیہ

نے جامعہ انوار القرآن کراچی میں دورۂ حدیث کے فارغ التحصیل علماء سے خطاب کے دوران فرمایا:

''اللہ خود بڑی شان والا ہے، اس نے شان والے اپنے آخری نبی پر قرآن بھی شان والا نازل کیا۔ شان والے نبی کی امت بھی شان والی ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی شان والے، علماء بھی شان والے، اولیاء بھی شان والے ہیں۔ ان کے عقائد بھی شان والے، اعمال بھی شان والے ہیں۔ جو اللہ کی توحید اور حضور ﷺ کی ختم نبوت کے لئے کام کرے گا، اس کا بیڑا پار ہے۔ اسلام کو حلوائیوں کی نہیں شیدائیوں کی ضرورت ہے۔''

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام کی عزت وناموس پر مرمٹنے والے شیدائی اور فدائی تھے۔ اعلاء کلمۃ الحق اور مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کے لئے ان کا اپنا ایک اندازِ بیاں اور بھرپور کردار رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کے عالمانہ، مجاہدانہ کارناموں پر انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ نیز اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ دین کا کام کرنے والوں کی ہر جگہ حفاظت فرمائے۔ مساجد ومدارس، خانقاہوں، تبلیغی وجہادی مراکز کو شاد وآباد رکھے۔ آمین

ملک بھر میں اور بیرون ملک تمام محبان پاکستان اور شیدایان اسلام سے التماس ہے کہ دینی اداروں اور دینی جماعتوں کو متحرک ومستحکم کریں، اختلاف مٹائیں، نفرتیں ختم کریں، محبتیں پھیلائیں، یہود ونصاریٰ، این جی اوز اور قادیانیوں کی سازشوں اور فتنوں سے ملک وملت کو بچائیں، مسلمان کو قرآن وسنت کے نور سے دلوں کو منور کرنے کا شوق دلائیں اور اسلامی شریعت ملک میں رائج کرنے کے لئے جدوجہد تیز کردیں تاکہ جس مقصد کے لئے لاکھوں قربانیاں دے کر پاکستان بنایا گیا تھا وہ پورا ہوسکے۔

(حضرت مولانا) فداء الرحمٰن درخواستی (مدظلہ)

امیر پاکستان شریعت کونسل، رئیس جامعہ انوار القرآن۔ سیکٹر 11-C-1 نارتھ کراچی۔ فون نمبر: 648124 - 6999095

یہ آپ کا ہم پر احسان ہے

برادر مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبید اللہ انور پیر طریقت حضرت مولانا عبدالحئی عابد کا مکتوب گرامی

مذہبی اسکالر مخدوم العلماء محترم المقام

حضرت مولانا عبدالرشید انصاری صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے کہ خیر وعافیت سے ہوں گے۔ اللہ کریم آپ کو دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے مالا مال فرمادیں۔ عزیزم مولوی محمد طلحہ عابد کے نام "نورٌ علیٰ نور" جاری ہے۔ پڑھ کر نہایت خوشی اور راحت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل اور زندگی میں خصوصی برکات نازل فرماویں۔

برادر مکرم حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے نمبر شائع کرنے کا پڑھ کر نہایت خوشی ہوئی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

یہ کارنامہ آپ کا ہمارے لئے باعث صد افتخار ہے اور یہ آپ کا ہمارے اوپر احسان بھی ہوگا۔ مہربانی۔ ایک چیز میرے لئے پریشانی کا باعث ہے وہ یہ کہ آپ کا جمعہ کا خطبہ نورٌ علیٰ نور میں ہمیشہ شائع ہوتا تھا مگر آج کل وہ شائع نہیں ہوتا۔ براہِ کرم دوبارہ شائع کرنا شروع کردیں، اکثر خطباء نے میرے تبلیغی اسفار کے دوران اس کی بہت تعریف کی ہے۔ رسالہ کے صفحات بڑھادیں یا دوسرے مضامین کم کرکے اسے شائع فرمادیں۔ مہربانی۔

ہوسکے تو مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی اپنے رسالہ کے علماء کی فہرست میں لکھ دیں۔ مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کا نام شامل فرمادیں، عنایت ہوگی۔

والسلام بعد احترام

قاری عبدالحئی عابد۔ از لاہور

وہ ہر محاذ پر علماء حق کے ترجمان تھے

الحاج جاوید ابراہیم پراچہ (کوہاٹ) سابق ایم این اے

بشرف خدمت محترم مولانا عبدالرشید انصاری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ آپ نے حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہم اللہ کے بارے میں تحریر برائے نمبر کی گفتگو کی ہے۔ تحریری معاملات میں کمزور رہا ہوں، دیری کی معذرت چاہتا ہوں۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق جمعیت طلبہ اسلام کے حوالہ سے ہوا۔ مولانا مرحوم جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ناظم اعلیٰ تھے اور اس حوالہ سے ہم مشترکہ طور جمعیت کے جلسوں میں شریک تھے۔ جب مولانا مودودی کے خلاف تحریک میں مولانا غلام غوث ہزاروی پر حملہ ہوا تو مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تاریخی کردار ادا کیا۔

دیوبند میں شیخ الہند سیمینار کے موقع پر دارالعلوم دیوبند کے دارالحدیث میں آپ کا تاریخی خطاب ہوا تو مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم دیوبند کو اعلان کرنا پڑا کہ پاکستان میں علماء کی خطابت کا انوکھا انداز، ادبی اور علمی ہے اور قابل فخر ہے۔ مولانا ایک بہادر اور پختہ عقیدہ کے مجاہد تھے۔ ۱۹۷۰ء میں موچی دروازہ لاہور میں آئین شریعت کانفرنس کے موقع پر جمعیت کے مخالف اخبارات نے اس خبر کو اچھالا کہ مفتی محمود اور مولانا ہزاروی کے تاریخی جلوس پر شاہی بازار کی عورتوں نے پھول پھینکے ہیں تو مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب کا جواب تھا کہ شاہی بازار حسن کی طوائف اپنے جسم کا تحفظ صرف شریعت محمدیہ میں سمجھتی ہے اور نفاذ شریعت تحریک کے قائد مولانا مفتی محمود کو جسم فروشی سے نجات کا نشان سمجھتی ہے اور اعلان کرتی ہے کہ شریعت نافذ ہونے کے بعد مفتی محمود کی قیادت میں ہم کو تحفظ مل جائے گا اور ہم جسم فروشی کی بجائے شرافت سے زندگی گزاریں گی۔

اس جواب پر پورے پاکستان میں مولانا ضیاء القاسمی کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ مولانا کو خدا مغفرت نصیب فرمائے، وہ ہر محاذ پر علماء حق کے ترجمان تھے۔

فقط والسلام

جاوید ابراہیم پراچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاشق حق کی موت

خطیب دین و ملت حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کی ایک تقریر

حضرات محترم! موت غریب وامیر نیک اور بد سب کے لئے ہے لیکن موت کا سلوک اور موت کے بعد کے حالات سب کے ایک جیسے نہیں ہوتے۔ مشرک اور بدعتی کی موت اس سے دنیا کا عیش اور مرتبہ چھین کر سانپوں اور بچھوؤں کے گڑھے میں جہنم تک اسے پہنچادیتی ہے۔ جبکہ بندۂ مومن اور توحید وسنت کے عاشق کی موت اسے دنیا کی مصیبتوں اور دکھوں سے نجات دلاکر اس کے رب کی رحمت کے سائے میں اسے پہنچادیتی ہے۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

چوں بلالؓ از ضعف شد ہم چوں ہلال رنگِ مرگ افتاد برروئے بلال

جب سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمزوری اور نقاہت سے پہلی رات کے چاند کی طرح کمزور ہو گئے اور موت ان کے چہرے پر اثر انداز ہونے لگی تو ان کی اہلیہ دیکھ کر شدت اضطراب سے بے قرار ہو گئیں اور بے اختیار ہو کر کہنے لگیں۔ واحرباہ! واحرباہ۔ ہائے میری مصیبت، ہائے میری مصیبت اس نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی تکلیف کو اپنی تکلیف قرار دیتے ہوئے یہ کہا:

''حضرات گرامی! لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سنا تو جلال میں آ گئے۔ فرمایا ''لَاتَقُوْلِیْ وَاحَرَبَاہ' بَلْ قُوْلِیْ وَاطَرَبَاہ' اَلْقٰی غَدًا لَاَحِبَّۃَ مُحَمَّدٍ وَصَحْبِہٖ'' اے میری بیوی، میرے دکھ درد کی ساتھی، ایسے نہ کہہ بلکہ سچی بات کہہ ''وَاطَرَبَاہ'' واہ میری شادمانی اور خوش قسمتی کہ یہ دن مجھے نصیب ہوا کیونکہ کل وفات پاکر میں اپنے محبوب دوستوں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سے جاملوں گا۔ غرضیکہ اللہ کے نیک بندے موت سے ڈرتے یا گھبراتے نہیں، خوش ہو کر موت کا استقبال کرتے ہیں۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ موت ایک پل ہے، جس سے گزر کر انسان اپنے حبیب سے جاملتا ہے۔

۲ر شوال ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰ء جمعۃ المبارک کی شام موت نے حضرت مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس دنیائے فانی سے اٹھا کر ان ہستیوں کی ارواح مقدسہ کے جھرمٹ میں پہنچادیا۔ جن کی رفعتوں اور عظمتوں کے ترانے وہ ساری عمر دنیا کو سناتے رہے۔

ترجمانِ اہل حق، پاسبان علماء دیوبند، خطیب شعلہ ادا متکلم شیریں سخن

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا

دارالعلوم دیوبند کو خراج عقیدت

داستان حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہوکر رہ گئی

نحمدہٗ ونصلّی علی رسولہ الکریم اما بعد

علماء کرام اور مادر علمی کے فرزندو! اس وقت اگر دارالعلوم کی تاریخ کو دہرایا جائے تو اس کی تفصیل اس خطے میں ایک ایک درخت کی ٹہنی پہ لکھی ہوئی ہے۔ اور اگر اس کا اجمال بیان کیا جائے تو دارالعلوم کی ایک ایک اینٹ جہادِ حریت کے پروانوں کی ایک دستاویزی تصویر ہے۔

کائناتِ حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

آج مجھے دیوبند کے تاریخی قبرستان میں حاضری کا موقع ملا، میں نے گلشن کی خوشبو پھیلی ہوئی محسوس کی تھی......اور آج...... سمٹی ہوئی بھی آنکھوں سے دیکھ لی، میں نے اس گلشن کی خوشبو شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں دلّی میں دیکھی اور دلّی سے دیوبند چلا تو تاریخ کے وہ انمٹ نقوش میرے سامنے آگئے، جب درختوں کے پھانسی گھاٹ پر ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو علماء کو تختہ دار پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ پوچھئے تو دیوبند ان دلدوز چیخوں کا نام ہے جو ۱۸۵۷ء میں شہید ہونے والے علماء نے اپنے آنے والے سپوتوں کے لئے آخری وقت میں چھوڑی ہیں۔ سچ پوچھئے تو دیوبند اس مہک کا نام ہے جو کملی والا ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کو دے کر گیا تھا، سچ پوچھئے تو دیوبند اس صداقت کا امین ہے جس امانت کو لے کر صدیق اکبر غار حرا میں گئے تھے، سچ پوچھئے تو دیوبند اصحاب رسول کی ان عظمتوں کا امین ہے جو عظمتیں سرکار مدینہ اپنے آخری وقت میں اپنے اصحاب کو دے کر گئے تھے، پھیلاتے جایئے تو تاریخ کا ایک گلشن بن جائے گا، سمیٹتے جایئے تو بات نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پہ رک جائے گی، آگے بڑھئے تو محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ نظر آئے گا، تقسیم کردیجئے تو گلشن بن جائے گا اور اگر اس گلشن کے مختلف پھولوں کو الگ الگ، تنہا تنہا، اکیلا اکیلا جمع کرکے کسی گلدستے میں سجادیا جائے تو اس کا نام دارالعلوم دیوبند بن جائے گا، ان پھولوں میں سے اگر آپ نے تصنیف کی خوشبو سونگھنی ہو تو تھانہ بھون چلے جایئے، اس گلدستے میں اگر آپ نے فقاہت کی خوشبو سونگھنی ہو تو گنگوہ چلے جائیں، اس گلدستے میں آپ نے حدیث کی خوشبو مہکتی ہوئی دیکھنی ہو تو انور شاہ کے ہاں چلے جائیں، اس گلدستے میں اگر آپ نے احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنا ہو تو حسین احمد مدنی کے پاس چلے جایئے، اگر آپ بکھرے ہوئے پھولوں کو سمیٹنا چاہیں تو قبرستان میں جاکر دیکھئے کہ ادھر نانوتوی سویا ہوا ہے اور جب تھوڑا سا قدموں کی طرف جائیں تو محمود الحسن اور حسین احمد اکٹھے سوئے ہوئے ہیں، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

مجھے کہنے دیجئے، میں حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں، میں جذبات میں نہیں ہوں، جب تاریخ سمٹی تو نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پہ آگئی، جب تاریخ سمٹی تو تاریخ کے دو دھارے مل گئے، وہ کالا پانی نورانی آب حیات بن گیا اور ''آب حیات'' مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں بن گیا۔ یہ بات علماء، طلباء سمجھتے ہیں کہ ''آب حیات'' کا چشمہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جاری کیا تھا۔ آج بھی دیوبند کی لائبریری میں موجود ہوگا، (آب حیات مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے) اس آب حیات کے پینے والوں کو تاریخ کے وسیع دائرے میں دیکھا جائے تو انہیں دیوبندی کہا جاتا ہے اور اگر بالکل قدموں میں بیٹھ کر پینے والوں کو دیکھا جائے تو انہیں محمود الحسن اور حسین احمد مدنی کہا جاتا ہے اور میں جب اسلام کی تاریخ کو دیکھتا ہوں تو مجھے وہاں بھی وہی نظر آتا ہے، گلشن رسالت کے اصحاب کی تفسیر کی جائے تو کہیں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر آتے ہیں، کہیں عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر آتے ہیں، علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم نظر آتے ہیں اور اگر اس ساری تاریخ کو سمیٹ کر، سامنے رکھ کر محبت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور ساری تاریخ کو ایک گلدستے میں سجا کر رکھ دیا جائے تو گنبد خضراء میں جاکے دیکھو محمد مصطفیٰ ﷺ نظر آتے ہیں اور ان کے قدموں میں صدیق وفاروق رضی اللہ عنہم نظر

آتے ہیں۔ اسی تاریخ نے ہمیں یہ بتایا کہ تاریخ جب پھیلتی ہے تو مصطفی ﷺ بنتی ہے اور جب سمٹتی ہے تو صدیق وفاروق بنتی ہے اور یہی تاریخ حریت بھی جب پھیلی تو قاسم نانوتوی بن کے ابھری اور جب سمٹ گئی تو محمود الحسن اور حسین احمد مدنی بن کے سمٹ گئی اور جب پھر پھیلے گی تو آج یہاں دار العلوم کے اس میدان میں اور ان فقیروں کے اس دربار میں کھڑا ہو کے پاکستان کے علماء کی طرف سے میں اعلان کرتا ہوں کہ (اس موقعہ پر مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے بحرِ جذبات میں ایک طوفان امڈ آیا تھا، لہجے کا زور اور لفظوں کی شیرازہ بندی کا سحر مجمع پر چھا گیا تھا۔ دار الحدیث کے درودیوار پر عقیدت واحترام اور محبت وخلوص کی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ پاکستان کا خطیب اپنے قلب وجگر کو خطابت کی دودھاری تلوار سے چیر کر اہل دیوبند کو دکھا دینا چاہتا ہے، ان میں عقیدۂ توحید کی قوت اور عشقِ مصطفی ﷺ کا حسن، جمال جو رچا بسا ہوا ہے وہ گلشن دار العلوم دیوبند ہی کا فیضان ہے۔ مولانا نے زبان وبیان کی تمام قوتوں کو یکجا کرتے ہوئے کہا) مادرِ علمی کے سپوتو! جو پیغام، جو عظمت، جو عزت اور جو مقصد ہمارے اکابر ہمیں دے کر گئے تھے، خدا کی قسم دلی کے درودیوار، یہ شجر وحجر اور کائنات کا یہ ذرہ ذرہ اور دیوبند کی یہ زمین، یہ اس بات کی گواہ بن جائے کہ ہم خون دے کر اکابر کے اس مشن کو زندہ رکھیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت انشاء اللہ ہمارے سامنے آئے گی تو اڑا کے رکھ دی جائے گی۔ دنیا میں اسلام زندہ رہے گا اور دیوبند کا پرچم بلند رہے گا۔

پرجوش نعروں سے دار العلوم کی فضائیں گونج اٹھیں، جو کام دس گھنٹے کی تقریر میں نہیں ہو سکتا تھا مولانا قاسمی دس منٹ میں کر چکے تھے۔

ہمارے مادرِ علمی کے شیخ الادب نے اٹھ کر کہا میں اپنے مہمان محترم کا شکریہ ادا کرتا ہوں، آج طلباءِ دین نے بہت مختصر سے وقت میں اسلوبِ خطابی کا وہ فن پارہ دیکھا ہے جس میں جگہ جگہ ادب کی چاشنی تھی، ہاں ادب کی اس مؤثر تقریر کا انداز یہ بتلا رہا ہے کہ اب زمانہ ادب کی طرف بڑھ رہا ہے۔ جس خطاب میں، جس تقریر میں تلفظ کا بانکپن ہو، نکھار ہو، ادب ہو اور جس میں تشبیہات واستعاروں سے مدد لی گئی ہو وہ دلوں کو اسی طرح فتح کر لیا کرتی ہے جیسے آج ہمارے مہمان محترم نے ہمارے قلوب میں جگہ بنالی ہے۔

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

میدانِ تقریر وخطابت کے شہسوار

مسئلہ توحید عوام کو سمجھانے کے مؤثر طریقہ میں وہ اپنے پیش رو حضرات پر سبقت لے گئے

استاد العلماء، شیخ التفسیر والحدیث مولانا مفتی **محمد زرولی خان** (رئیس جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال۔ کراچی)

بڑے لوگوں کی بڑی بات

محترم ومکرم حضرت مولانا عبدالرشید صاحب انصاری مدظلہ

دعوات وتسلیمات کے بعد خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مرحوم کے بارے میں اس عاجز کی ناقص اور خام تحریر پیش خدمت ہے۔ آپ نے بے حد کرم فرمایا کہ بار بار ارشاد وحکم دیا، اس سے مجبور ہوکر میں نے اپنے قدیم محسن اور دیرینہ منعم اور علم کے ایک شہسوار کے بارے میں اپنی علالت کے باوجود بے ربط اور بے ضبط چند سطور تسلیم قرطاس کیں۔ خدا کرے کہ آنجناب کو پسند آئیں، ورنہ سقطۃ المتاع کی جگہ ردی کی ٹوکری ہے

ان کی شفقت کے الٰہی پائے یہ رنگ قبول		پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

والسلام

محتاج دعا، محمد زرولی خان عفا اللہ عنہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام ہی خداوند تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام

اور جب سے اسلام آیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ نے شوکت برہان اور قوت دلیل کی بدولت اس کو فتح ونصرت سے افتخار بخشا ہے۔

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا

جس طرح اللہ رب العالمین نے دین کے تحفظ اور نشاط کے لئے حضرات انبیاء اور مرسلین مبعوث فرمائے:

فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ (الآیۃ)

اسی طرح اللہ رب العالمین نے امتِ مرحومہ کو علماء راسخین اور اولیاء ربانیین کے ذریعہ احیاء بخشا ہے۔ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ کی پاسداری اللہ رب العالمین نے ان حضرات سے کروائی ہے۔ چنانچہ اس طائفہ منصورہ کے فرو فرید ہمارے بزرگ سرمایۂ اہل سنت خطیب پاکستان حضرت مولانا ضیاء القاسمی مرحوم جو توحید و سنت کی زندہ تابندہ ایک کائنات ہیں اور وعظ و خطابت کے شاہسوار اور مناظرہ اور احقاق حق کے مرد میدان تھے:

اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ

اللہ تعالیٰ نے موصوف کو عجیب وغریب صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ وہ علم حدیث میں اپنے زمانے کے امام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لائق شاگرد تھے، جن کے اثرات اور برکات اُن پر ہویدا تھیں۔ دوسری طرف وہ شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بے بدل شاگرد اور علوم قرآن میں کامیاب خوشہ چیں تھے۔ علم کے ان دو سمندروں سے سیراب ہونے کے علاوہ حضرت شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و ارادت بھی ...... رکھتے تھے جو بجائے خود تمام محاسن کا منبع اور خصال حمیدہ کا مرجع کافی ہے۔ ہم نے جب ہوش سنبھالا پاکستان کے سرزمین پر ضیاء القاسمی کی خطابت کا ڈنکا بج رہا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ بعد کے تمام مقررین اور خطباء کسی نہ کسی طرح مولانا ہی کے فیض خطابت سے مسترشد ہیں۔ اللہ تعالیٰ

نے مسئلہ توحید جو تمام انبیاء کی بعثت کا مقصد اور ایمان کا محور ہے، سمجھانے کا جو سلیقہ اور مؤثر طریقہ انہیں ودیعت فرمایا تھا، اس عاجز کی دانست میں وہ اس سلسلے میں اپنے پیش رو حضرات پر سبقت لے گئے۔ احیاء سنت کا عنوان ہو یا شرک وبدعت کا رد ہو، مولانا سیفِ بے نیام ہوتے تھے اور آپ کی تیز وتند تلوار کی نوک کے نیچے آنے کے بعد ہر باطل اور بالخصوص مبتدعین کے سرغنے آپ کے ایمان افروز دلائل کو اپنے لئے موت کا پیغام تصور کیا کرتے تھے۔ ردِ قادیانیت ہو یا بریلویت، فتنۂ پرویز کا رد ہو یا روافض کا، غیر مقلدیت ہو یا مودودیت تمام بواطل کے خلاف بیک وجود اللہ رب العالمین نے آپ کو تمام میادین میں فتح مبین اور نصرت قریبہ سے مالا مال فرمایا تھا۔

اس عاجز وفقیر کو یاد ہے، برنس روڈ کے آس پاس یہاں کراچی میں مولانا مرحوم کا جلسہ تھا، مولانا اپنے خاص انداز میں فتنۂ آخر زماں [illegible] خان کے شرک وبدعت کو دلائل کی برسات سے تہس

> احیاءِ سنت کا عنوان ہو یا شرک وبدعات کا رد، ہر محاذ پر مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سیفِ بے نیام ہوتے تھے۔

نہس کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں قرآن شریف کی آیات جو اللہ تعالیٰ کی توحید سے متعلق ہیں اور شرک وبدعت کے رد پر مشتمل احادیث و آثار میں سے چیدہ چیدہ خوب ذہن نشین کرا رکھی تھیں، بڑے خاص پُر زور انداز میں بیان فرما رہے تھے۔ سماں ایسا بندھا ہوا تھا جیسے مکہ مکرمہ میں نزولِ قرآن کے وقت مشرکین علم و برہان کے سامنے بے اصل اور بے اثر تھے، بالکل اسی طرح مبتدعین کے چھوٹے اور بڑے خود اور ان کے دھوکے اور مغالطہ آفرینیاں پاش پاش ہو رہی تھیں، محسوس یوں ہو رہا تھا جیسے میدان ان کی لاشوں سے بھرا ہوا ہو۔ اس دوران کسی بدعتی نے ایک پرچہ لکھا جس پر تھا کہ ''آپ جو آیات پڑھتے ہیں اور مزارات یا قبور پر منطبق کرتے ہیں، یہ وہ آیات ہیں جو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں؟'' مولانا نے پرچی کا مضمون پڑھ کر سنایا اور اس کے بعد قرآن کریم کی آیت:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ

ایسی گرج دار، اثر آفرین آواز میں اور پُر اثر طریقہ سے تلاوت فرمائی کہ بغیر ترجمہ اور تفسیر کے لوگ مبتدعین پر لعنت بھیجنے لگے۔

اہل علم جانتے ہیں مبتدعین زمانہ کے پاس سوائے اس قسم کی احمقانہ منطقوں کے کوئی وزنی دلیل نہ اس وقت تھی اور نہ آج ہے اور نہ آئندہ ہو سکے گی۔ حضرت مولانا ہی ایسے موقع پر پڑھا کرتے تھے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ

مولانا نے اندرونِ ملک بے تحاشہ مناظرے کئے اور باہر کی دنیا میں بھی ہر باطل بالخصوص مرزائیت اور رضائیت اور اخیر میں روافض کے خلاف کامیاب میدان جیتے ہیں۔

سوادِ اعظم اہل سنت کے اس وقت کے ماحول میں جب مولانا مرحوم سب کچھ تھے، یہ عاجز بھی ان کا ایک چھوٹا سا کارکن رہا ہے اور جامع مسجد احسن میں ترجمہ وتفسیر مکمل ہونے پر عظیم تقریب ان کے جلسے کی شکل میں رونما ہوئی تھی۔ کراچی میں باقاعدہ کام کرنے کے لئے ''تحفظ مسلک دیوبند'' کے نام سے ایک تنظیم تجویز کی گئی تھی، اس کے لئے بھی حضرت مولانا نے وقت کے اکابر علماء کی موجودگی میں اس عاجز وفقیر کا نام منتخب فرمایا تھا، بعد میں جب ہمارے مشائخ و اساتذہ نے کراچی کی سطح پر سوادِ اہل سنت والجماعت قائم فرمائی تو مولانا مرحوم خود میرے

> مولانا قاسمی مرحوم نے اندرون و بیرون ملک اہل باطل کے مقابل بیشمار میدان جیتے، وہ خالصتاً دینی آدمی تھے، دینی اقدار کی بحالی اور احیاء ونشاۃ میں انہوں نے اپنی بیش بہا زندگی قربان کردی۔

ہاں حسبِ معمول و دستور تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر آپ اس کی مؤثر قیادت بن سکتے ہیں تو میں بھرپور اعتماد کرنے کے لئے تیار ہوں۔

بہر حال مولانا ضیاء القاسمی مرحوم خالص دین کے آدمی تھے اور دینی اقدار کی بحالی اور احیاء ونشاۃ میں انہوں نے اپنی بیش بہا زندگی قربان فرمائی

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

میں نے یہ مختصر سے سطور اپنے دل کی تسلی کے لئے اور اپنے بزرگوں کے حکم کی تعمیل میں عجلت کے ساتھ لکھے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے فرصت نصیب فرمائی تو کسی مناسب موقع پر اس سے زیادہ تفصیل کی جاسکتی ہے۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کو اپنی رضاء و خوشنودی کی دولت سے مالا مال کرکے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں اور ان کے بلند وبرتر مشن پر بعد والوں کو اخلاص و متانت کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

﴿ دیارِ فرنگ میں پہلی تحفظ ختم نبوت کانفرنس کے روحِ رواں ﴾

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاسمی کی دینی جدوجہد کے معاشرے پر گہرے اثرات مرتب ہوئے

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحفیظ مکی (چیئرمین انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ)

الحمد لله والصلوة والسلام على من لا نبى بعد وعلى اله واصحابه اجمعين

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان علماء کرام میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے ابتداء سے انتہا تک دینی لحاظ سے بھرپور زندگی گزاری ہے اور معاشرے پر ان کے گہرے اثرات پڑے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے مبارک دین کی خدمت کے لئے خوب قبول فرمایا۔

نور الله مرقده و برد مضجعه

مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے فارغ ہونے کے بعد فوراً دیوبند انڈیا تشریف لے گئے اور عارف باللہ سید الاولیاء شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ وقدس سرہ العزیز (شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) سے سلاسل اربعہ میں بیعت ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے ابتداء سے ہی خطابت کے جوہر سے خوب خوب نوازا تھا، دور دور سے لوگ بلا کر لے جاتے اور بیانات سنتے، اپنے اکابر اولیاء علماء دیوبند سے شروع سے ہی گہری عقیدت و محبت تھی۔ اس زمانہ میں بعض بریلوی حضرات بہت جوش سے علماء و اکابر دیوبند کے خلاف محاذ گرم کئے ہوئے تھے۔ ان پر مختلف الزامات لگاتے جس کی بنا پر نوجوان علماء و خطباء جو ان حضرات اکابر کے دل و جان سے معتقد و شیدائی تھے اسی انداز میں ان کا رد بھی کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس دور میں خوب توحید و سنت اور اصلاح عقائد سے متعلق بیانات فرمائے اور اپنے اکابر کا مؤثر دفاع بھی کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خطابت کے جوہر سے سرفراز فرمایا ہوا تھا لوگ ان کے انداز سے انتہائی درجہ میں متاثر ہوتے اور انہی کو گویا اکابر علماء دیوبند کا اور اہل سنت والجماعت کا حقیقی ترجمان جانتے۔ حضرت مولانا قاسمی کی قوت تاثیر سے متعلق واقعہ ہے کہ ابھی پچھلے دنوں راقم السطور فرانکفرٹ (جرمنی) سے پیرس (فرانس) گیا تھا، ختم نبوت کی کانفرنسوں کے سلسلہ میں تو پیرس میں ایک شخص جس کی عمر چالیس کے قریب ہوگی بورے والا کا تھا۔ اس سے فیصل آباد کا تذکرہ آیا تو وہ جھوم اٹھا۔

اثر آفریں خطابت:

بڑے پر اثر انداز سے کہنے لگا، وہاں ہمارے مولانا قاسمی صاحب رہتے تھے۔ اب ان کا انتقال ہوگیا ہے اور پھر ان کی کئی باتیں سناتا رہا، پھر کہا ایسی عجیب آدمی تھے۔ جادو تھا جادو، اور بہت دیر تک ان کی خطابت کی بابت سناتا رہا۔

حضرت مولانا قاسمی صاحب نے فیصل آباد میں ایک علمی ادارہ بنام جامعہ قاسمیہ بھی شروع سے ہی بنایا ہوا ہے۔ جہاں دینی علوم کی تدریس کا موقوف علیہ تک انتظام ہے۔

ختم نبوت اکیڈمی کا قیام:

اسی ادارہ میں بعد میں تعطیلات کے دنوں میں "انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی" بھی رد فرق باطلہ پر مختلف کورس کرواتی تھی، جس کو اللہ تعالیٰ نے آخری سالوں میں بہت قبولیت سے نوازا اور ہزاروں علماء، طلباء، اور کالجیٹ اس سے مستفیض ہوئے۔

جامع مسجد کا قیام:

اس کے علاوہ غلام محمد آباد فیصل آباد گول چوک میں جامع مسجد کی بنیاد رکھ کر ہمیشہ جمعہ کا اس میں اہتمام فرمایا۔ پورے ملک میں جو چند جمعہ المبارک کے اہم اور بڑے اجتماعات ہوتے ہیں۔ ان میں ایک یہ جامع مسجد گول چوک غلام محمد آباد بھی تھی، عموماً دس ہزار کے قریب مجمع ہو جاتا تھا لوگ دور دور سے جمعہ میں شریک ہونے کے لئے آتے کہ اس سے پہلے حضرت قاسمی کا مفصل اردو یا پنجابی میں خطاب ہوتا تھا اور لوگ اس کے منتظر رہتے تھے اور اسی کو سننے کے لئے آتے تھے۔

جمعیت علماء اسلام کی معیت:

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی جب مشترکہ طور پر جمعیۃ علماء اسلام میں رونق افروز تھے، اس وقت حضرت

مولانا ضیاء القاسمی جمعیت کے پنجاب کے سیکریٹری تھے اور جمعیت کے اسٹیج ان کے خطابات سے مزین ہوتے تھے جن کو لوگ ابھی تک یاد کرتے ہیں۔ جمعیت میں بھی ان کا کردار بڑا موثر اور مثالی تھا۔ بعد میں عملی سیاسیات سے ان کا دل بالکل سرد ہو گیا تھا اور یہی خواہش تھی کہ خالص دینی وعلمی محاذوں پر ہی دین کی خدمت کی جائے۔ کئی دفعہ جمعیت کے بعض مختلف اکابر کی طرف سے پرکشش عہدوں کے ساتھ اصرار سے پیشکش بھی ہوئی مگر قاسمی صاحب نے حتمی فیصلہ کیا ہوا تھا کہ سیاست میں نہیں آنا، لہٰذا نہ آئے اور اچھے انداز سے ان پیشکشوں کو ٹال جاتے اور اپنی تقریباً بقیہ پچیس سالہ زندگی ختم نبوت اور ناموس صحابہ و ازواج مطہرات واہل بیت اطہار کے تحفظ کے لئے ہی مخصوص کئے رکھی۔

خمینی انقلاب سے قبل ہی مستقل طور پر حضرت قاسمی صاحب تنظیم اہل سنت سے وابستہ تھے اور مدت دراز تک اس کے جنرل سیکریٹری رہے اور جب خمینی انقلاب آیا اور مختلف جگہوں پر لوگ اسے خالصتاً اسلامی انقلاب سمجھنے لگے اور یہ تاثر عام لوگ لینے لگے کہ اصل اسلام تو گویا شیعیت ورفض ہے اور مذہب اہل سنت والجماعت تو ایسے ہی ہے (نعوذ باللہ) اور حالات بھی کچھ ایسے بنے کہ دشمنان اسلام یہود ونصاریٰ خصوصاً دنیا پر اپنے اثرات ونفوذ کی وجہ سے چھائے ہوئے تھے اور اہل سنت والجماعت کی طرف منسوب حکومتیں ان سے مرعوب و خوفزدہ تھیں۔ خمینی صاحب نے آتے ہی امریکہ و یورپ واسرائیل کے خلاف فضا بنادی اور (لاشرقیہ ولاغربیہ) اور (امریکہ مردہ باد) کے نعرے و مظاہرے ایسے شروع کئے کہ ہر شخص متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور جن باحمیت لوگوں کے دل پہلے سے دشمنان اسلام کے مظالم اور خلاف اسلام سازشوں سے زخمی تھے ان کو اس کی بڑی ہی خوشی ہوئی اور سکون ملا کہ مسلمانوں میں بھی کوئی ایسا پیدا ہوا ہے جو (امریکہ مردہ باد) کے کھلم کھلا نعرے لگوائے اور بانگ دہل اس کی مخالفت کرے، لہٰذا خمینی صاحب کو قائد اسلامی انقلاب اور رہبر اسلام تسلیم کیا جانے لگا۔ ان سب لوگوں کو حسن ظن تھا کہ خمینی صاحب شیعہ سے بالاتر ہو کر خالص اسلام کی نمائندگی کریں گے۔

مگر افسوس آہستہ آہستہ یہ واضح ہونے لگا کہ وہ تو دین اسلام کے پردہ میں خالص مذہب شیعیت کی نمائندگی کر رہے تھے اور جمہوریہ اسلامیہ ایران کے دستور نے تو ساری ہی امیدوں پر پانی پھیر دیا کہ جس میں رسمی طور پر طے کیا گیا کہ ملک کا سرکاری مذہب اثنا عشری جعفری ہوگا۔ بہرحال اس دور میں جب ہر دیندار مسلمان شخص خمینیت سے مرعوب ہی نہیں بلکہ مسحور تھا، تنظیم اہل سنت پاکستان کے ان دو اکابر حضرت علامہ عبدالستار تونسوی اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی نے برطانیہ کا مفصل دورہ کیا، یہ سیاہ کار کچھ ساتھیوں کے ساتھ ان دونوں حضرات کے دورے کا منتظم تھا۔ اس بروقت دورے کے عمیق اثرات پورے برطانیہ پر نہیں بلکہ اگر کہا جائے کہ پوری دنیا پر پڑے تو بعید از حقیقت نہیں، تقریباً دو ماہ کی جدوجہد میں مجاہدانہ، خطیبانہ اور والہانہ انداز میں محبت اصحاب رسول ﷺ اور حضرات خلفاء راشدین و ازواج مطہرات کے مختلف واقعات حضور اقدس ﷺ کے ساتھ ان کی محبت اور جانثاری کے قصے جس میں رلاتے اور ہنساتے اور خوب نعرے لگوا کر لوگوں میں جوش و جذبہ پیدا کرتے، پھر حضرت تونسوی کی تقریر اور روزانہ حضرت کتابوں کے حوالے سے جن کا پلندہ سامنے رکھا ہوتا، خمینی صاحب کی کتابوں کا حوالہ دیتے، ان کا بطلان قرآن وسنت کی روشنی میں اچھی طرح ثابت کرتے اور پھر بلاناغہ روزانہ خمینی کو مناظرے کا چیلنج دیتے۔ اس زمانہ میں اس طرح بانگ دہل عظیم مجمع کے سامنے کھلم کھلا خمینی کو براہ راست مناظرے کا چیلنج کرنا بہت ہی عجیب ہی نہیں بلکہ فوق العجیب بات تھی۔ ان کے ان خطابات و اجتماعات کی کیسٹیں پورے برطانیہ بلکہ پورے یورپ و دنیا کے مختلف ممالک میں بڑی تیزی سے پھیل گئیں اور ان کا الحمدللہ بڑا اثر پڑا، ہر شخص سوچنے پر مجبور ہوا اور حقیقت تک پہنچا کہ ایران کا انقلاب یا اسلام کی متفق علیہ تعلیمات اور نظام شریعت کا نہیں بلکہ شیعہ مذہب کا انقلاب ہے۔

قادیانیت کی سرکوبی کیلئے جدوجہد

۱۹۸۳ء میں مرحوم صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ کیا جس کے نتیجہ میں مرزا طاہر قادیانیوں کا سربراہ چھپ کر لندن بھاگ گیا۔ ادھر قادیانیوں کا دستور تھا کہ ہر دسمبر کے اخیر میں سالانہ انٹرنیشنل اجتماع چناب نگر (ربوہ) میں کراتے۔ اس سال اس آرڈیننس کی بناء پر وہ بھی نہ کرا سکے۔ جس پر انہوں نے بہت واویلا کیا اور موقع سے فائدہ اٹھا کر خوب علماء اسلام اور پاکستان، حکومت پاکستان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کیا۔

لندن میں ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ:

اس کے چھ ماہ بعد ۲۷ رجب کی شب میں ہم لوگ مکہ معظمہ میں تھے، ادھر حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی اور حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ہمارے گھر پر بطور مہمان مقیم تھے۔ رات عشاء کے بعد حرم شریف سے واپسی پر کھانے پر حضرت مولانا چنیوٹی صاحب نے بڑی تشویش سے فرمایا کہ میں نے حرم شریف میں کسی سے خبر سنی ہے کہ

مرزا طاہر کی سربراہی میں قادیانیوں نے لندن میں کانفرنس کی ہے جس میں اپنی کفریات کی تبلیغ بھی کی ہے اور مظلومیت کا رونا رو کر حکومت پاکستان کے خلاف بھی پروپیگنڈا کیا ہے اور ساتھ ہی فرمایا قادیان میں جب تک مرزائیوں کا مرکز تھا ہمارے اکابر وہاں جاکر ان کی کانفرنس کے دنوں میں ہی ختم نبوت کانفرنس کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو ان کے دجل وفریب سے بچایا جاسکے۔ بعد میں جب چناب نگر (ربوہ) کو انہوں نے رسمی طور پر اپنا مرکز بنالیا تو ہم نے بحمد للہ چنیوٹ میں ختم نبوت کانفرنس ان کے سالانہ اجتماع کے مقابلہ میں پیش کی اور اب چونکہ مرزا طاہر نے پاکستان سے بھاگ کر عملاً اپنا مرکز لندن میں بنالیا ہے، لہٰذا ہمیں بھی لندن میں ختم نبوت کانفرنس کرنی چاہئے، یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس رائے کی پُرجوش تائید فرمائی بلکہ مزید یہ فرمایا کہ یہ کانفرنس بھی انٹرنیشنل سطح پر ہونی چاہئے، صرف نام ہی کی نہ ہو، مؤثر ہونی چاہئے اور اس کے لئے جو ہم مشورہ کررہے ہیں کہ ایک انٹرنیشنل جماعت بناکر تمام فتنوں قادیانیت، بہائیت، رفض وانکار سنت وغیرہ کا تعاقب کیا جائے، یہ کانفرنس اسی جماعت کے پلیٹ فارم پر ہو اور جتنے مزید حضرات وہاں اس مجلس میں موجود تھے سب نے اس رائے کی تائید فرمائی اور اسی رات ہم نے مشورہ سے ''انٹرنیشنل ختم نبوت مشن'' کی بنیاد ڈالی، بنیادی عہدیدار بھی طے کئے (حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی کے ساتھ عالمی تنظیم کے سلسلہ میں مشورہ پہلے ہوچکا تھا انہوں نے اختیار دے دیا تھا کہ اس کو فوراً بناکر عالمی طور پر کام شروع کیا جائے۔)

لہٰذا اس راقم السطور کو ان حضرات نے باصرار اس کا مرکزی صدر اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو مرکزی جنرل سیکریٹری اور حضرت مولانا چنیوٹی کو نائب صدر، اسی طرح دیگر عہدے طے کرکے لندن اسی رات ۲۷؍رجب کو فون کیا اور وہاں کے دوستوں سے عرض کیا کہ اخبار میں خبر دیدیں کہ چند ماہ میں ان شاء اللہ انٹرنیشنل ختم نبوت مشن کے تحت لندن میں انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوگی جس میں پوری دنیا سے علماء کرام ان شاء اللہ شریک ہوں گے اور اعلان اگلے دن اخبارات میں چھپ گیا۔

طے یہ ہوا کہ چونکہ راقم نے شعبان کے اخیر میں رمضان المبارک سہارنپور انڈیا میں گزارنے جانا تھا، ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد سے ان کے صاحبزادہ امجد، حضرت مولانا محمد طلحہ مدظلہٗ العالی کے ساتھ ہی رمضان شریف گزارا کرتا تھا، اپنے حضرات کے مشورہ سے، لہٰذا طے ہوا کہ وہاں جانے سے پہلے یہ سیاہ کار لندن جائے اور ہفتہ دس دن قیام کرکے وہاں انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس سے متعلق تمام مراحل طے کرکے اور ذمہ داریاں تقسیم کرکے آئے اور ادھر یہ حضرات حضرت قاسمی، حضرت چنیوٹی، حضرت مولانا زاہد الراشدی وغیرہ پاکستان میں اشتہارات وغیرہ اور دوسرے امور کا انتظام کریں گے۔

اگست ۱۹۸۵ء میں کانفرنس طے ہوئی، قادیانیوں نے غالباً اپنی کانفرنس اپریل ۱۹۸۵ء میں کروائی تھی۔

اسی پروگرام کے مطابق الحمد للہ عمل ہوا، حضرت مولانا یوسف متالا، حضرت مولانا عبدالرشید ربانی، حضرت مولانا قاری طیب عباسی، حضرت مولانا قاری تصور الحق اور حضرت مولانا موسیٰ قاسمی اور حضرت علامہ خالد محمود مدظلہٗ وغیرہ حضرات نے خوب تعاون فرمایا اور یہ طے ہوا کہ یہ کانفرنس انٹرنیشنل ختم نبوت مشن بتعاون جمعیت علماء برطانیہ (جو کہ اس وقت متحد تھی) کے تحت منعقد ہوگی۔ لندن کے المرکز الاسلامی میں اکثر کی رائے تھی کہ کانفرنس منعقد کی جائے۔

لندن میں کانفرنس کے لئے ویمبلے ہال کی بکنگ:

لہٰذا لندن آنا ہوا۔ اللہ کی قدرت کہ یہاں اس سیاہ کار کا قیام اپنے پرانے شفیق اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دوست چوہدری ڈاکٹر عبدالمجید کے ہاں ساؤتھال میں ہوا۔ ان سے اس سلسلہ میں بات چلی، ان کو کچھ اشکالات تھے یعنی قادیانی اگر کلمہ پڑھیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ اسلامی اصطلاحات استعمال کریں تو کیا حرج ہے؟ وغیرہ۔ اس سیاہ کار نے ذرا تفصیل سے ان کو سمجھایا کہ یہ تو سب کچھ جھوٹ اور دجل کے طور پر کرتے ہیں، ان کی کتابوں کے حوالے سے بہت سی باتیں بتائیں، وہ اشکالات پیش کرتے رہے یہ سیاہ کار جواب عرض کرتا رہا، حتیٰ کہ وہ بالکل مطمئن ہوگئے اور جوش میں ان کو گالیاں دے کر کہنے لگے کہ اس کا مطلب ہے قادیانیت سراسر فراڈ ہے، دین اسلام اور حضور ﷺ کے ساتھ پکا فراڈ اور دنیا کو بھی یہ دھوکہ دے رہے ہیں، یہ تو انٹرنیشنل فراڈ کررہے ہیں۔ پھر مجھے زور دے کر فرمایا کہ حضرت یہ کانفرنس المرکز الاسلامی کی مسجد میں نہیں ہوگی بلکہ (ویمبلے کانفرنس ہال) میں ہونی چاہئے تاکہ ایسے مسلمان جو مسجدوں میں نہیں جاتے اور جن کو یہ قادیانی شکار کرتے ہیں وہ لوگ بھی بے تکلف آسکیں۔

اس کے بعد چوہدری صاحب نے اس سیاہ کار کو ساتھ لے کر (ویمبلے کانفرنس ہال لندن) کی انتظامیہ کے دفتر میں جاکر اپنی جیب سے رقم ادا کرکے اس ہال کو اگست کے لئے بک کروالیا۔ اس کے بارے میں فوراً اطلاع پاکستان ان حضرات کو کردی گئی اور اس کے مطابق بڑے

شاندار اشتہارات حضرت قاسمی صاحب نے چھپوا لئے بلکہ لندن ڈاک سے بھجوا بھی دیئے اور کانفرنس سے کئی ماہ پہلے ہی وہ اشتہارات تمام مساجد، مراکز اور اہم جگہوں پر لگ گئے۔ پھر کانفرنس سے تقریباً تین ہفتہ پہلے یہ حضرات مع اور کئی علماء کے برطانیہ پہنچ گئے اور پھر کاروان ختم نبوت کے نام سے پورے انگلینڈ میں یہ حضرات پھیل گئے۔ روزانہ ایک دو شہروں کی مسجدوں میں اجتماعات ہوتے، یہ حضرات ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیوں کے کفر اور ان کے دجل وفریب اور اسلام دشمنی کے بارے میں کھول کھول کر بیانات کرتے اور کانفرنس کی دعوت بھی دیتے۔ جس سے الحمد للہ پورے برطانیہ میں عقیدہ ختم نبوت کا غلغلہ اور شور برپا ہوگیا اور کانفرنس میں شرکت کے لئے تیاری اور وعدے ہوتے گئے۔

الحمد للہ جو کانفرنس ہوئی تو توقعات سے زیادہ ماشاء اللہ خوب حاضری ہوئی۔ ویمبلے ہال میں بیٹھنے کے لئے کرسیاں تقریباً چار ہزار تھیں اور حاضری ماشاء اللہ بی بی سی لندن کی رپورٹ کے مطابق ساڑھے سات ہزار افراد سے زیادہ تھی، آدھے کے قریب لوگوں نے کھڑے کھڑے کانفرنس میں شرکت کی۔ جمعیت علماء برطانیہ کے تمام حضرات نے اور برطانیہ کے باحمیت مسلمانوں نے خصوصاً گلاسگو سے چوہدری شاہین صاحب اور لندن سے چوہدری عبدالمجید صاحب نے اس تاریخی کانفرنس کے لئے بہت محنت کی۔ ہندوستان حضرت مولانا سید اسعد مدنی، بنگلہ دیش سے حضرت حافظ جی حضور رحمۃ اللہ علیہ، پاکستان سے حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبدالقادر آزاد، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی، حضرت مولانا زاہد الراشدی، حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود اور حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی علماء اسی طرح کینیڈا، امریکہ اور یورپ کے مختلف ممالک سے بھی علماء کرام نے شرکت فرمائی۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ بہت زیادہ دلچسپی لی اور خوب اس کے لئے محنت کی، لہٰذا تقریباً سب سے زیادہ اس کی کامیابی کی خوشی بھی انہیں کو ہوئی، جس کا اظہار انہوں نے خود ایک چھوٹی سی کتاب خاص طور پر اس عظیم الشان تاریخی ختم نبوت کانفرنس کی مفصل کارگزاری سے متعلق لکھی اور نے بڑے اہتمام سے شائع کی۔

یورپ کی پہلی اور اساسی ختم نبوت کانفرنس:

یہ یورپ اور برطانیہ کی پہلی انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں بہت بڑا حصہ تھا۔ وہی اس کے روح رواں تھے، اب جتنی بھی کانفرنسیں برطانیہ ویورپ میں ہورہی ہیں اور ختم نبوت کا کام ہورہا ہے، اسی کانفرنس کے نتیجہ میں ہورہا ہے اور حضرت قاسمی کے لئے ان شاء اللہ یہ عظیم صدقہ جاریہ ہے۔ اس کے بعد کچھ ایسے المناک واقعات ہوئے جن کے ذکر کا یہ وقت نہیں اور قاسمی صاحب بھی سپاہ صحابہ کی تحریک میں اپنی قوت وصلاحیتیں پوری دلجمعی سے خرچ کرنے لگے۔

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کا قیام:

مگر چونکہ ختم نبوت کے عظیم کاز اور فتنوں کے تعاقب کے لئے جو عظیم مقصد ہم سب لے کر اٹھے تھے اور یورپ سے لوگوں میں عموماً یہ پیغام پھیل چکا تھا، اس سے متعلق لوگ واحباب عموماً پوچھتے کہ آپ لوگ کیوں بیٹھ گئے ہیں؟ اور کام کی اہمیت اور ضرورت شرعی ثابت کر کے منظم کرنے کا تقاضا کرتے۔ حضرت مولانا قاسمی حضرت چنیوٹی اور ہم سب لوگ مختلف انداز سے ٹالتے رہے۔ حتیٰ کہ ۱۹۹۵ء میں چوہدری محمد سرور صاحب برمنگھم والوں کے مکان پر شروع اگست کو ایک کانفرنس کے بعد کھانا ہوا اور کھانے کے بعد ایک اہم میٹنگ بامر اللہ ہوگئی۔

اس میٹنگ میں حضرت مولانا محمد مکی حجازی مدرس حرم شریف، حضرت مولانا چنیوٹی، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ڈاکٹر سعید احمد عنایت اللہ اور حضرت مولانا قاری عبدالحئی عابد اور برطانیہ کے مختلف علماء کرام شریک تھے۔ اہل برطانیہ کی طرف سے خصوصاً تقاضا پُرزور طریقے پر اُٹھایا گیا کہ باقاعدہ ایک جماعت منظم کر کے منصوبہ بندی سے عالمی طور پر ختم نبوت کے کاز اور ردِ فتن وفرق باطلہ کیلئے کام ہونا چاہئے۔ اس کی سخت ضرورت بیان کی گئی۔

حضرت مولانا محمد مکی حجازی ودیگر علماء کرام نے بھی اس کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیا اور پھر یہ طے ہوا کہ عبدالحفیظ (یہ راقم سیاہ کار) اور حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مختلف اکابر علماء برطانیہ سے ملیں، اس سلسلہ میں مشورے کریں اور پھر مناسب وقت پر تنظیم کا اعلان کردیں

لہٰذا مختلف علماء سے ملاقاتیں شروع ہوئیں، ہر ایک نے بلا استثناء اس عظیم مقصد کے لئے باقاعدہ تنظیم بنا کر کام پر زور دیا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ العالی نے تو یہاں تک فرمایا کہ جلد از جلد کام شروع کرو اور فرمایا کہ پچھلے دس سال سے جو تم لوگوں نے سستی کی اور باقاعدہ تنظیم بنا کر کام نہیں کیا اس کا گناہ تمہیں ہوگا۔

بہرحال جب ہر طرف سے اس امر کے بارے میں تقاضا ہوا تو ۱۴/اگست ۱۹۹۵ء میں ایک کانفرنس میں ''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کا

باقاعدہ اعلان کر دیا گیا اور یہ کہ اس کا مرکزی دفتر لندن میں ہوگا اور شاخیں دنیا کے مختلف ممالک میں ہوں گی۔

حضرت قاسمی صاحب کو پھر اس کی اطلاع کر دی گئی، انہوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور بحیثیت مرکزی نائب صدر کے اس کا عہدہ قبول فرمایا۔ الحمدللہ اس وقت یہ تنظیم ان چھ سالوں میں دنیا کے مختلف ممالک میں کام شروع کر چکی ہے۔ ہانگ کانگ، مغربی افریقہ، ٹوکیو، جرمنی، برطانیہ وغیرہ ملکوں میں باقاعدہ رجسٹرڈ ہو چکی ہے۔ یورپ کے مختلف ممالک بلجیم، پرتگال، اسپین، ناروے، ڈنمارک، جرمنی، فرانس وغیرہ ممالک میں ختم نبوت کانفرنسیں ہو چکی ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ابتداء سے لے کر انتہا تک پوری تندہی سے اس تنظیم کے لئے فکر مند رہے، کام کرتے رہے اور اکثر کانفرنسوں میں باوجود علالت کے شرکت فرماتے رہے۔ ان شاء اللہ جب تک دنیا کے مختلف ممالک میں یہ تنظیم (انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ) دین اسلام کی سربلندی اور ختم نبوت کے تحفظ اور فتن خبیثہ کی عالمی سطح پر سرکوبی اور عالمی کفر کی سازشوں کے مقابلہ کے لئے کام کرتی رہے گی۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو بفضلہ تعالیٰ اس کا ثواب ملتا رہے گا اور یہ ان کے لئے مبارک صدقہ جاریہ ہوگا اسلئے کہ وہ اس تنظیم کے بنانے میں محرکین، منتظمین اور بانیان میں سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرمائے، اپنی رحمتیں ان پر نازل فرمائے، اعلیٰ درجات عطا فرمائے، اپنے قرب خاص سے نوازے۔ ان کے پسماندگان، برادران، صاحبزادگان واقرباء کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمادے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

وہ عمر بھر حق کے لئے ناحق سے لڑتے رہے

صاحبزادہ امداد الحسن نعمانی

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مسلسل جدوجہد سے عبارت تھی۔ معرفت حق کی ضیاء ونور سے ان کے قلب وروح منور تھے۔ عقیدۂ توحید الٰہی اور اتباع سنت واسوۂ محمدی ﷺ کے نجات آفریں پیغام کو وہ دنیا کے ہر فرد تک پہنچانے کے لئے بے تاب رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زبان وبیان کی عظیم طاقت عطا فرمائی تھی۔ طاغوت سے ٹکرا جانا، نمرودوں فرعونوں کے ظلم واستبداد کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا اور اہل باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں چیلنج کرنا ان کی پہچان بن چکا تھا۔ راہ حق میں بزدلی اور کاہلی دکھانے والوں سے انہیں نفرت تھی، وہ کہتے تھے

اصولوں پر جہاں آنچ آئے ٹکرانا ضروری ہے
جو زندہ ہو تو پھر زندہ نظر آنا ضروری ہے

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے اور ان کی خدا پرستی اور حب مصطفیٰ ﷺ وعشق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی یادوں سے قارئین "نورٌ علےٰ نور" کو آگاہ کرنے کے لئے "خطیب دین وملت نمبر" شائع کرنے پر میں حضرت مولانا عبدالرشید انصاری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دین حق کی اشاعت کا درد اور باطل کی سرکوبی کا جذبہ رکھنے والے ہر مسلمان سے التماس کرتا ہوں کہ نورٌ علےٰ نور کے خریدار بنیں، اس سے تعاون کریں اور اس کی توسیع اشاعت کے لئے بھرپور کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ رحمت میں دعا ہے کہ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ علیین میں بلند درجہ عطا فرمائے۔

وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا

ترجمہ: اور اہل حق کے لئے آخرت میں تو بڑے درجے اور بڑی فضیلتیں ہیں

برادر محترم مولانا عبدالرشید انصاری کی محنتوں اور کاوشوں کو خصوصاً "خطیب دین و ملت نمبر" کو اللہ رب العزت شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

صاحبزادہ امداد الحسن نعمانی
ڈائریکٹر ختم نبوت ایجوکیشن سینٹر۔ برمنگھم۔ برطانیہ

وہ بادشاہِ خطابت تھے

جلالت، خطابت اور رفعت مقام کے باوصف ان کے مزاج میں تواضع حسن معاملہ اور عاجزی کی کیفیات ام الصفات حسنہ کا درجہ رکھتی تھیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد مدظلہ (رئیس جامعہ امدادیہ فیصل آباد)

میں محترم مولانا عبدالرشید انصاری کو ان کے رسالہ "نورٌ علیٰ نور" کی نورانیت اور افادیت میں اضافہ کے لئے حضرت اقدس مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب نمبر شائع کرنے کے عزم پر تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ ایسے مضامین جمع فرمادیں جو قوم وملت کے لئے انتہائی سکون بخش، مفید، نافع اور مقبول ہوں، میں ایسی ہی توقعات رکھتا ہوں۔

احقر لکھنے میں بہت سست واقع ہوا ہے، بہت سے اکابر کے نمبر شائع ہوئے، فرمائش تحریر بھی ہوتی رہی لیکن یہی مرض مانع رہا۔ نیز اپنے رفقاء، احباب اور اکابر کو ہمیشہ محبت واحترام کی نگاہوں سے دیکھنے کا عادی ہوں، اس نظر سے کبھی دیکھا ہی نہیں کہ ان سے مفارقت ہوگی، ان پر کچھ لکھنے کی بھی نوبت آئے گی۔

مزید برآں یہ کہ حضرت موصوف بادشاہِ خطابت تھے۔ احقر علم، تحریر، تقریر اور ہر امر میں عاری اور خالی ہے۔ اس میدان میں قدم رکھتے ہوئے شرم محسوس کررہا ہوں۔

حضرت قاسمی صاحب نوراللہ مرقدہ بہترین عالم، قومی وملکی سطح کے رہنما آسمان خطابت پر متمکن، ملی مسائل میں بے باکی ومصلحت اندیشی کا حسین امتزاج صفات حمیدہ کثیرہ میں ممتاز غرضیکہ مختلف جہات سے کبھی نہ فراموش کی جاسکنے والی عجیب شخصیت کے مالک تھے۔

احقر کو ان کی معاصرت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ احقر مدرسہ خیر المدارس ملتان میں فراغت کے قریب تھا۔ حضرت موصوف مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے انہی سالوں میں فارغ ہوئے، موصوف کی ذہانت، جوانمردی، جرأت، ہمت اور خطابت میں فوقیت کا ہمارے اذہان میں نہایت مستحسن تاثر بھرا ہوا تھا۔

فراغت کے بعد ماشاء اللہ ان کے جواہر خطابت خوب نکھرتے اور جابجا بکھرتے چلے گئے تا آنکہ خطیب ملت خطیب پاکستان اور خطیب ایشیاء کے القابات ان کے لئے عزلہ اسماء کے شمار ہونے لگے۔

احقر نے تعلیمی خدمات کا آغاز جامعہ نعمانیہ کمالیہ سے کیا۔ تعلیمی معیار برقرار رکھتے ہوئے عوام وخواص میں دعوت دین کی طرف ہی توجہات رہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت موصوف سے کئی کئی دن مسلسل وقت لے کر علاقے کے مقامات مختلف میں توحید، شان رسالت اور شانِ ولایت جیسے مختلف ایمانی موضوعات پر حضرت موصوف کے بیانات کرواتا رہتا تھا۔ ان پُراثر اور پُرکیف خطبات کے اثرات یقیناً اب تک سامعین کے قلوب پر ہوں گے خود اپنے قلب پر ان کے نقوش وتاثرات ابھی تک محسوس کررہا ہوں خدا کرے ان کی برکات کے مزے وہ خود بھی اب محسوس فرما رہے ہوں۔

جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد میں ہی اساتذہ، طلبہ اور شہری علماء کے اجتماعات میں ان کو متعدد مرتبہ دعوت دی گئی۔ ہماری دعوت کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے رونق افروز ہوتے رہے۔ خطابات بھی فرماتے رہے۔ مختلف مقامات، مختلف تقریبات میں، مختلف اوقات میں شرف لقاء حاصل ہوتا رہا۔ ہمیشہ دونوں طرف سے انتہائی اعزاز واکرام کا سماں ہی برقرار رہا۔

آخری سیشن میں مختلف امراض لاحق ہوتے رہے۔ اکثر فون پر گفتگو میں فرماتے کہ میری صحت کے لئے خود بھی دعا کرو اور عزیز طلبہ سے بھی دعا کراؤ۔ بسا اوقات فون پر احقر سے براہِ راست گفتگو نہ ہوسکتی تو پیغام نوٹ کروادیتے۔ احقر مسلسل ان کے ارشاد پر عمل کرتا رہا۔ زندگی کے آخری رمضان میں زیادہ علیل رہنے لگے، دعا کی فرمائش کئی دفعہ فرمائی۔ احقر فون کے ذریعہ ہی مزاج پرسی کرتا رہا۔ اعتکاف سے قبل ان کی اجازت سے عصر کے بعد دولت خانہ میں بغرض عیادت حاضر ہوا، ان کی طرف سے جو معاملہ اکرام، تواضع اور عاجزی مشاہدہ میں آیا اس کے نقوش قلب سے مٹ نہیں سکتے۔ اس موقع پر ایسے ایسے کلمات شفقت فرمائے جن کے نقل کرنے میں بھی شرم محسوس کرتا ہوں۔ منجملہ یہ ارشاد فرمایا کہ آپ دین وملت کا سرمایہ ہیں، آپ نے مجھ سے ہمیشہ محبت کا معاملہ ہی رکھا ہے، میں آپ کی تشریف آوری پر دل پر گہرا اثر محسوس کررہا ہوں وغیرہ وغیرہ۔

ان امور کے نقل کرنے سے مقصود احقر کا یہ ہے کہ بایں ذہن وفکار، جلالت خطابت اور رفعت مقام آخر میں طبیعت کس قدر تواضع، حسن معاملہ اور عاجزی جیسی کیفیات ان میں چھائی ہوئی تھیں۔ یہ صفات حسنہ زندگی میں بالعموم اور آخری لمحات وایام میں بالخصوص ام الصفات الحسنہ تصور کی جاتی ہیں۔ پکے ہوئے پھلوں سے بھری ہوئی ٹہنی جھکتی ہی چلی جاتی ہے، یہ کوآنف حسن خاتمہ

کے شاہد ہیں۔
حضرت مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا نے آخری ایام کی ظاہری و باطنی تبدیلیاں احقر کو تفصیل سے بتائیں۔ یقیناً وہ تفصیلات اس نمبر کا سنہری جزو بن کر ناظرین کے سامنے آئیں گی، وہ سب امور نہایت نیک فال اور علامات صالحہ ہیں۔ دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی تمام دینی خدمات کو قبولیت سے نوازے اور ہر قسم کی لغزشوں سے عفو کامل کا معاملہ فرمائے۔

آخر میں سب علماء کے لئے دلی تمنا اور دعا ہے کہ اس دور پُرفتن میں اپنی قوتیں اور صلاحیتیں اکابر کے مسلک ومزاج پر استقامت رکھتے ہوئے مثبت روش کی طرف مبذول رکھیں، کسی کے عمل اور برتاؤ سے کوئی شکوہ وشکایت ہو بھی تو اس سے صرف نظر کر کے قوت دینی کا استعمال مثبت جانب ہی رکھیں۔ ایسا کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ مطابق بشارت "نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ" سب کے سینوں کے آئینے ہر غل سے صاف ہو کر مقام قرب میں جمع ہوں گے۔

"وَهٰذَا هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ"

شہبازِ خطابت، مجاہدِ ختم نبوت
وکیلِ صحابہ، ترجمانِ اہلِ سنّت
حضرت مولانا
محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
کی یاد میں
خطیب دین وملت نمبر
شائع کرنے پر
مولانا عبدالرشید انصاری
مُدیر اعلیٰ
ماہنامہ "نورٌ علیٰ نور"
کو
ان گنت دعاؤں کے ساتھ
مُبارک باد
خادم اہل حق...... حاجی فضل محمد
فضل ہوزری، ۵۸۱۔ جناح کالونی۔ فیصل آباد
فون: 619879

صائقۂ حق، لسان صدق و وفا
قاطع بدعات و توہمات، نقیب قرانیاں
مؤید طالبان، اسلام کی تیغ براں
"گردن نہ جھکی جس کی طاغوت کے آگے"
حضرت مولانا
محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
کی یاد میں
خطیب دین وملت نمبر
شائع کرنے پر
مولانا عبدالرشید انصاری
مُدیر اعلیٰ
ماہنامہ "نورُ علیٰ نور"
کو نیک تمناؤں کے ساتھ
مُبارک باد
(مولانا) قاری محمد الیاس، (مولانا) قاری محمد یونس،
(مولانا) قاری عبدالرحیم بلوچ، (مولانا) محمد صابر سرہندی،
حاجی ضیاء الدین، حافظ محمد ناصر و دیگر احباب۔ فیصل آباد

داعی توحید

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان (جامعہ اشرفیہ۔ لاہور)

قحط الرجال کے اس دور میں کسی بھی عظیم شخصیت کا اٹھ جانا پورے ملک کے لئے باعث حزن و ملال ہوتا ہے۔ ورنہ نظام فطرت کے مطابق یہ کارخانہ خداوندی چلتا رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی ابتداء سے اللہ تعالیٰ کی عادت اس طرح جاری ہے کہ ہر دور میں باطل کے مقابلہ کے لئے حق کی تبلیغ کے لئے بہتر رجال کار کا انتخاب فرماتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ بھی دین حق کے داعیوں میں ایسے مقام تک پہنچ چکے تھے جن پر بجا طور سے اہل حق کو فخر تھا۔ شرک و بدعت کے رد اور توحید کے ساتھ عشق مصطفی ﷺ کو سمجھانے کی جس نعت عظمیٰ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت قاسمی کو نوازا تھا وہ بے شک اور یقیناً ان کیلئے نجات اُخروی کا ذریعہ بنے گا (انشاء اللہ تعالیٰ)

ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو انہوں نے اپنے زور بیان سے بدعات و رسومات کے اندھیروں سے نکالنے اور توحید وسنت کے اجالوں سے روشناس کرنے کی کوشش کی۔ حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ۱۹۸۰ء کے اوائل میں پہلی شناسائی اس وقت ہوئی جب حضرت اقدس مولانا فضل اللہ صاحب مدظلہ العالی نے ان کو دارالعلوم الاسلامیہ لکی مروت کے سالانہ جلسے پر مدعو فرمایا تھا۔ غائبانہ تعارف تو بہت پہلے سے تھا لیکن بالمشافہ گفت وشنید کی سعادت اس وقت حاصل ہوئی۔ حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت کے جوہر کو اپنے اور پرائے سب تسلیم کرتے ہیں لیکن دلائل کے ساتھ وزنی بات اور مخاطب کو قائل کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے جو حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمایا تھا اس دور کے خطباء میں کم پایا جاتا ہے۔ عقائد و نظریات میں تصلّب و پختگی اور راسخیت ان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اہل حق سے انحرافی نظریات رکھنے والوں سے ساری زندگی ان کا نباہ نہ ہو سکا بلکہ مسلک حقہ کی تائید میں وہ سیاسی نظریات سے بالاتر ہو کر اکابر دیوبند کے خادم کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرتے تھے۔ حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مختصر ملاقاتوں کا سلسلہ تو بہت طویل ہے۔ اکابر دیوبند کے اجتماعات، مجالس اور میٹنگوں میں ان سے ہمیشہ علیک سلیک ہوتی رہتی تھی لیکن زندگی کے آخری دس سال کی چند تفصیلی ملاقاتیں رہتی زندگی تک یادگار رہیں گی۔

جامعہ اشرفیہ میں میری قیام گاہ میں وہ تشریف لائے تو انتہائی ہشاش بشاش تھے۔ میرے نظریات جمہوریت کے خلاف اور انقلابی ہونے کو وہ دل کھول کر مان گئے اور خوب داد دی۔ یہ ان کی کمال علمی کی دلیل ہے کہ حق بات کو بلا جھجک تسلیم کرتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں تبسم کرتے ہوئے فرمایا یہ تو سردی میں گرمی دیکھی۔ دوسری ملاقات جامعہ منظور الاسلام عیدگاہ صدر لاہور چھاؤنی کے سالانہ جلسہ میں دستار بندی کے موقع پر ہوئی اور وہاں ان کی عجیب شان دیکھی کہ ایک معمر اور سفید ریش بین الاقوامی شخصیت (مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) ایک نوجوان عالم دین (مجاہد ملت مولانا محمد مسعود اظہر مدظلہ العالی) کے ہاتھ پر بیعت علی الجہاد کرتا ہے۔ یہ ہمارے اکابر کی انکساری کی ایک جھلک تھی اور ان کے متواضعانہ کردار اور للّٰہیت کی روشن دلیل تھی۔ تیسری ملاقات شیخ زید ہسپتال لاہور میں ہوئی جب حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ گردوں کی تکلیف کی وجہ سے بستر علالت پر تھے۔ بندہ بیمار پرسی کے لئے حاضر ہوا تو مرض اور تکلیف کے باوجود بیٹھ کر تپاک سے ملے اور مجھ جیسے حقیر کے چہرہ اور ہاتھوں کو بوسہ دیتے رہے اور بار بار دعاؤں کی اور حسن خاتمہ کی درخواست کرتے رہے۔

حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال اگرچہ امر الٰہی سے وقت موعود پر ہوا اور بے شک اس فانی دنیا سے ہر ایک نے جانا ہی جانا ہے مگر بڑھتے ہوئے فتنوں کے اس دور میں ایسی عبقری شخصیات کا رحلت فرمانا علامات قیامت میں سے ہے۔ مجاہدانہ صفات، جرأت و بہادری، حق گوئی و بے باکی اور اظہار حق کا داولہ جو ہمیشہ سے وارثین انبیاء کی فطرت ہوتی ہے۔ حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلاشک وریب اس کا حسین مرقع تھے۔ علماء دیوبند کثرہم اللہ سوادہم کے ورثہ سے جو اتباع سنت کی نعمت ملی ہے، حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو بہتر مصداق تھے۔ توحید وسنت کے احیاء میں جوان کے مساعی ہیں، یہ ان کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

جامعہ اشرفیہ سے ان کا خصوصی تعلق اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب سے ان کی والہانہ محبت تھی۔

اللّٰھم اغفرلہ' وارحمہ' واکرمہ' وابدلہ' داراً خیراً من دارہ برحمتک یا ارحم الراحمین

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

خطیب یورپ و ایشیا
مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

آفریں دیوبند کے ماتھے کے تاباں آفتاب
یہ جہاں ہوتا رہا تجھ سے برسوں فیضیاب

توخطیبِ ایشیا، تو پیکرِ علم و فضل
تو رہا تا زندگی علمائے حق کا انتخاب

بستیوں، صحراؤں میں تیری آواز کی گونج ہے
اور کہساروں پہ تو چھایا رہا بن کر سَحاب

کانپتے تھے وقت کے فرعون تیرے نام سے
تو نے ہر سفاک و جابر کا کیا ہے اِحتساب

اِک اِک تحریک میں تازہ دِکھا کر وَلولے
کردیا تو نے بپا سوئے دلوں میں اِنقلاب

تیری اِک للکار سے چھوڑا وطن دجال نے
منکرِ ختم نبوت کا ہوا خانہ خراب

کچھ مبلغ بن گئے اور کچھ معلم ہوگئے
وہ جو تیری ذات سے کرتے رہے ہیں اکتساب

تو سدا یاد آئے گا ہم کو ضیاء القاسمی!
تیرے اِحسانات ہیں قوم و وطن پر بے حساب

حشر میں حاصل رہیں تجھ کو نبی کی قربتیں
بارگاہِ حق میں قاری کی دعا ہو مستجاب

☆......قاری سردار محمد۔ گوجرہ

ایمان کا چراغ جلا کر گیا ہے وہ

صاحبزادہ انوار الحق وفا

اپنی حیات نذرِ قضا کر گیا ہے وہ
یہ قرض مسکرا کے ادا کر گیا ہے وہ

دینِ خدا کی شان بڑھا کر گیا ہے وہ
پردے حقیقتوں سے اُٹھا کر گیا ہے وہ

اسلام دشمنی کی ہواؤں کے سامنے
ایمان کا چراغ جلا کر گیا ہے وہ

اسلام ہے ہمارے لئے باعث نجات
دنیا کو یہ پیام سنا کر گیا ہے وہ

دل میں جلا کر عظمت احساس کے چراغ
انسانیت کی راہ دکھا کر گیا ہے وہ

یہ سرزمین پاک ہے اسلام کے لئے
ایمان کے اس میں پھول کھلا کر گیا ہے وہ

بانٹی ہے اُس نے دینِ محمد کی روشنی
سوئے ہوئے دلوں کو جگا کر گیا ہے وہ

احسان اپنی قوم پر اس کے ہیں بے شمار
احساسِ فرض محبت جگا کر گیا ہے وہ

اُس پر تھا لطفِ خاص خدائے کریم کا
دیوار نفرتوں کی گرا کر گیا ہے وہ

یہ نظم ۲۹ دسمبر ۲۰۰۰ء کو اپنے پیارے دوست عثمان سے
شیخ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر سن کر کہی

دس سال پہلے سالنامہ نورٌ علیٰ نور میں خطوط کا ایک صفحہ۔ جس میں سب سے پہلا خط حضرت قاسمی صاحب کا ہے۔ خطاطی جناب خوش محمد انصاری کی ہے۔

محبت نامے جو میرے نام آتے ہیں

مراسلات

خطیبِ پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی

برادرم ۔ بے عملی اور مذہبی بے حسی کے اس دور میں "نورِ علیٰ نور" کا چراغ روشن کر کے آپ نے گمراہی اور لادینیت کی ظلمتوں پر ضرب کاری لگائی ہے اللہ تعالیٰ "نورِ علیٰ نور" کے معاونین و قارئین کے جذبۂ شوق میں اضافہ فرمائے اور آپ کو کام آگے بڑھانے کے لیے وسائل، ہمت اور توفیق دے۔ آمین

(محمد ضیاء القاسمی، جامعہ قاسمیہ فیصل آباد)

آفتاب خطابت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

رفتید ولے نہ از دل ما

اجالے اپنی یادوں کے ہمارے پاس رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہوجائے

یادوں کے چراغ .... مولانا عبدالرشید انصاری

فضا گرد آلود تھی مگر افق مشرق پر سرخی پھیلی اور بدلیوں کی ٹکڑیوں سے نیر تاباں جھانکنے لگا۔ کائنات کی وسعتوں میں کرنیں بکھیرتا اور سامنے آنے والی ہر چیز کو منور کرتا ہوا بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ دوپہر کو عین سر پر آ گیا تو کوئی اس کی جانب نگاہ اٹھانے کی بھی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔ پھر تند و تیز ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے، گھٹائیں اٹھیں، طوفاں بندھے مگر آفتاب ان گھٹاؤں اور طوفانوں پر بھی اوپر سے روشنی ڈالتے ہوئے بجانب مغرب بڑھتا اور ڈھلتا رہا۔ سہ پہر ہوئی تو گھٹائیں چھٹ گئیں، طوفان بیٹھ گئے، بچے کھچے بادل فضاؤں میں تحلیل ہونے لگے اور دھلی ہوئی فضاؤں میں سورج چمکتا ہوا نظر آنے لگا۔ اس سے پہلے کہ شام کے سائے پھیلتے دھوپ سونا رنگ اور آفتاب نارنجی ہوتا اور پانیوں میں اس کا خوبصورت عکس اترتا، اچانک بادل امڈ آئے اور اتنے گہرے ہوگئے کہ دن میں اندھیرا چھا گیا۔ غروب آفتاب کا حسین منظر ہویدا نہ ہوسکا، شام اداس ہوگئی اور رات کی تاریکی نے دن کی چہل پہل وقت سے پہلے ہی روک دی۔ گردش شب و روز کی مانند سلسلۂ موت و حیات بھی قبضۂ قدرت میں ہے، کسی انسان کے بس میں نہیں کہ کسی روز رات کی آمد کو روک دے اور نہ کسی کے اختیار میں ہے کہ کسی جانے والے کی زندگی میں چند لمحات کا اضافہ کردے۔

چائنا گراؤنڈ کراچی کے بڑے جلسے میں تحفظ ناموس رسول ﷺ و اصحاب رسول رضی اللہ عنہم اجمعین کے موضوع پر خطاب کے بعد آفتاب خطابت حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی نے ملاقات دیرینہ کی آبرو رکھتے ہوئے فون کیا اور تقریر کی خاص خاص باتوں کا تذکرہ فرمایا۔ محترم اقبال احمد صدیقی کی خیریت پوچھی، کچھ معاملات پر مشورہ کے لئے مجھے پابند کیا کہ میں جلد فیصل آباد آؤں گا۔ پھر ان کی علالت اور ناسازئ صحت کی اطلاعات آنے لگیں اس دوران ایک دن فیصل آباد جانا ہوا تو معلوم ہوا کہ حضرت قاسمی صاحب بغرض علاج معالجہ پنڈی گئے ہوئے ہیں۔ رمضان کی مبارک ساعات میں ان کی صحت یابی اور سلامتی کی دعائیں ہوتی رہیں مگر جب میں دوبارہ فیصل آباد پہنچا تو ریلوے اسٹیشن پر برخوردار محمد طیب اور محمد طاہر نے کہا ابو! جنازہ تیار ہے، آپ گھر نہ جائیں نماز جنازہ پڑھ آئیں...... کس کی؟ ......حضرت مولانا قاسمی صاحب کی، مجھے جواب ملا...... درد دل اور صدمۂ روح کو چھپاتے اور سنبھالتے ہوئے میں اکیلا ہی چل دیا۔ بعد میں دونوں بیٹوں نے بتایا کہ ہم بھی حضرت قاسمی صاحب کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنا چاہتے تھے مگر آپ نے ہم سے کہا ہی نہیں۔ ہمیں گھر بھیج دیا اور خود اکیلے چلے گئے۔ میں نے کہا، ہاں! اس لئے کہ میں اکیلا آیا تھا، اکیلا ہی چلا گیا اور اکیلا ہی چلا جاؤں گا۔

مولانا قاسمی صاحب سے کتنی دوستی تھی، کیسی ہم آہنگی تھی، طیب! تم نے دیکھا ہے کہ جب ملاقات ہوتی تو ان کی خواہش ہوتی کہ اس دوران کوئی اور نہ آئے۔ حتیٰ کہ ٹیلیفون سننا موقوف کردیتے اور درپیش موضوعات پر کھل کر گفتگو کرتے۔ ایک مرتبہ تمہارے مسئلے پر خود تمہارے ساتھ ایک گھنٹے تک گفتگو کرتے رہے، تمہیں کتنا اعتماد دیا۔ ہمارے درمیان سوچ اور فکر کی یگانگت اور پیش قدمی کے لئے مشاورت کم و بیش پینتیس برس سے تھی مگر اب مجھے بلا کر خود اکیلے چلے گئے۔ بس ایسے ہی مجھے بھی ایک دن اکیلے جانا ہے۔ اس لئے عملاً دنیا میں کبھی کبھی سب کچھ چھوڑ کر اکیلے چلنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے دینی جدوجہد میں رفاقت

اگرچہ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف و ملاقات سن ترسیٹھ چونسٹھ سے تھا مگر دینی جدوجہد میں باقاعدہ رفاقت ۱۹۶۹ء سے

ہوئی۔ یحییٰ خانی ملک شکن دور شروع ہو چکا تھا۔ مذہبی جماعتیں مجلس تحفظ ختم نبوت اور تنظیم اہلسنت معروف جماعتیں تھیں۔ اگرچہ دونوں جماعتوں کے رہنماؤں اور مبلغین کے جلسے اور تقاریر میں بڑی دلچسپی اور عقیدت سے سنا کرتا تھا بلکہ شبان اہلسنت کے نام سے نوجوان رفقاء کی ایک تنظیم بنائی اور اس کے زیر اہتمام زندگی میں پہلا تبلیغی جلسہ فیصل آباد دھوبی گھاٹ میں ۵ دسمبر ۱۹۱۶ء میں منعقد کیا تو اس کی کرسیٔ صدارت پر حضرت مولانا مفتی زین العابدین مدظلہٗ جلوہ افروز تھے اور استاد محترم حضرت مولانا عبدالعلیم جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی وساطت سے مہمان خصوصی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کو بنایا، حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ ملتان سے تشریف لائے تھے، اس لئے کرایہ اور سفر کے اخراجات کے صیغہ میں ان کی خدمت میں ہم نے پندرہ روپے پیش کئے تو انہوں نے اس رقم کی رسید کاٹ کر ہمارے سپرد کی اور فرمایا مجھے میری جماعت نے تقریر کرنے کے لئے بھیجا ہے اور کرایہ بھی دیا ہے، اس لئے یہ رقم ہماری جماعت کی امانت ہے۔ ان دونوں جماعتوں کے کام کو مسلمانوں کی اصلاح عقائد و اعمال کے لئے ضروری سمجھنے کے باوجود میں اسے مکمل اور جامع کام نہیں بلکہ دین کے دو شعبوں اور دو محاذوں کا کام سمجھتا تھا۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کا تعلق ان دونوں جماعتوں سے تھا لیکن ان دنوں وہ تنظیم اہلسنت سے وابستہ تھے۔ اس لئے جامعہ قاسمیہ کے جلسوں میں حضرت علامہ دوست محمد قریشی، حضرت قاضی احسان شجاع آبادی، علامہ سید نورالحسن شاہ بخاری اور مولانا قائم الدین رحمہما اللہ تعالیٰ جیسے متبحر علماء اور مسلمہ خطباء خطاب کیا کرتے تھے۔ میرے تئیں اسلامی اقدار کی بالادستی کے قیام، عقیدہ ختم نبوت، ناموس صحابہ واہلبیت اطہار کا تحفظ، باطل کا قلع قمع، فتنوں کی سرکوبی اور پاکستانی عوام کی معاشی پریشانیوں اور معاشرتی دکھوں کا مداوا مکمل اسلامی نظام حیات میں مضمر ہے اور اس کے لئے جدوجہد حافظ الحدیث والقرآن حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، شیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور جانشین شیخ التفسیر ولی ابن ولی حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہما اللہ تعالیٰ کی قیادت میں جمعیت علماء اسلام کر رہی تھی۔ اس لئے میں عملاً جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھا، حصول تعلیم سے فراغت کے معاً بعد اساتذہ کرام حضرت مولانا عبدالعلیم جالندھری اور حضرت مولانا محمد اختر صدیقی مدظلہ مہتمم جامعہ نعمانیہ کمالیہ نے راقم کو ضلع لائلپور (فیصل آباد اور ٹوبہ ٹیک سنگھ) میں جمعیت علماء اسلام کا ناظم نشر و اشاعت اور بعد میں ناظم انتخابات مقرر کیا۔ میرے ہمراہ میرے ساتھی مولانا محمد اکرام الحق صدیقی ناظم دفتر مقرر کئے گئے۔ ہمارے تیسرے ساتھی یعنی بنیادی کارکن مولانا محمد رفیق کمالوی تھے، ضابطے کی کاروائیوں کے لئے ہمارا دفتر پاک بازار گول چنیوٹ و امین پور بازار میں تھا جبکہ اصلاً مرکز جمعیت حاجی فضل محمد صاحب کی زیر سرپرستی میں بخاری مسجد جناح کالونی ہوا کرتی تھی۔ شرابی فوجی، ڈکٹیٹر یحییٰ خان یکے از قاتلان پاکستان نے جوں ہی ملک میں عام انتخابات منعقد کرانے کا اعلان کیا تو پیپلز پارٹی، جمعیت علماء اسلام، جمعیت علماء پاکستان، جماعت اسلامی، نیشنل عوامی پارٹی اور مسلم لیگ کے تمام گروپ اپنے اپنے طور پر لنگر لنگوٹ باندھ کر پورے مغربی پاکستان کے میدان انتخاب میں اتر آئے۔ ۱۹۶۸ء میں موچی دروازہ لاہور میں جمعیت علماء اسلام نے تین روزہ تاریخی کانفرنس منعقد کر کے ثابت کر دیا تھا کہ دینی محاذ پر علماء حق کی متحدہ قوت وہی جماعت ہے۔ لہٰذا سیکولر جماعتوں سے مقابلہ کے لئے اور دینی قیادت کو برسر اقتدار لانے کے لئے اسی کے جھنڈے تلے جمع ہونے اور اسے مضبوط بنانے کی ضرورت تھی۔ اس دور میں مذہبی جماعتوں نے الیکشن میں حصہ لینے کے لئے متحدہ محاذ کیوں نہیں بنایا؟ وہ الگ الگ رہ کر ناکام کیوں ہوئیں؟ یہ مضمون اس موضوع کا متحمل نہیں ہے۔ یہ گفتگو پھر کسی موقع پر کی جائے گی، مذکورہ تمہید صرف حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی سے وابستہ یادوں اور ان کی معیت میں گزرے ہوئے اخلاص بھرے کچھ لمحات کا تذکرہ کرنے کے لئے باندھی ہے۔

جمعیت علماء اسلام میں شمولیت

مولانا محمد ضیاء القاسمی ان دنوں تنظیم اہلسنت کے جنرل سیکریٹری تھے۔ ان کا طائر خطابت قبولیت عامہ کے فلک الافلاک پر اڑ رہا تھا۔ لیکن شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہما اللہ تعالیٰ سے روحانی نسبت اور مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے علمی تلمذ کی بدولت ان کے خطبات و تقاریر جمعیت علماء اسلام کی ہمہ گیر جدوجہد کے مقاصد کی ترجمان بن چکی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ ہمیں ملنے کے لئے دفتر تشریف لائے تو مولانا اکرام الحق صدیقی سے فارم رکنیت جمعیت علماء اسلام کی کتاب لے کر میں نے حضرت قاسمی صاحب کا نام و پتہ لکھا اور دستخط کے لئے فارم ان کے سامنے رکھ دیا۔ کہنے لگے، انصاری صاحب! یہ کیا ہے؟ مجھے کہاں پھنساؤ گے؟ ...... میں نے کہا پھنسے ہوئے تو آپ کو مدت ہوگئی، یہ تو نکاح نامے کی محض کاغذی کارروائی ہے...... تو دلہن کہاں ہے؟ بے ساختہ سوال کیا۔ میں نے کہا وہ آپ کے قلب و روح میں بس رہی ہے۔ ہر تقریر میں ہر خطبے میں وہ آپ کے دماغ پر چھائے رہتی ہے۔ اس کے حسن و جمال کے نغمے ہر وقت آپ کی زبان پر رہتے ہیں...... بڑے بڑے اجتماعات اس کی تعریفیں سننے کے لئے آپ کے سامنے ہمہ تن گوش ہوتے ہیں...... میں بولتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا...... اب ہم سے پوچھتے ہیں، دلہن کہاں ہے؟ محبت سے بھری نگاہوں سے

میری طرف دیکھا...... کہنے لگے، مولوی اکرام! یہ تم دونوں نے میرے متعلق کیا منصوبہ بنایا ہے، میں تو علماء حق کا خوشہ چیں اور دین حق کا مبلغ ہوں، میں نے سیاست ویاست نہیں کرنی...... لوہا گرم ہو چکا تھا، بس ایک ضرب کاری کی ضرورت تھی...... میں نے کہا...... دین حق کی سربلندی کے لئے سیاست نہیں کرنی تو آج کے بعد حضرت مدنی، حضرت لاہوری، امیر شریعت، مفتی محمود اور غلام غوث ہزاروی رحمہم اللہ تعالیٰ کا نام لینا چھوڑ دیجئے۔ پھر ہمارا ابھی آپ سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ یار! تم تو ناراض ہو رہے ہو...... یہ لو نکاح نامہ پر دستخط کر کے میں نے اعلاء کلمۃ الحق کے جذبوں، علماء حق کی عظمتوں اور قرآن و سنت کی رشد وہدایت سے محبتوں کا تمہارے سامنے اعتراف کرلیا ہے۔ مولوی اکرام اب چائے پلاؤ، مٹھائی میری طرف سے ہوگی۔ یہ ریاکاری اور دکھاوے کا دور نہیں تھا، اس لئے مولانا قاسمی کی جمعیت علماء اسلام میں شمولیت پر نہ کوئی تقریب ہوئی نہ اخبارات میں خبریں شائع کرائی گئیں۔ البتہ اس کے بعد شہر میں منعقدہ اکثر وبیشتر جلسوں اور میٹنگوں میں مولانا تشریف لاتے، اب وہ جمعیت علماء اسلام کے رہنما بن چکے تھے۔ پہلے انہیں مولانا خطیب اہل سنت لکھا جاتا تھا اب ہم نے انہیں خطیب پاکستان لکھنا شروع کر دیا۔ خطابت اور مولانا محمد ضیاء القاسمی لازم وملزوم تھے، جیسے لطافت وپاکیزگی کے بغیر شبنم کا اور خوشبو کے بغیر کلیوں کا تصور نہیں کیا جاسکتا اسی طرح فن خطابت کا مولانا قاسمی کے بغیر اور مولانا قاسمی کا تقریر وخطابت کو الگ کر کے تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

۷۰ء کے انتخابات میں شراکت

۱۹۷۰ء کا انتخابی دور جمعیت علماء اسلام کی بے پناہ قوت، سیاسی بالغ فکری اور عوامی مقبولیت کا دور تھا۔ پاکستان کے دولخت ہونے کے بعد جمعیت علماء اسلام میں بھی دراڑیں پڑ گئیں ورنہ آج رنگ چمن کچھ اور ہی ہوتا۔

بہر کیف! یحییٰ خان نے ملک میں عام انتخابات منعقد کرانے کا اعلان کیا تو ہمیں بھی فکر ہوئی کہ شہر میں قومی اسمبلی کے حلقۂ انتخاب سے جمعیت علماء اسلام کا امیدوار ہونا چاہئے اور چونکہ یہ جمعیت علماء اسلام ہے لہٰذا ہمارا کینڈیڈیٹ کوئی مل اونر یا جاگیر دار اور سرمایہ دار نہیں بلکہ عالم دین ہونا چاہئے۔ چنانچہ بار بار کے غور وفکر کے بعد یہ قرعہ فال حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے نام نکلا۔ اخبارات کے لئے یہ خبر جاری کر دی گئی، مولانا قاسمی اپنے تبلیغی دورے سے پانچ چھ روز بعد واپس آئے تو غصے سے بھرے ہوئے، ناراضی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ ہم ذہنی طور پر صورتحال کے مقابلے کے لئے تیار تھے، ان کی آمد کی اطلاع ہمیں ہو چکی تھی۔ جب دفتر آئے تو اتفاق تھا کہ برادر اکرام اور راقم السطور ہم دونوں کے علاوہ تیسرے خود حضرت قاسمی صاحب تھے، چوتھا فرد کوئی نہ تھا۔ مولانا نے آتے ہی ہم پر چڑھائی کر دی، آپ نے مجھ سے پوچھے بغیر میری طرف سے الیکشن لڑنے کا اعلان کیوں کیا ہے؟ ان کا سوال تھا، یہ جماعت کا فیصلہ ہے، ہم نے جواب دیا۔ میں کوئی بھیڑ بکری ہوں کہ آپ جہاں چاہیں مجھے کھڑا ہونے کا حکم جاری کر دیں۔ مولانا نے بات آگے بڑھائی، ہم نے نہایت نرم لہجے میں عرض کیا، حضرت یہ فیصلہ ہو چکا ہے، آپ کی طرح ہم بھی اس پر عمل درآمد کے پابند ہیں۔ تم کرتے رہو عمل درآمد، مجھے کانٹوں پر کیوں گھسیٹ رہے ہو، میں آج اپنا تردیدی بیان اخبارات کو جاری کر رہا ہوں۔ میں نے کہا، نہیں آپ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ اگر آپ نے اس قسم کا کوئی بیان جاری کیا تو کل میں اس کی تردید جاری کر دوں گا، آپ کر کے دیکھ لیں۔ ہم نے مصنوعی ناراضگی کا موڈ بنایا تو دوسری جانب لب ولہجہ میں فوراً تبدیلی آ گئی۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو اجر عظیم عطا فرمائے، وہ مخلصین ومحبین کی ناراضگی برداشت نہیں کرتے تھے۔ یار تم بتاؤ، میرے پاس کیا ہے؟ میں سیاست میں کیسے اتر سکتا ہوں۔ سرمایہ داروں، جاگیرداروں اور ان کے گماشتوں کا مقابلہ میں کیسے کروں گا؟ آپ نہیں جمعیت علماء اسلام مقابلہ کرے گی۔ جمعیت کے تمام علماء، صلحاء، طلباء اور ہر کارکن مقابلہ کرے گا۔ غربت کے مارے ہوئے، مہنگائی کے ستائے ہوئے، سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مظالم کی چکی میں پسے ہوئے وہ مزدور اور محنت کش مقابلہ کریں گے جن کی حمایت وتائید میں آپ کی جماعت بول رہی ہے۔ جن کے لئے آپ کلمۂ حق بلند کریں گے، وہ مقابلہ کریں گے اور آپ کا ساتھ دیں گے۔ یہ جماعت کا فیصلہ ہے، آپ کو اور ہمیں جمعیت کے کسی کارکن کو اس فیصلے سے انحراف کا حق نہیں ہے۔ اگر یہ فیصلہ نہ کیا جاتا اور شہر کی سیٹ پر ہم الیکشن میں حصہ نہ لیں تو لوگ کہیں گے یہ علماء ملک میں اسلامی نظام حیات کے نفاذ کا مطالبہ بے دین حکمرانوں سے کرتے ہیں، خود آگے کیوں نہیں بڑھتے۔ یہ کیسی جماعت ہے کہ جن کے پاس الیکشن لڑنے کے لئے ایک آدمی بھی نہیں ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ کامیاب ہو گئے تو قرآن وسنت کا نجات آفرین پیغام اقتدار کے ایوانوں میں سنانے کا آپ کو موقعہ ملے گا۔

مولانا اکرام صاحب اور راقم ہم دونوں بولتے جا رہے تھے، حضرت مولانا مرحوم خاموشی سے ہماری دھیمی دھیمی باتیں سن رہے تھے، پھر انتہائی محبت کے لہجے میں گویا ہوئے...... اچھا ٹھیک ہے، لگتا ہے یہ تم دونوں کا متفقہ فیصلہ ہے اور میرے لئے اس اتفاق سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے...... اچھا تو اب کرنا کیا ہے؟...... اپنی صفائی دیتے ہوئے ہم نے کہا حضرت! نہیں یہ مقامی جماعت کا فیصلہ ہے، ہمارا اس میں کیا مفاد...... ہاں ہاں مجھے معلوم ہے، تم دونوں اور مولوی رفیق پہلے بیٹھ کر ایک فیصلہ کر لیتے ہو، پھر

اپنے اساتذہ سے اس پر مہر لگواتے ہو، پھر اجلاس بلوا کر اس کی توثیق کروا لیتے ہو۔ اب تم نے مجھے قربانی کا بکرا بنانے کا فیصلہ کیا ہے اور جماعت سے اس پر مہر تصدیق ثبت کروالی ہے۔ میں کیسے بھاگ سکتا ہوں، اب ہر ایرا غیرا نتھو خیرا مجھ پر تبصرے کرے گا، وہ لوگ جن کا میں نے کبھی منہ نہیں دیکھا، مجھے ان کے دروازے کھٹکھٹانے پڑیں گے...... مختصراً یہ کہ اس ردو کد کے بعد آخر کار انہوں نے فیصلہ تسلیم کرلیا اور تشریف لے گئے۔ مگر اڑھائی تین گھنٹے بعد گھر جانے سے پہلے دوبارہ دفتر آئے، بڑے خوش، موڈ بالکل درست۔ فرمانے لگے میں تمہیں بتانے آیا ہوں کہ شہر میں جس سے بھی ملا ہوں سب نے اس فیصلے پر مسرت کا اظہار کیا ہے اور مبارکباد دی ہے۔ فتح وشکست تو اللہ کے اختیار میں ہے، اس فیصلے سے ایک فائدہ ضرور ہوگا کہ دنیا پر ہم یہ حقیقت واضح کرسکیں گے کہ علماء صرف منبرو محراب کی مخلوق نہیں ہیں اس معاشرے کی عملی زندگی کا حصہ ہیں، وہ ان کی دنیا اور آخرت دونوں سنوارنا چاہتے ہیں۔ اب آپ مشورہ کرکے جلدی میٹنگ بلائیں، پروگرام مرتب کریں، تاکہ جائزہ لیا جائے کہ ہم کتنے پانی میں ہیں۔

مدرسہ اشرف المدارس میں منعقدہ اجلاس میں جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تمام علماء وخطباء اور کارکنوں نے بھرپور جدوجہد کا عہد کیا اور انتخابی مہم شروع ہوگئی۔ سن ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیت علماء اسلام کے نمائندہ مولانا محمد ضیاء القاسمی کا مقابلہ پیپلز پارٹی کے مرکزی لیڈر مختار رانا، مسلم لیگ کے میاں زاہد سرفراز اور جماعت اسلامی کے مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل مرحوم سے تھا۔ الیکشنی سیاست بھی عجیب شے ہے کہ اس میں بیگانے اپنے بن جاتے ہیں اور اپنے پرائے ہوجایا کرتے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے امیدوار مسٹر مختار رانا انتہائی خلیق، ملنسار پڑھے لکھے آدمی تھے، سامراج دشمنی اور مزدوروں، محنت کشوں کی حمایت کے ناطے ان سے ہم لوگوں کے دوستانہ مراسم تھے جبکہ حضرت مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل میرے اور حضرت قاسمی صاحب کے استاد محترم تھے اور دونوں حضرات نظریاتی جماعتوں کے نمائندے تھے۔ جہاں تک میاں زاہد سرفراز صاحب کا تعلق ہے وہ اصلاً اپنی ذاتی حیثیت سے الیکشن لڑ رہے تھے۔ مسلم لیگ ان کے نام کے ساتھ متعارف ہوئی تھی۔

جماعت اسلامی سے علماء کے اختلاف کی وجہ

جماعت اسلامی سن ۱۹۷۰ء سے قبل ہی اپنے بانی کے مخصوص اور اہلسنت کے طریق سے ہٹے ہوئے مذہبی نظریات کی مبلغ ہونے کی بناء پر ایک الگ مذہبی مکتبہ فکر کے طور پر سامنے آچکی تھی۔ ان کے بارے میں شیخ التفسیر حضرت مولانا امام احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا کتابچہ ''مودودی صاحب سے علماء کی ناراضگی کے اسباب'' صورتحال کی وضاحت کے لئے کافی تھا، مودودی صاحب اپنے نظریات خصوصاً صحابہ کرام اور اہلبیت رسول پر تنقید سے تائب نہ ہوئے۔ جماعت نے اپنے دستور میں ارکان کے لئے کلمہ طیبہ پر ایمان کی تشریح کرتے ہوئے ان کا عقیدہ بیان کیا تھا کہ ''رسول خدا کے سوا کسی کو معیار حق نہ مانے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے اور کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔'' قرآن نے اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ اور نبی کریم ﷺ نے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فرما کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیار حق قرار دیا اور لَا تَتَّخِذُوْهُمْ مِنْ بَعْدِیْ غَرَضًا کا حکم جاری فرما کر ان کو تنقید کا اور نکتہ چینی کا نشانہ بنانے سے سختی کے ساتھ منع فرمادیا۔ جماعت کے ارکان و کارکنان مودودی صاحب کے افکار ونظریات پر تو ایمان رکھتے تھے، ان کا دفاع کرتے تھے، مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذہنی، فکری غلامی قبول کرنا ان کے دستور کی رو سے جائز نہ تھا۔ جماعت اسلامی اور اس کے بانی کے ان مذہبی نظریات کی سیاسی ضروریات بھی تھیں، اس وقت کی جماعت اسلامی سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی حامی تھی کیونکہ برسر اقتدار آنے کے لئے ان کی حمایت حاصل کرنا ضروری تھا جبکہ پنجاب اور سندھ کے جاگیرداروں کی ایک بڑی تعداد شیعہ مذہب سے تعلق رکھتی تھی اس لئے ان سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے مودودی صاحب نے جمہور اہلسنت سے مختلف نظریات تشکیل دیئے اور ''خلافت وملوکیت'' جیسی اہلسنت کی مسترد کردہ گمراہ کن کتاب لکھ کر اپنا مقصود حاصل کرنے کی کوشش کی مگر۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اس لئے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نے اپنے شاگردوں اور مدرسہ تعلیم القرآن کے فضلاء کی کانفرنس منعقد کرکے انہیں حکم دیا کہ جماعت اسلامی کے کسی امیدوار کی الیکشن میں حمایت نہ کی جائے۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، علامہ نور الحسن شاہ بخاری، شیخ الحدیث مولانا محمد اسحٰق سندیلوی جیسے اکابر علماء نے خلافت وملوکیت کے جواب میں کتابیں لکھیں اور مودودی صاحب کی مخصوص نظریاتی مہم کو تجدید سبائیت قرار دیا۔ معلوم نہیں مودودی صاحب کے انتقال کے بعد جماعت نے اپنے دستور کو مذکورہ نظریات سے پاک کرلیا ہے یا نہیں۔

بہرکیف! مولانا محمد ضیاء القاسمی، قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ، مولانا سید گل بادشاہ، مولانا محمد امیر بجلی گھر، مولانا محمد لقمان علی پوری، مولانا سلیمان طارق اور جمعیت علماء اسلام کے تمام دیگر بڑے خطباء و مقررین حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کو اپنا امام سمجھتے تھے اور مذہبی نظریات کے حوالے سے ہی جماعت کو ہدف تنقید بناتے اور مودودی صاحب کے مذہبی

افکار ور جحانات کو اہلسنت والجماعت کے مسلک وطریق سے ہٹا ہوا ثابت کرتے۔ جبکہ پیپلز پارٹی میں قول وفعل کا شدید تضاد تھا، نعرہ اس کا غریبوں کی حمایت کا تھا، عملاً وہ جاگیرداراوروڈیروں کی جماعت تھی اس کا سربراہ خود ایک وڈیرہ تھا اور انہوں نے عملاً پارٹی کی باگ دوڑ جاگیرداروں اور وڈیروں ہی کے ہاتھ میں دے دی تھی۔

جب رنگ بیاں بدلا

مولانا محمد ضیاء القاسمی جو اس سے پہلے اپنی تقاریر میں قرآن وسنت کی روشنی میں عقیدۂ توحید، عقیدۂ ختم نبوت، مسئلہ علم غیب، مسئلہ حاضروناظر بیان کیا کرتے تھے، اب ان کے خطبات اسلام کے عادلانہ نظام حیات کے فضائل، اسلامی عدل ومساوات کی برکات، عہد خلافت راشدہ میں مثالی عدل گستری اور انصاف پروری، نبی کریم ﷺ کی انسانیت نوازی، آپ ﷺ کے خلق عظیم کے بیان، سرمایہ دارانہ نظام کی مذمت اور سوشلزم اور کمیونزم کے قلع قمع کے موضوعات پر مشتمل ہوا کرتے تھے۔ پھر وہ سرمایہ داروں اور دولت مندوں کی عیاشیاں اور غریبوں اور محنت کشوں کی خستہ حالی بیان کرتے تو کہتے

خدا ہی خیر کرے انتہا پہ ہیں دونوں
ادھر دلوں کا دھواں ہے ادھر ملوں کا دھواں

طبقاتی معاشرت کو ہدف تنقید بناتے ہوئے اس کا جب وہ تجزیہ کرتے تو کہتے

ادھر انسان بستے ہیں اُدھر انسان بستے ہیں
ان کے جوتوں پر چمک ہے ان کے چہروں پر نہیں

سرمایہ دارانہ نظام کی مخالفت

عقیدۂ توحید کی اساس پر اسلامی معیشت کا بیان کرتے تو فرماتے کہ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سرمایہ داروں کو من مانی کرنے کا حق نہیں ہے، ان کے مالوں میں سائلین اور محرومین کا حق ہے، سودخور سرمایہ دار انسانی معاشرے کے بدترین افراد ہیں۔ غریب محنت کرتا ہے، مشقت اٹھاتا ہے، اس کے بچے پھر بھی تعلیم سے محروم رہتے ہیں، ان کی بچیاں غریب ہونے کی بناء پر والدین کے دروازے پر بیٹھی رہ جاتی ہیں، ان کے پاس ڈاکٹر کے لئے فیس نہیں، وہ بازار سے ادویات کیسے خریدے، اس کی بیوی بغیر علاج معالجہ کے تڑپ تڑپ کر مرجاتی ہے اور جاگیرداروں کے کتے نرم گدوں پر سوتے ہیں، مکھن اور ڈبل روٹی سے ناشتہ کرتے ہیں۔

الٰہی کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کی گفتگو کے موضوعات اور اہداف بدل گئے، ان کے سامعین کا حلقہ بھی وسیع تر ہوتا گیا کیونکہ اب ان کی تقاریر صرف دیوبندی نہیں بریلوی عوام بھی سنتے تھے۔ جمعیت علماء اسلام کے معاندین جہاں ان کا جلسہ ہوتا وہاں عوام میں بریلوی دیوبندی تنازعات پیدا کرنے کی کوشش کرتے مگر مولانا کہتے بریلوی دیوبندی سب مسلمان ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے آخری رسول ﷺ کی امت ہیں۔ ہمارے اختلافات، ہمارا اپنا معاملہ ہے، ہمارا مشترکہ دشمن وہ ہے جو دولت کا پجاری ہے، اللہ کا باغی ہے اور اس کے بندوں کا خون چوستا ہے۔

مذہبی موضوعات نے مولانا محمد ضیاء القاسمی کی خطابت میں جو نکھار پیدا کیا تھا اور عقیدۂ توحید، حب اسوۂ رسول ﷺ نے ان میں جو خوداعتمادی پیدا کی تھی جمعیت علماء اسلام کی دینی سیاست کے پلیٹ فارم پر آنے کے بعد ان کی شہرت ومقبولیت کا پھریرا فرقہ وارانہ حدبندیوں سے نکل کر ہر مکتبہ فکر

سے تعلق رکھنے والے محبِ وطن اور فلاح ونجات کے متلاشی عوام کے سروں پر لہرانے لگا۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں علماء کی شکست

سندھ اور پنجاب میں چونکہ جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ سیاست کا بول بالا رہا تھا اور یہاں کے عوام کی اکثریت بے دین معاشرت میں ڈوبی ہوئی تھی اس لئے دینی جماعتوں کے بڑے بڑے مقتدین رہنما اور علمی شخصیات کے مقابلے میں لوگوں نے روٹی کپڑا اور مکان کے جھوٹے وعدے پر اعتبار کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کے امیدواروں کے سروں پر کامیابی اور اپنی نمائندگی کا تاج رکھ دیا۔ مگر ہوا وہی جس سے علماء نے عوام کو باخبر کیا تھا یعنی وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہوگیا۔ اور آج تک نہیں ہوا، حالانکہ پیپلز پارٹی ۱۹۷۰ء کے بعد تین مرتبہ اقتدار کا جھولا جھول چکی ہے۔ غریب عوام کو اس نے کیا دینا تھا وہ تو آصف زرداری کی بھوک بھی نہ مٹا سکی، اس کے رہنما تقریباً ایسے ہی بڑے بڑے بھوکے لوگ تھے، غریبوں، مزدوروں، چھوٹے ملازمین اور محنت کشوں کے لئے ناچ گانوں کی محفلیں سجانے اور مہنگائی میں اضافہ کے علاوہ دوسرے حکمرانوں کی طرح اس کے پاس بھی کچھ نہ تھا۔

۷۰ء میں عوام کے دنیا پرستانہ رجحان اور دینی جماعتوں اور جید علماء کو نظرانداز کرنے نے مولانا ضیاء القاسمی کو سیاسی جدوجہد سے بددل کردیا تھا۔ انہوں نے اس وقت کہا الیکشنی سیاست ہماری جدوجہد کے لئے نامناسب ہے۔ انہوں نے تنظیم اہل سنت وغیرہ میں مراجعت کا ارادہ کیا لیکن بدلے ہوئے حالات میں مولانا قاسمی کے ذہن میں ابھرنے والی وسعت فکری کے اوصاف اب محض وعظ وتبلیغ پر گزارا کرنے والی مذہبی تنظیم میں ''اکتفا'' ان کے لئے ممکن نہ تھا۔

جمعیت میں اختلاف

صوبہ سرحد میں حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکومت بنانے کے نتیجے میں دنیادار لوگ جمعیت کی صفوں میں آگے بڑھ گئے اور ایثار پیشہ مخلص کارکنوں کو پیچھے دھکیلا جانے لگا۔ اختلافات نے سر اٹھایا، جمعیت اور جمعیت کی قیادت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ امام شاہ ولی اللہ اور حضرت سید احمد شہید رحمہما اللہ تعالیٰ کے روحانی وارثوں علماء حق کی واحد نمائندہ جماعت کا دو ٹکڑے ہوجانا مملکت خداداد پاکستان کے دولخت ہونے سے کم حادثہ نہ تھا۔

مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت

۱۹۵۶ء میں جمعیت علماء اسلام کے احیاء کے بعد اس کو منظم کرنے کے لئے بنیادی اور بے لوث جدوجہد حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے کی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی بار زیارت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ کی اقامت گاہ پر ہوئی۔ استاد محترم حضرت مولانا عبدالعلیم جالندھریؒ مجھے ہمراہ لے گئے تھے۔ شدید گرمی کے موسم میں بسوں اور ٹرینوں میں مسلسل سفر کے باعث مولانا ہزاروی کی آنکھوں میں تکلیف تھی، سفید پگڑی، سفید داڑھی، صاف ستھری کڑاکے دار گفتگو، دبلا پتلا نحیف جسم مگر ہر بات میں قوت اور اعتماد، ملک میں غلبۂ اسلام کے قیام اور اسلامی نظام حیات کے نفاذ کے لئے انتھک جدوجہد کا پیکرِ مجسم جن کے لئے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ملک بھر کے علماء سے کہا جمعیت علماء اسلام کا منصب امارت سنبھالنے کے لئے میرا ایک ہی مطالبہ ہے کہ ناظم اعلیٰ کا عہدہ مولانا غلام غوث ہزاروی قبول کرلیں۔ اور جمعیت کو پورے ملک میں منظم کرنے کی ذمہ داری نبھائیں۔ چنانچہ پہلی مرتبہ جب میں نے مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو وہ اپنے دیرینہ ساتھی اور رفیق جدوجہد مولانا تاج محمود سے کہہ رہے تھے ''مولانا لائل پور میں جمعیت کے کام کو آپ سنبھالیں، اوّل تو سرگودھا ڈویژن میں تنظیمی امور کی نگرانی آپ کو کرنا چاہئے۔ مولانا تاج محمود معذرت کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ حضرت مولانا میں مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہوں، سیاسی جدوجہد میں شامل ہونا میرے لئے مشکل ہے۔ اس کام کے لئے مولانا عبدالعلیم اور ان کے شاگرد موجود ہیں، یہ کام کرسکتے ہیں۔ جبکہ استاد محترم کا موقف تھا کہ میں مدرس آدمی ہوں، میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوگا کہ جمعیت علماء اسلام کو منظم کرنے کے تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔ یہ واقعہ ۶۳۔۶۲ء کا ہے۔ ۷۰ء میں مولانا ہزاروی کی جانفشاں محنت سے جمعیت علماء اسلام مغربی اور مشرقی پاکستان دونوں صوبوں کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں منظم ہوچکی تھی اور ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں مغربی پاکستان کی دوسری سب سے بڑی سیاسی جماعت کے طور پر ابھر کر سامنے آگئی تھی۔ یہ جماعت دو حصوں میں تقسیم ہوئی تو مفتی محمود گروپ اور ہزاروی گروپ بن گئے۔ جبکہ اس سے قبل متحدہ جمعیت کو جماعت اسلامی والے ہزاروی گروپ ہی کہا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تربیت یافتہ خطیبوں اور شاگردوں کو ساتھ لے کر مولانا ہزاروی کے گروپ میں چلے گئے۔ میرے نزدیک جمعیت کے دولخت ہونے، ہزاروی گروپ کے قیام اور مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مخلصین کا اس میں جانا محض ان نووارد موقعہ پرستوں کی وجہ سے ہوا جو صوبہ سرحد میں مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے وزیر اعلیٰ بننے کے باعث برساتی مینڈکوں کی طرح نکل آئے تھے۔ ڈاکٹر احمد حسین کمال

کہتے تھے جزوی اقتدار جس میں نظام نہ بدلا جاسکے، دینی نظریاتی جماعت کے شایانِ شان نہیں ہے۔

راقم السطور اگرچہ دونوں گروپوں میں سے کسی کے تنظیمی ڈھانچے میں اس وقت شامل نہ تھا، تاہم ہفت روزہ ''خدام الدین'' کے ادارتی فرائض کا ذمہ دار ہونے کے حوالے سے حضرت درخواستی، حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہما اللہ تعالیٰ کے گروپ کا مؤید و ترجمان تھا جبکہ میرے قدیم ساتھی مولانا اکرام الحق صدیقی، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا قاسمی مرحوم کے گروپ میں چلے گئے۔

۱۹۷۵ء کے اوائل میں تعلقات کی بحالی

اپنے ذاتی حالات اور معاشی مشکلات کے باعث خدام الدین کی ادارت سے استعفیٰ دے کر کچھ عرصہ بعد میں کراچی چلا آیا۔ پھر چھ سال بعد ۱۹۸۱ء میں حالات یکسر تبدیل ہو چکے تھے کہ مولانا محمد ضیاء القاسمی کسی جلسے میں خطاب کے لئے کراچی تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد زکریا مرحوم کے مدرسہ انوار العلوم فیڈرل بی ایریا میں ان سے بغیر کسی پروگرام وارادہ کے اچانک ملاقات ہوئی، ہمارا اختلاف وانقطاع کسی ذاتی معاملے میں تو تھا نہیں، جن حالات میں اختلاف رائے ہوا اب وہ حالات ہی باقی نہ رہے تھے تو اختلاف کیسا؟..... شکوہ نہ، کوئی شکایت......

بال بچوں کی خیریت اور حال احوال پوچھنے کے بعد میں نے مولانا قاسمی مرحوم سے درخواست کی کہ کل دوپہر کے بعد غریب خانہ کو عزت بخشیں اور ماحضر تناول فرمائیں۔ مولانا نے انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے علامہ احسان اللہ فاروقی شہید کو مخاطب کیا، ''مولانا فاروقی! کل ہمارے یار انصاری صاحب کے ہاں آپ کی دعوت ہے، دوپہر میں کوئی پروگرام نہ رکھ لینا۔'' فاروقی بھی یاروں کے یار تھے کہنے لگے، اس ایمان افروز خبر کے بعد کوئی اور پروگرام رکھنا میں تو سراسر گناہ سمجھتا ہوں، کیونکہ کسی ناواقف اور عام مسلمان کی بھی دعوت قبول کرنے کا حکم ہے، انصاری صاحب تو انصار الاسلام المسلمین ہیں، ان کی دعوت پر لبیک کہنے کے لئے میں پہلے سے طے شدہ پروگرام بھی منسوخ کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔

حضرت قاسمی صاحب بمع احباب میرے غریب خانہ پر تشریف لائے، کھانے کے علاوہ اڑھائی گھنٹہ تک ملکی اور عالمی حالات پر گفتگو ہوتی رہی۔ ایک مہمان جو مولانا کے ہمراہ تشریف لائے تھے اور میرے ساتھ ان کی چنداں بے تکلفی نہ تھی، غالباً اس طرح کا سازگار ماحول ان کے لئے ناقابل برداشت ہورہا تھا۔ کہنے لگے جب ہم ہزاروی گروپ میں تھے، مولانا انصاری نے کوئی کسر تو نہیں چھوڑی، انہوں نے اس دور میں ہمارے ساتھ کونسی خیر کی؟ میرے کچھ کہنے سے پہلے مولانا قاسمی نے قدرے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے خود جواباً فرمایا تو آج آپ کو ان سے کیا تکلیف ہے؟ تمہاری زبان باتیں کرتی ہے، انصاری صاحب کا قلم بھی بولتا ہے۔ اس وقت تمہارے کسی نے ہاتھ تو نہیں پکڑے تھے، تم نے جو چاہا سو کیا، انصاری صاحب نے جو چاہا سو لکھا، یہ ان کا حق تھا۔ آج طعنہ زنی کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ مولانا قاسمی کی جانب سے اعلیٰ ظرفی اور خلوص کا یہ بہترین اظہار تھا۔

سوادِ اعظم اہل سنت کی تحریک

ڈیڑھ دو سال بعد کراچی میں سوادِ اعظم اہلسنت ایک مضبوط عوامی قوت بن کر سامنے آگئی۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی کی شعلہ نوائی اور جذبوں کے خلوص نے سوادِ اعظم اہل سنت کو فعال تنظیم بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ جیسا کہ محترم مولانا امجد تھانوی جو اس وقت سوادِ اعظم اہل سنت کے اسٹیج سیکریٹری اور غالباً سیکریٹری اطلاعات ہوا کرتے تھے، نے اپنے مضمون میں حضرت قاسمی صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے کہ علماء کرام نے حضرت مولانا ضیاء القاسمی کی قیادت میں سوادِ اعظم اہلسنت کے کارواں کو رواں دواں رکھا۔ اگرچہ بعض حضرات اپنے مدارس ومصروفیات کی وجہ سے اس مشن کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے لیکن حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے صرف تحفظ ختم ناموس اصحاب رسول کے مشن کو جاری رکھا بلکہ سوادِ اعظم اہل سنت کی جدوجہد کو انہوں نے نئی شکل دی اور سپاہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی فعال اور ملک گیر جماعت قائم کر دکھائی۔

مولانا امجد تھانوی کے اشتہار میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں ہے بلکہ حقائق کچھ اس سے بھی تلخ تر ہیں کہ سوادِ اعظم اہل سنت اور سپاہ صحابہ کی عمارات کی بنیادیں مولانا محمد ضیاء القاسمی کی دفاع عن الحق کی جدوجہد اور ان کی انقلاب انگیز خطابت پر استوار ہوئیں۔ مولانا قاسمی نے دونوں جماعتوں کو خون جگر دیا، کراچی میں دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ببانگ دہل ناموس اصحاب رسول کے تحفظ کے لئے کفن پوش مظاہرہ کیا، جبکہ مقامی قیادت نے حکام بالا کے جانبدار احکامات پر عمل کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ مدنی مسجد نارتھ کراچی کے جلسہ میں مولانا ضیاء القاسمی نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں کہا تھا ''میدانِ بدر میں ۳۱۳ فرزندانِ توحید نے ناموس رسالت اور صداقت اسلام پر جانیں نچھاور کرنے کا عہد کیا تھا، آج انہی اصحاب رسول کی عزت وناموس کے دفاع کے لئے مجھے ایسے ۳۱۳ پروانگانِ شمع رسالت کی ضرورت ہے جو گھروں سے اپنے بیوی بچوں، بھائی بہنوں کو خیرباد کہہ کر باوضو ہو کر والدین کی دعائیں لے کر مدرسہ دارالخیر لیاری آجائیں، کوئی اور آئے نہ آئے میں خود جلوس کی قیادت کروں گا۔ انتظامیہ نے گودھرا کالونی نیو کراچی میں جلسے کی

اجازت دی مگر لیاری سے جلوس ایم اے جناح روڈ لے جانے، دھرنا دینے پر پابندی لگادی۔ لیکن مولانا محمد ضیاء القاسمی نے کہا جب دشمنان صحابہ کو بندر روڈ بند کرنے سے نہیں روکا گیا تو عاشقانہ صحابہ کو منع کیوں کیا جارہا ہے۔ ۱۴۴ ہو یا کوئی اور دفعہ، ہمارے راستے میں آئے تو اس جانبداری کی ہم دھجیاں اڑادیں گے، میں کفن پہن کے نکلوں گا۔

کراچی وہ شہر ہے جہاں خالقدینا ہال میں دیوبند کے شیخ الحدیث، نے میرے مرشد نے، انگریز جج کے سامنے کہا تھا اگر برطانوی استبداد اور فرنگی استعمار کے خلاف بولنے کی سزا پھانسی ہے تو مجھے یہ بھی قبول ہے، میں دیوبند سے کفن ساتھ لے کر آیا ہوں۔ مولانا قاسمی نے فلک شگاف نعروں کی گونج میں کہا میں بھی آج اس شہر کے حکام کو بتادینا چاہتا ہوں اور عوام پر واضح کردینا چاہتا ہوں کہ اگر یاران نبی اور اہل بیت رسول اماں عائشہ صدیقہ، صدیق و فاروق اور عثمان وعلی کی شان میں زبان درازی کرنے والوں کے خلاف احتجاج کرنے کی سزا موت ہے تو مجھے یہ بھی قبول ہے۔ میں فیصل آباد سے ساتھ کفن نہیں لایا، مولانا زکریا سے مانگ لوں گا۔ چنانچہ کراچی کی تاریخ میں وہ دن یادگار رہے گا جب پہلی بار اتنی بڑی تعداد میں بے مثال جوش ایمانی کے ساتھ ناموس صحابہ کو قانونی تحفظ فراہم کرنے کا مطالبہ لے کر فرزندان توحید اور عاشقان رسول واصحاب رسول سڑکوں پر نکلے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی کی قیادت میں جلوس بکرا پیڑی لیاری سے روانہ ہوا، ایم اے جناح روڈ پہنچا اسی جگہ پہنچ کر مولانا ضیاء القاسمی نے خطاب کیا، جہاں چند روز پہلے مخالف فریق نے تین دن تک دھرنا دیا تھا اور پھر شہر کے مختلف راستوں سے گزرتا ہوا گودھرا کالونی نیو کراچی کی احتجاجی کانفرنس میں شامل ہوا۔ جب تحریک منظم ہوگئی اور رائے عامہ بیدار ہوگئی اور حکومت سندھ نے قائدین کو مذاکرات کی میز پر آنے کی دعوت دے دی تو مولانا محمد ضیاء القاسمی کو فیصل آباد بھیج دیا گیا۔ اگرچہ میں اس طوفان خیز تحریک میں براہ راست شریک نہیں ہوا، تاہم دیگر حساس شہریوں کی طرح میں بھی حالات پر نگاہ رکھے ہوئے تھا اور کام کرنے والے مخلص کارکنوں اور رہنماؤں کی محنت وجانفشانی سامنے تھی۔

بغداد کانفرنس میں شرکت

مارچ ۱۹۸۳ء میں بغداد میں مؤتمر الشعبی الاسلامی کے زیر اہتمام انٹرنیشنل عالم اسلامی کانفرنس منعقد ہورہی تھی۔ پاکستان سے علامہ شاہ احمد نورانی جمعیت علماء پاکستان، مولانا سید عبدالقادر آزاد کی علماء کونسل پاکستان، سواد اعظم اہلسنت تحریک انصار الاسلام وغیرہ کے تمام سرکردہ رہنماؤں کو اس کانفرنس میں مدعو کیا گیا تھا۔ یہ معلوم کرکے مجھے افسوس ہوا کہ مدعوین میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کا اسم گرامی نہیں ہے۔ میں نے عراقی قونصل جنرل سے استفسارا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ سواد اعظم اہل سنت نے ان کے بارے میں ہم سے نہیں کہا، جو دعوت نامے آئے ہیں یہ وزارت اوقاف وشئون الدینیہ نے بھیجے ہیں۔ میں نے کہا شیخ ضیاء القاسمی کا نام میں پیش کرتا ہوں، آپ بغداد میں وزارت اوقاف سے بات کریں، مولانا ضیاء القاسمی کے لئے دعوت نامہ نہ آنے کی صورت میں، میں نے بغداد کانفرنس میں شرکت نہ کرنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ مگر تیسرے ہی دن نائب قونصل جنرل السید حسن محمود الجنابی نے بغداد سے مثبت جواب آنے کی اطلاع دی۔ چنانچہ میں نے مولانا مرحوم سے رابطہ کیا اور درخواست کی، آپ کل ہی اپنا پاسپورٹ ہمراہ لیکر کراچی تشریف لے آئیں۔ دوسرے روز حضرت مولانا محمد اسفندیار خان کے مدرسے پہنچ کر حضرت مولانا قاسمی صاحب مرحوم نے فون پر اپنی آمد سے مجھے مطلع کیا اور کہنے لگے، مجھے بتاؤ تو سہی کہ اس قدر جلدی میں مجھے کیوں بلایا ہے۔ میں نے کہا میرا دل چاہتا تھا آپ کو بلانے کے لئے بس بلالیا۔ ابھی آپ کی زیارت اور ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوگا۔ چاہتوں کی تشنگی رفع ہوگی اور آپ کو بلانے کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ پورا کردیں گے۔ میرے اور حضرت مولانا کے درمیان جو چھ سال تک تعطل حائل رہا، یہ پروگرام بناکر میں اس کا عملاً ازالہ بھی کرنا چاہتا تھا اور پھر یہ مولانا کا حق بھی تھا۔ ان کی شخصیت، ان کی جدوجہد اور ان کی دینی خدمات کے حوالے سے ضروری تھا کہ وہ اس عالمی اجتماع میں اپنے مکتبہ فکر کی نمائندگی کریں۔ چنانچہ اسی روز قونصل جنرل آف عراق سے مولانا کی ملاقات کرائی اور ان کی دینی خدمات، علماء حق کی صفوں میں ان کے اثر ورسوخ اور مقام ومرتبہ سے انہیں آگاہ کیا۔ مختصر یہ کہ ۱۳ مارچ ۱۹۸۳ء کو بنگلہ دیش اور بھارت کے جید علماء اور دینی رہنماؤں کو لے کر عراقی ایئرویز کا بوئنگ طیارہ جب کراچی پہنچا تو یہاں سے سوار ہانے والوں میں حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی نمایاں تھے۔ انہیں دیکھ کر بعض کو تعجب اور بعض کو مسرت ہوئی۔

بغداد کانفرنس کے تمام اجلاسات میں مولانا قاسمی نے دلچسپی سے شرکت کی۔ عراقی ٹیلیوژن نے مولانا کا خصوصی انٹرویو نشر کیا، عراقی جرائد و اخبارات نے بھی مولانا قاسمی کے بلند پایہ کلاہ افتخار اور بیانات وانٹرویو شائع کئے۔ اس دوران وزارت اوقاف نے مہمان وفود کو بغداد، مدائن، کربلا، نجف اور کوفہ و بابل کا وزٹ کرانے کے وسیع انتظامات کئے تھے۔ بغداد میں امام اعظم ابوحنیفہ، قاضی ابو یوسف، امام موسیٰ کاظم، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہما اللہ تعالیٰ اور دیگر شہروں میں سیدنا حضرت علی المرتضیٰ، شہید کربلا سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات مقدسہ کی زیارت کروائی گئیں۔

تاریخی شہر سامرا اور تہذیبوں کے مدفن بابل کے آثار قدیمہ بھی دیکھنے گئے۔ مدائن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صاحب سر النبی حضرت حذیفہ بن یمان اور جابر بن عبداللہ، اصحاب رسول اللہ ﷺ کی قبور مبارکہ پر حاضری دی اور سلام پیش کرنے کی سعادتیں نصیب ہوئیں۔ قادسیہ کے مقام پر ایرانیوں سے اسلامی افواج کی تین روز جنگ کی منظر کشی نے حضرت مولانا قاسمی کو بے حد متاثر کیا۔

مدائن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات

حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات جدیدہ پر عجیب کیفیت وجلال کا نظارہ تھا۔ دونوں حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آج سے قریباً ستر سال پہلے شاہ عراق ملک فیصل اوّل اور مفتی اعظم عراق کو خواب میں آ کر حکم دیا کہ ہمیں ہماری قبور سے نکالو، دریا کا پانی ہمارے قریب پہنچ گیا ہے۔ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ کے روز پانچ لاکھ انسانوں کی موجودگی میں ان صحابہ کرام کی قبور کو کھولا گیا، چشم فلک نے دیکھا کہ نہ صرف ان اکابرین اسلام کے اجسام مبارکہ سر اور داڑھیوں کے بال بلکہ چودہ سو برس پہلے کے کفن تک بعینہ سلامت تھے۔ عراق کے بے شمار یہودی اور عیسائی اس حقیقت افروز منظر کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے، ہر جگہ حضرت قاسمی صاحب محبت وعقیدت کے پھول نچھاور کرتے رہے اور ان ہستیوں کے بارے میں اپنے ہم سفر ساتھیوں کو آگاہ کرتے رہے۔

دو غار

اس سفر میں حضرت مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ دو مشہور غار بھی دیکھنے گئے۔ لیکن غار ایسے تھے کہ وہاں جب پہنچے تو مولانا کی طبیعت میں عجیب شوخی اور تجسس موجزن ہوا۔ ایک بلد عراق میں امام غائب کا غار اور دوسرا اردن میں دار السلطنت عمان سے ۱۴ کلومیٹر باہر اصحاب کہف کا غار۔ میں دو سال قبل یہ جگہیں دیکھ چکا تھا، مولانا کی معلومات میں اضافہ کے لئے کوشش کر کے انہیں وہاں لے ہی گیا۔

امام غائب یا بارہویں امام

اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ امام بارہ ہوئے ہیں۔ امامت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نسل در نسل بارہویں امام تک چلی اور بارہویں امام حضرت محمد بن حسن عسکری غار میں تشریف لے گئے۔ ان کی عدم موجودگی کے باعث اجتماعی امور معطل ہیں۔ چنانچہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے مزار اقدس نجف اشرف کے سجادہ نشین علامہ علی کاشف الغطا جو روحانی منصب کے لحاظ سے اہل تشیع کے نزدیک دنیا میں اپنے عہد　　مقدس ترین ہستی تھے (اب غالباً وفات پا چکے ہیں) انہیں دنوں پاکستان تشریف لائے تو میں ان کی اقامت گاہ پر ایسے وقت میں پہنچا جب کراچی کے معزز شیعہ حضرات کا ایک وفد زیارت وملاقات سے مشرف ہونے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ اس وفد میں زیادہ تر تاجر اور کاروباری افراد تھے، میری آمد پر انہیں قدرے گھٹن محسوس ہوئی لیکن ان کے ایک ساتھی جو مجھے پہلے سے جانتے تھے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے لیجئے مولا علی مشکل کشا کے صدقے آپ کی مشکل حل ہو گئی۔ مولانا انصاری صاحب ہمارے دوست ہیں اور تمام فقہوں کے عالم ہیں حضرت اقدس شیخ محترم سے گفتگو میں وہ آپ کی ترجمانی کریں گے۔

حضرت علامہ علی کاشف الغطا بہت ہی وجیہہ اور ذی علم ہستی تھے۔ عمر اسی اور پچاسی کے درمیان لگتی تھی۔ سفید عمامہ، سفید ریش، سرخ سفید چہرہ، براؤن عبا زیب تن، گفتگو میں عالمانہ تمکنت، ملنسار اور خلیق، مجھے اپنے برابر کرسی پر بٹھایا۔ وفد کے ارکان انتہائی مؤدب اور اپنے مقدر پہ فرحاں تھے کہ انہیں اس عظیم ہستی کی زیارت اور ان سے باتیں کرنے کا موقع مل رہا ہے، جس کا وہ دوران گفتگو بار بار اظہار کرتے رہے۔ ان کا ایک سوال یا تجویز بہت عجیب تھی اور اس کا جواب میرے لئے حیران کن اور کئی سوالات اپنے دامن میں لئے ہوا تھا۔ اسی جواب کو نقل کرنے کے لئے اس واقعہ کا یہاں تذکرہ کر رہا ہوں، ان دنوں عراق اور ایران کے درمیان جنگ جاری تھی، عراق نے دنیا بھر سے ہر مکتبہ کے نمائندہ علماء کی جو کانفرنس بغداد میں منعقد کی تھی، دونوں ملکوں کے درمیان ثالثی اور صلح کرانے کے لئے کانفرنس میں شریک علماء کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ وہ جو فیصلہ بھی کریں حکومت عراق اس فیصلے کو تسلیم کرے گی اور اس پر عمل کرے گی۔ چنانچہ پہلے ہی دن ایرانی حکومت کو پیغام بھیجا گیا کہ وہ اپنا نمائندہ علماء کا وفد کانفرنس میں شرکت کے لئے بغداد بھیجے مگر ایرانی رہبر انقلاب امام خمینی کی جانب سے جواب آیا کہ انتم شیطین الذین یجتمعون فی بغداد تحت لواء صدام حسین یعنی تم سب شیطان ہو جو صدام حسین کے جھنڈے تلے بغداد میں جمع ہوئے ہو جبکہ روضۂ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے سجادہ نشین حضرت علی کاشف الغطا اس کانفرنس کے ذمہ دار اور اعلیٰ مندوبین میں سے تھے۔ چنانچہ اس پاکستانی شیعہ وفد کے ارکان نے علامہ سے کہا حضور! آپ نائب امام ہیں، آپ کے حکم کا انکار یا آپ کی توہین کرنے والا اسلام کا باغی ہے۔ ایرانی امام خمینی نے عراق سے صلح کے لئے نہ صرف آپ کے حکم کا انکار کیا بلکہ انتم شیاطین کہہ کر آپ کی توہین کی ہے۔ لہٰذا آپ خمینی کے بارے میں جہاد کا فتویٰ جاری کریں، ملت جعفریہ اس پر لبیک کہے گی۔ علامہ علی کاشف الغطا نے بڑا مسکت اور نہایت عجیب جواب دیا۔ انہوں نے کہ میں نائب امام ہوں، امام نہیں ہوں،

جہاد کا فتویٰ امام دے گا، میں نہیں دے سکتا۔ رہی یہ بات کہ ہم ایران سے کیوں لڑ رہے ہیں، ہم نہیں لڑ رہے، ہم اپنا دفاع کر رہے ہیں، ہمیں جنگ میں الجھایا گیا ہے، ہمیں مجبور کیا گیا ہے، تو ایک بات عقیدہ جہاد اور حکم جہاد کی ہے کہ امام ہی جہاد کا حکم دے گا جبکہ بارہویں امام کے بعد سلسلہ امامت موقوف ہوگیا ہے تو کیا اہل تشیع کے نزدیک امام کی واپسی تک جہاد نہیں ہوسکتا؟ یا پھر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے

کیا اہل تشیع کے نزدیک یہ حکم جہاد معطل ہے؟ اگر قرآن کا ایک حکم معطل اور امام کی عدم موجودگی کے باعث ناقابل عمل ہے تو شریعت کے باقی احکام کا کیا بنے گا۔ جیسا کہ نماز جمعہ کے متعلق بھی ہمیں علم ہوا۔ ۱۹۸۹ء کا واقعہ ہے کہ جمعہ کے روز ہمیں کوفہ کربلا اور نجف اشرف میں بتایا گیا کہ یہاں جمعہ نہیں ہوتا اور جامع کوفہ میں ہم نے دیکھا کہ وہاں نماز جمعہ ادا نہیں کی گئی، اس کی وجہ بھی یہی سمجھ آئی کہ چونکہ امام غائب ہے لہٰذا جمعہ نہیں ہے۔

تو بلد میں امام غائب کے غار پہنچے اور میں نے مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ آج آپ وہ جگہ دیکھیں گے جو حضرات اہل تشیع کے نزدیک انتہائی مقدس و محترم ہے۔ وہ غار جو بارہویں امام کا مدخل ہے، ان کے نزدیک امام یہیں سے واپس آئیں گے، تو مولانا نے کہا پھر تو ہمارا یہ سفر عراق عجیب تاریخی سفر بن جائے گا۔ میں نے کہا یقیناً۔ اب مولانا کے ذہن میں کسی پہاڑ اور اس میں غار یا زمین دوز سرنگ کا تصور تھا جبکہ صورتحال اس سے مختلف تھی، ایک زمین دوز خوبصورت کمرہ اس مبینہ مقام پر بنا ہوا ہے، دس بارہ زینے نیچے اتر کر ہم اس میں داخل ہوگئے۔ فرش اور چاروں اطراف دیواروں پر ٹیوب لائٹوں کی روشنی سے سفید ٹائلیں چمک رہی تھیں۔ قریباً 12×20 فٹ کے کمرے میں ایک سائڈ پر دیوار کے ساتھ 4×10 فٹ جگہ کمرے کے فرش سے ایک فٹ اونچی چبوترا نما جگہ تھی، یہاں کھجور کے پتوں کی صف بچھی تھی اور ایک مجاور بیٹھا تھا۔ شیعہ عالم دین علامہ رضی مجتہد یہاں دوزانو ہو کر مؤدب بیٹھ گئے، وہ غالباً کوئی وظیفہ پڑھ رہے تھے جو ادھیڑ عمر مجاور سیاہ عبا پوش یہاں بیٹھا تھا اس کے پاس خاکی رنگ کے کاغذ کے لفافے جیسے کریانہ فروش دکاندار کے پاس ہوتے ہیں، رکھے ہوئے تھے۔ اس کے سامنے فرش میں ایک ٹائل کی جگہ خالی تھی، یہ صاحب یہاں سے مٹی نکال کر دو دو تین تین چٹکیاں کاغذ کی تھیلیوں میں ڈال کر لوگوں کو تبرکاً دے رہے تھے۔ میں نے مجاور سے پوچھا کیا اس سوراخ کی مٹی ختم نہیں ہوتی؟ اس نے کہا ہو جاتی ہے، باہر سے لا کر ہم اور ڈال دیتے ہیں۔ میں نے کہا یہ مٹی جو آپ لوگوں کو دے رہے ہیں یہ اس جگہ کی تو نہیں ہے، متبرک کیسے ہوگئی؟ اس نے کہا الناس یعلمون لوگ بھی جانتے ہیں۔

علامہ رضی مجتہد صاحب سے میں نے سوال کیا، علامہ صاحب! حضرت الامام کے غائب ہو جانے کی جگہ کونسی ہے؟ انہوں نے کہا یہی، میں نے کہا،

خطیبِ دین وملّت

ریحانہ تبسم فاضلی

ترجمانِ دینِ فطرت تھے ضیاء القاسمی
پیکرِ رُشد و ہدایت تھے ضیاء القاسمی
اُن کی محفل میں جو آیا وہ ہدایت پاگیا
سر سے پا تک درسِ وحدت تھے ضیاء القاسمی

☆☆☆

وہ خطابت سے کچھ ایسے پھول بھی برسا گئے
ملّتِ اسلام کے ذہنوں کو جو مہکا گئے
جو ہمیں راہِ عمل میں روشنی دکھلائے گا
نور ایسا کفر کی ظلمت میں وہ پھیلا گئے

☆☆☆

شمع جو احمد علیؔ[1] کے نام سے موسوم تھی
اُس کی تابندہ ضیاء تھے خود ضیاء القاسمی
وہ مجسّم خیر و برکت تھے زمانے کے لئے
رہبرِ راہِ خدا تھے خود ضیاء القاسمی

☆☆☆

اب کہاں سے لائیں ایسے دین وملّت کے خطیب
ایسے ذاکر، دین کو صدیوں میں ہوتے ہیں نصیب

[1] مولانا احمد علی لاہوری

دائیں بائیں آگے پیچھے یا نیچے زمین میں چلے گئے وہ مقام کونسا ہے؟ کوئی راستہ کوئی سرنگ، کوئی اس جگہ کا نشان جہاں سے امام صاحب چلے گئے، کچھ تو معلوم ہوگا۔ انہوں نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا واللہ اعلم، اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اتنے میں حضرت پیر صاحب دیول شریف عبدالحمید بھی تشریف لے آئے۔

۱۹۶۴ء میں صدارتی انتخابات کے موقع پر خبر شائع ہوئی تھی کہ انہوں نے داتا دربار پر مراقبہ کر کے معلوم کیا ہے کہ صدر ایوب ہی کامیاب ہوں گے، میں نے کہ حضرت جلدی تشریف لائیں اور یہاں بھی ایک مراقبہ فرمائیں اور ہمیں وہ مقام بتائیں کہ امام صاحب جہاں سے تشریف لے گئے ہیں اور غائب ہو گئے ہیں، تو وہ آگے بڑھے، جس جگہ سے مجاور مٹی نکال کر لوگوں کو دے رہا تھا اسے بڑے غور سے دیکھ کر فرمانے لگے، انصاری صاحب! یہ ایک سوراخ ہے مگر اس میں حضرت الامام نہیں جا سکتے۔ مولانا عبدالستار خان نیازی فرمانے لگے "بس کرو! زیادہ باتوں کا یہ لوگ کہیں برا نہ منائیں" میں نے کہ ہم مہمان ہیں، یہ لوگ بڑے مہمان نواز ہیں۔ اپنی معلومات میں اضافہ کے لئے ہم جو بھی ان سے پوچھ لیں، میرا خیال ہے یہ حضرات برا نہیں منائیں گے۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے، بہت خوش تھے، بڑے موڈ میں تھے۔ ٹھیٹھ پنجابی زبان میں مجھے مخاطب کیا، ان کے چند فقروں کا ترجمہ لکھ رہا ہوں۔ میرے شانے پہ دایاں ہاتھ رکھتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہنے لگے، یار انصاری! تمہارا بہت بہت شکریہ کہ مجھے بھی یہاں لے آئے ہو، اب میرا ایک کام بھی کر دو۔ فرمایئے! یہاں آپ کو کیا کام درپیش ہے؟ یار! یہ جو مجاور بیٹھا ہے نا، اس سے چار تھیلیاں مٹی کی لے کر مجھے دیدو...... آپ کو......؟ آپ کیا کریں گے ان تھیلیوں کا؟ انصاری صاحب! میں پاکستان جاؤں گا تو میرے شیعہ دوست مجھے ملنے کے لئے آئیں گے، جب انہیں معلوم ہوگا کہ میں غار امام غائب کی زیارت کر کے آیا ہوں تو وہ میری زیارت کو آئیں گے تو یہ مٹی میں انہیں تبرکاً دوں گا...... میں نے کہا، مجاور نے بتایا ہے کہ یہاں کے لوگ اس مٹی کو متبرک سمجھتے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ ہم نے پاکستان میں تو کبھی کسی کو اس تبرک کا تذکرہ کرتے نہیں دیکھا۔ اس لئے بس آپ تشریف لے چلیں۔ زیارت کر لینے اور کروانے پر ہی گزارہ کر لیں، خواہ مخواہ زحمت نہ اٹھائیں۔ مگر مٹی کے بارے میں مولانا کئی تجاویز پیش کرتے رہے، ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے غار سے باہر آ گئے۔ سولہ سترہ برس کا ایک عراقی لڑکا چلا آ رہا تھا، کہنے لگے اسے بلاؤ، مجھے دو باتیں کر لینے دو۔ میں نے کہا وقت نہیں ہے اگلی منزل کے لئے لوگ گاڑیوں میں بیٹھ رہے ہیں، اتنے میں یا ولد کہتے ہوئے مولانا نے اسے خود آواز دے دی۔

اس کے علاوہ اور مقامی لوگ بھی علماء کو محبت واحترام سے دیکھ رہے تھے، اس لڑکے کے لئے یہ بڑا اعزاز تھا کہ پاکستان کے ایک مذہبی رہنما سے گفتگو کا اسے موقع مل رہا ہے۔ مولانا نے اسے کہا یا ولد هل تعلم ان في الغاربعنی في هذا الغرفه داخل الارض اے بیٹے، کیا تجھے معلوم ہے کہ امام صاحب یہاں غار میں یعنی اس زمین دوز کمرے میں غائب ہو گئے ہیں، اس نے کہا سمعنا هذا القول ہم نے بھی یہ بات سنی ہے۔ لكن لا في القرآن لا في الحديث لیکن یہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ مولانا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا صَدَقْتَ يَا وَلَد بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ عِلْمِكَ وَرِزْقِكَ وَحَفِظَكَ اللّٰهُ شبابک وايمانک برخوردار! تو نے درست کہا، اللہ تعالیٰ تیرے علم اور رزق میں برکت دے اور تیری جوانی اور ایمان کی حفاظت فرمائے۔ جواباً اس نوجوان نے بھی دعاؤں کے ساتھ الوداعی سلام کیا اور علماء کا کارواں سامرا روانہ ہو گیا۔

اردن کا سفر

بغداد سے میں نے اپنے اور مولانا قاسمی کے لئے اردن کے ویزے بھی لئے تھے اور کراچی واپسی کے ٹکٹ براستہ عمان اور جدہ بنوالئے تھے تا کہ اصل مقصود سفر ادائیگی عمرہ اور زیارت حرمین الشریفین کی سعادت حضرت قاسمی صاحب کی معیت میں حاصل ہو سکے۔ عمان کا دارالسلطنت میں نے پہلے دیکھا ہوا تھا اور اصحاب کہف کا غار جس کا ذکر قرآن کریم کی سورہ کہف میں ہے، عمان کے نواح میں یہ جگہ مرجع خاص و عام ہے۔ میری چاہت تھی کہ مولانا کو اس غار کی زیارت بھی کراؤں۔ چھ دن تک عراق میں قیام اور حکومت عراق کی میزبانی سے لطف اندوز ہونے کے بعد رات گیارہ بجے ہم عمان ایئرپورٹ پر اترے۔ جدہ کے لئے اگلی پرواز دوسرے دن شام پانچ بجے کی تھی۔

مولانا قاسمی صاحب فرمانے لگے وہاں تو صدام حسین نے کانفرنس میں بلایا تھا، اس لئے سرکاری گاڑیاں اور افسران آپ کے آگے پیچھے بروقت تعمیل حکم کے لئے مستعد پھرتے تھے، یہاں کون ہے؟ کیا شاہ حسین سے بھی یاری لگا رکھی ہے؟ سیدھے جدہ جانا تھا، کل تک ہم یہاں کیا کریں گے، کس سے باتیں کریں گے؟ میں نے کہا صدام حسین سے نہ شاہ حسین سے، ہم فقیروں کو شاہوں سے کیا سروکار۔ اللہ تعالیٰ نے ہم بے نواؤں کو اس شان سے اپنے دربار میں بلایا ہے کہ پاکستان کے بڑے بڑے سرمایہ دار بھی راستے میں ان اعزازات و زیارات کا نہیں سوچ سکتے۔ ہم عمان پہنچ چکے ہیں، کل کا دن ہمارے پاس ہے۔ قبلہ اول بیت المقدس یہاں سے بالکل قریب ہے، ہمیں قانوناً وہاں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے

لا تشد الرحال الا ثلاثة مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا

دنیا میں صرف تین مسجدیں ایسی ہیں کہ ان کے سوا کسی اور مسجد کیلئے رخت سفر نہ باندھا جائے۔ مسجد حرام (مکہ مکرمہ)، مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اور میری یہ مسجد (مدینہ منورہ)

حضرت! اللہ تعالیٰ نے یہاں تک پہنچا دیا ہے، صبح کوشش کریں گے، ہم مسجد اقصیٰ کی زیارت کر کے شام تک واپس آسکتے ہیں۔ اردن اور فلسطین کے مسلمان تو یہاں سے وہاں آجا رہے ہیں، شاید اللہ تعالیٰ ہمارے لئے بھی کوئی راستہ کھول دے۔ مولانا حیرانگی سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ فرمانے لگے یہ ممکن نہیں ہے، تم خیالی پلاؤ پکا رہے ہو۔ لیکن میں تمہارے اس ارادے کی داد دیتا ہوں اور تمہارے ساتھ ہوں، جہاں بھی لے جاؤ۔

عمان کی ٹھنڈی صبح

عراقی ایئر لائن کے زیر انتظام رات ہوٹل میں گزاری صبح نماز کے فوراً بعد ہوٹل والوں سے پاکستانی سفارتخانے کے بارے میں معلومات حاصل کیں، ناشتہ کیا۔ مارچ کے مہینے میں عمان کی یخ بستہ صبح، یہاں کے موسم اور تاریخ پر باتیں ہوتی رہیں۔ عمان پہاڑوں کے درمیان نہایت بلندی پر واقع ہے، کراچی اور عمان کے وقت میں تین گھنٹے کا فرق ہے۔ موسم میں خنکی کا تناسب کوہ مری کی مانند ہے۔ رات کو جب ایئر پورٹ سے آئے تو گاڑی میں بیٹھے روشنیوں سے جگمگاتا شہر اتنا نیچے نظر آ رہا تھا جیسے ہم جہاز سے نظارہ کر رہے ہوں۔ ناشتہ کے بعد سفارتخانہ پاکستان فون کر کے سفارتخانے کا ایڈریس معلوم کیا اور ہوٹل کو خیر باد کہہ کر وہاں پہنچ گئے۔

میزبانِ ذیشان

فرسٹ سیکریٹری غالباً اسم گرامی محمد رفیق تھا، ان سے ملاقات ہوئی۔ اپنا اور حضرت مولانا قاسمی صاحب مرحوم کا تعارف کرایا اور بتایا کہ ہمارے پاس جو آج کا وقت ہے، ہم اس کو بھرپور طریقے سے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے لئے آپ کا مشورہ اور تعاون درکار ہے۔ بہت اچھے آدمی تھے، اللہ تعالیٰ ان کی پرخلوص محبت کو قبول فرمائے اور انہیں اجر عظیم دے۔ انہوں نے کہا بیت المقدس میں جانا اور قبلہ اول مسجد اقصیٰ کی زیارت تو ممکن نہیں ہے، آج کا دن آپ میرے ذاتی مہمان ہیں۔ آپ کی میزبانی میرے لئے باعث سعادت ہے، موصوف راولپنڈی کے قرب و جوار کے رہنے والے اور حضرت شیخ القرآن رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین میں سے تھے۔ اس لئے نعمت خداوندی سمجھتے ہوئے ان کی میزبانی قبول کر لی۔ چائے وغیرہ کے بعد انہوں نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں اپنے دفتری امور نمٹائے اور ہمیں اپنی قیام گاہ لے آئے۔ چائے کا دوسرا دور چلا، پینتالیس منٹ گھر پر رکنے کے بعد روانگی ہوئی۔

اہل پاکستان اردن نہیں آتے

ہمارے میزبان نے بڑی حیرت اور محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا اردن ایک ایسا ملک ہے جہاں ہمارے اہل وطن تقریباً نہیں آتے کیونکہ ان کے لئے یہاں بظاہر کوئی مادی منفعت و ضرورت یا فکری و روحانی دلچسپی کی چیز نہیں ہے۔ شہر بیت المقدس تھا، اہل اسلام مسجد اقصیٰ کی زیارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ اس پر ۱۹۶۷ء میں یہودیوں نے قبضہ کر لیا تھا، اب وہاں اسرائیل کی عملداری ہے، اس لئے آپ دونوں حضرات کا یہاں آنا مجھے خواب سا لگ رہا ہے کہ میں اپنے ملک کے دو دینی زعماء کو جن سے میری کوئی راہ و رسم نہیں ہے وہ میرے ساتھ میرے گھر میں یہاں ہیں۔

ہم نشیں جب میرے ایام بھلے آئیں گے
بن بلائے میرے گھر آپ چلے آئیں گے

مولانا محمد ضیاء القاسمی نے جواباً اور تائیداً فرمایا آپ کے قلب و روح میں اہل حق کا اور علماء کا جو احترام بسا ہوا ہے اور حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان مبلغ توحید و سنت سے آپ کو جو عقیدت و محبت ہے، یہ اسی کا صلہ ہے کہ قدرت نے پہلے سے ہمارے کسی پروگرام اور ارادے کے بغیر ہمیں آپ سے ملا دیا۔ مولانا انصاری تو اس سے قبل بھی یہ شہر دیکھ چکے ہیں، بس انہی کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہاں آنے کی بات ڈال دی۔ میں نے تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اردن آؤں گا۔ عمان کا خوبصورت منظر میری آنکھوں کے سامنے ہوگا اور آپ ایسے مخلص انسان کا مہمان بننا ہمیں نصیب ہوگا۔ ایمان کے حوالے سے محبت کی نیکی صلہ عظیم اللہ تعالیٰ ہی آپ کو عطا فرما سکتے ہیں۔ وہ دلوں کے بھید جاننے والا ہے، یہ بات کہنے کی نہیں دل کی ہے کہ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس خلوص کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ میں نے آمین کہتے ہوئے پوچھا اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟ گاڑی گھر سے نکل کر روڈ پر آچکی تھی، آپ بتائیں کہاں جانا چاہیے؟ آپ تو پہلے بھی یہاں آچکے ہیں، ایک ڈھلان سے موڑ کاٹتے ہوئے ہمارے میزبان نے سوال کیا۔ میں نے کہا دراصل مجھے اس سفر میں حضرت مولانا قاسمی صاحب کا بہت لحاظ ہے، عراق میں ایک جگہ ہم گئے تھے وہ ایک غار کے نام سے مشہور ہے، حالانکہ وہ غار نہیں بلکہ زمین دوز ایک خوبصورت کمرہ ہے، وہ آبادی والے شہر میں ہے، وہاں کوئی پہاڑ بھی نہیں ہے مگر وہ اہل تشیع کے نزدیک بارہویں امام کے غار کے نام سے ایک مقدس مقام کے طور پر مشہور ہے۔ مگر مولانا قاسمی صاحب فرماتے ہیں یہ

واقعہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ سیدنا علی المرتضیٰ اور ان کی آل واولاد نے راہِ حق میں گردنیں کٹائی ہیں۔ اللہ کے سوا کسی اور کے سامنے جھکائی نہیں ہیں، وہ بزدل اور بھاگنے والے نہیں تھے۔ اہل ایمان کا امام ہو، آل رسول ہو، ڈر کر چھپ جائے، غائب ہوجائے اور نسل انسانی کی ہدایت کے لئے نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم کا اصل نسخہ بھی ساتھ لے جائے، یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ مبینہ غار امام دیکھنے کے بعد لگتا ہے مولانا کی روح میں انقباض پیدا ہوگیا ہے اور قلب ونگاہ کی بشاشت میں کمی واقع ہوئی ہے کیونکہ ہر ماحول اپنے اثرات رکھتا ہے، عطار کی دکان پر جائیں کچھ نہ خریدیں، خوشبوؤں سے دماغ معطر ہوجاتا ہے اور مچھلی مارکیٹ میں داخل ہوتے ہی مچھلی کی بوازخود دماغ کو چڑھنے لگتی ہے۔ مولانا قاسمی کو یہ سن کر غصہ آ گیا، فرمانے لگے، میں آپ کی بات سن رہا ہوں آپ کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ بتائیں...... رہی بات مذکورہ غار امام کے، میری روح وقلب پر اثرات کی، میں تو اس جگہ کو غار مانتا ہوں نہ حضور خاتم الانبیاء کے کسی سچے امتی کا فرار مانتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ آل رسول پر بزدلی کا بہتان ہے، اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے اسلامی شریعت کی بجائے مسیحت کی ادائے رہبانیت کی راہ اختیار کی۔

انصاری صاحب آپ مجھے کہیں بھی لے جائیں میں روحانی طور پر اتنا کمزور نہیں ہوں۔ اسوۂ رسول ﷺ میرے لئے مشعل راہ اور رب کائنات کی وحدانیت کا عقیدہ میری روح میں رچ بس چکا ہے۔ میں سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید ہوں، ایک نہیں آپ مجھے دس غاروں میں اور بیس مزاروں پر لے جائیں، میں ان سب کو اپنے اس رب کا محتاج سمجھتا ہوں جو ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ آپ مجھے بتکدے میں بھی لے جائیں تو ضیاء القاسمی وہاں بھی صدائے حق بلند کرتے ہوئے کہے گا

مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی آواز کے ساتھ میں نے اپنی آواز بھی ملادی اور سبحان اللہ کہا۔ ہمارے میزبان جو حضرت مولانا قاسمی کے مزاج سے واقف نہ تھے، کہنے لگے آپ نے حضرت مولانا کو ناراض کردیا...... جی نہیں ناراض نہیں، میں نے انہیں ذرا چھیڑا ہے تاکہ وہ کچھ کہیں اور آپ سنیں۔ یہ ملاقات یہ لمحات پھر کہاں نصیب ہوں گے اور آپ کی محبت کا صلہ اس بے تکلفی کے علاوہ ہم آپ کو اور کیا دے سکتے ہیں۔ مولانا قاسمی صاحب ہی کے شہر کے ایک شاعر نے کہا تھا

بہت یاد کرو گے ہمارے بعد ہمیں
تمہارے ساتھ عزیزو دو چار گام ہیں ہم

باہر کے موسم کی طرح گاڑی کے اندر کا ماحول بھی اس گفتگو سے خوشگوار ہوگیا تھا۔ مولانا قاسمی میزبان کے برابر دائیں جانب فرنٹ سیٹ پر بیٹھے تھے اور میں پچھلی سیٹ پر لیکن باہر دائیں جانب لگے ہوئے آئینہ میں مجھے مولانا کا بشاش چہرہ اور میری باتیں سن کران کے لبوں پر تیرنے والی خاموش مسکراہٹ صاف نظر آرہی تھی۔ اچھا شاعری پھر سنانا، پہلے انہیں بتادو جانا کہاں ہے۔ مولانا نے تقاضا فرمایا...... جانا کہاں ہے، غار دیکھ کر آئے ہیں، غار دیکھنے جانا ہے۔ میں نے جواب دیا...... تو اردن میں بھی کوئی امام غائب ہوگیا تھا، اور کتنے غار ہیں؟...... مولانا کا مطلب تھا کہیں غاریں دیکھتے ہی وقت نہ گزار دینا، کوئی اور جگہ بھی ہے تو وہاں چلو...... میں نے کہا آپ نے درست فرمایا کہ دین مسیحیت میں ترک دنیا اور رہبانیت کی گنجائش تھی، اسلام میں نہیں ہے۔ لا رهبانية في الاسلام ایسے لوگ جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایمان لائے اور عقیدہ تثلیث کے شرک سے پاکدامن رہے ان میں سے کئی اہل ایمان کے متعلق تاریخ بتاتی ہے کہ لوگوں نے جب ان کو عقیدہ توحید سے ہٹانا چاہا اور توحید پرستوں نے مشرکوں کے مظالم کے مقابلے کی اپنے اندر ہمت محسوس نہ کی تو وہ جنگلوں اور غاروں میں جا کر بیٹھ گئے۔ اپنی باقی زندگی دنیا سے الگ تھلگ ہوکر اپنے ایمان کے مطابق خدائے واحد کی عبادت میں گزار کر دنیا سے چلے گئے۔ ایسے ہی خدا پرست افراد میں سے چند جوانوں کے ایک معجز نما واقعہ کا تذکرہ قرآن کریم نے بھی کیا ہے...... میری بات کاٹتے ہوئے مولانا نے فرمایا" وہ تو اصحاب کہف ہیں" جی ہاں! میں نے بات آگے بڑھائی، عمان سے تیرہ چودہ کلومیٹر کے فاصلے پر پہاڑیوں میں ایک جگہ ہے، اس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہی غار اصحاب کہف ہے۔ مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ترجمان القرآن میں قرآن میں مذکور اصحاب کہف کے غار کے بارے میں جس محل وقوع کی نشاندہی کی ہے اس سے لگتا ہے ممکن ہے یہی وہ غار ہو جس کے نام سے قرآن کریم میں پوری ایک سورۃ موسوم ہے...... یہاں تک بات کر کے میں خاموش ہوگیا، پھر مولانا ضیاء القاسمی فرمارہے تھے...... اصحاب کہف......

بے شک غار والے موحد جوانوں کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے بڑے اہتمام سے کیا ہے اور کہا ہے: كَانُوا مِنْ آيٰتِنَا عَجَبًا وہ ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے۔

اور قرآن نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے شرک کی جڑ کاٹ دی ہے۔ اعلان فرمادیا ہے کہ عالم الغیب اور ہر ہر بات کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی لئے اس واقعہ کو پندرھویں پارے میں بیان کیا گیا، اگر پہلے سے از خود نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوتا تو قرآن اتارنے اور اس واقعہ کو بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ بڑے پیار سے فرمایا:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ

ترجمہ: اے محبوب! ہم ان توحید پرستوں کا ٹھیک ٹھیک واقعہ آپ کے سامنے بیان کردیتے ہیں۔

یہ نوجوان بھی توحید الٰہی کے علمبردار تھے، مشرک قوم نے انہیں راستے سے ہٹانے کے لئے سنگسار کرنے کا فیصلہ کرلیا تو یہ نوجوان آبادی سے دور ایک غار میں چلے گئے، ان کے ساتھ ایک کتا بھی تھا، اس نے بھی شہر چھوڑ دیا اور اللہ والوں کے ساتھ چل پڑا۔ قدرت نے ان نوجوانوں کو تھپکیاں دے کر غار میں سلادیا اور اس کتے کو غار کے باہر بٹھا کر ان کا چوکیدار بنادیا اور اسے ایسا رعب عطا کیا کہ مشرک دیکھتے ہی خوف کے مارے بھاگ کھڑے ہوتے۔ فرمایا:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ

ان کا کتا منہ کھولے بازو پھیلائے دہلیز پر بیٹھا ہے

بیسیوں سال گزر گئے یا صدیاں بیت گئیں اور پہلی کی جگہ دوسری یا تیسری نسل نے لے لی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جگادیا، وہ آپس میں پوچھنے اور بتانے لگے کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سوئے ہیں۔ پھر کچھ پیسے دیکر قریبی بستی کے بازار سے کھانا لانے کے لئے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا اور اسے تاکید کی کہ احتیاط کرنا کسی کو پتہ نہ چل جائے کہ ہم یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، اگر مشرکوں کو پتہ چل گیا تو يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وہ تمہیں پتھر مار مار کر مار ڈالیں گے یا اپنے مشرکانہ مذہب میں لوٹ آنے پر مجبور کردیں گے۔ لیکن مشیت الٰہی یہی تھی کہ ان کو ظاہر کردیا گیا، لوگ ان کا مدتوں سوئے رہنا بغیر کچھ کھائے پیے زندہ رہنا دیکھ کر حیران رہ گئے اور وہی قوم جو ان کی دشمن تھی ان کی عزت کرنے لگ گئی۔

غارِ اصحاب کہف

مولانا قاسمی صاحب اصحاب کہف کا تذکرہ قرآنی آیات کے حوالے سے اپنے والہانہ انداز سے فرمارہے تھے کہ ہم منزل پر پہنچ گئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنی آیات عقلی اور نقلی دلائل اور جدید تحقیق کے حوالوں سے اصحاب کہف کے واقعہ کے خدوخال پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور لکھا ہے کہ اصحاب کہف نے اپنے محل قیام کو منشاء کے بعد اسے ترک نہیں کیا اور یہیں قیام پذیر رہے اور انتقال کرگئے۔ اس غار کے اندر قبر کی طرح طویل ایک کوٹھری سی موجود ہے، اس کی دیوار میں دو تین سوراخ ہیں یہاں ایک بوڑھا شخص جو زائرین سے نذرانہ لے کر اپنی گزر اوقات کرتا ہوگا، سورہ کہف کی آیات پڑھ کر سنا رہا تھا۔ اس نے ایک موم بتی روشن کرکے سوراخ کے اندر ہمیں دکھایا تو انسانی اجسام کی ہڈیاں نظر آئیں، اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ انہیں حضرات کے اجسام مبارک کی ہڈیاں ہیں یا کسی اور کی۔

تاہم یہ بات ضرور ہے کہ یہ مقام عبرت ونصیحت ہے۔ اہل اردن لگتا ہے بدعات اور خرافات اور قبر پرستی کے گناہ عظیم سے کافی محفوظ ہیں کیونکہ اس جگہ کوئی کالا پیلا جھنڈا لگا ہوا تھا نہ دربار تھا اور نہ ہری چادریں، عرق گلاب، پھول اور چڑھاوے کی دیگیں بیچنے والوں کی یہاں دکانیں تھیں۔ کسی اسکول کی بچیاں اس جگہ کی زیارت کے لئے اپنے اساتذہ کی رہنمائی میں یہاں آئی تھیں، سب سروں پر اسکارف پہنے ہوئے تھیں، ہم نے دیکھا کہ غار کے حجرے سے باہر نکل کر ایک طرف جاکر قبلہ رخ ہوکر وہ اکیلی دعائیں مانگ رہی تھیں، کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت مسجد تھی، حضرت مولانا قاسمی مرحوم ایک چٹان کی بلندی پر جاکر رک گئے، جیسے سامنے موجود کسی بڑے مجمع سے خطاب کرنے لگے ہوں۔ فرمایا:

ہم نے عراق میں دیکھا کہ جاہل لوگ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مزار پر اور کربلا ونجف میں شرکیہ رسوم کررہے ہیں، یہاں صورت حال اور ہے۔

اَلَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا

ان اللہ والوں کے انتقال کے بعد غالب اور صاحب امر لوگوں نے ان کے غار پر مسجد بنانے کا ارادہ کیا تھا، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ ان کے غار پر لوگ سجدے کریں اس لئے دیکھ لو جیسے اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی میں ان فرزندان توحید کی حفاظت فرمائی ایسے ہی ان کے مرنے کے بعد بھی غار کو یا غار پر سجدہ گاہ نہیں بننے دی وہ دیکھو سامنے مسجد ہے لیکن غار سے ہٹ کر تعمیر کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسجد بنانے والوں کے گھر جنت میں بنادے گا، لیکن مشرکوں کے نہیں خواہ مسجد حرام ہی تعمیر کیوں نہ کریں۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

کی آیت نے یہی بتایا ہے۔

اس سفرنامے کی مختصر روئیداد کو یہیں چھوڑ رہا ہوں، مضمون اپنی حدود سے تجاوز کرچکا ہے۔ واقعات بے شمار ہیں، یہ دو چار صفحوں میں آنے والی کہانی نہیں، ان کی جدائی کا غم بھلانے کے لئے ایسے ہی لمبی کہانی چھیڑ دی۔

یاد ہے اطہر تجھے کوئی کہانی اور بھی
ختم کر افسانہ غم دل پریشاں ہوگیا

پیکر شجاعت و بہادری

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاری محمد الیاس (جامعہ مدینۃ العلم، فیصل آباد)

ہم نے جب سے آنکھ کھولی اور میدانِ تعلیم میں قدم رکھا قاسمی صاحب کو فرق باطلہ کے مقابلہ میں برسرِ پیکار ہی دیکھا، کبھی اہل بدعت کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے دیکھا، کبھی اہل رفض اور کبھی منکرین ختم نبوت کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے دیکھا اور پھر کبھی حکام بالا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرتے ہوئے اور اپنا مؤقف منواتے ہوئے دیکھا۔

قاسمی صاحب میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خصوصیات ودیعت فرما رکھی تھیں جن کی وجہ سے صرف اپنے ہی نہیں بلکہ مخالف سے مخالف بھی آپ کے کمالات کا معترف اور خداداد صلاحیتوں پر مداح نظر آتا ہے۔ اس کی ایک زندہ مثال یہ ہے کہ پوری زندگی ردِ شرک و بدعت کو قاسمی صاحب نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا اور اس پر کی گئی محنت وکاوش کو اپنا سرمایۂ آخرت اور باعث نجات جانتے تھے بلکہ عالم شباب میں جس شدت کے ساتھ جارحانہ انداز آپ نے اختیار کر رکھا تھا اکثر معتدل مزاج علماء کرام اسے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ لیکن لطف یہ ہے کہ اسی مدِ مقابل فریق کے سربرآوردہ علماء کے ساتھ گہرے مراسم اور تعلقات تادم واپسیں قائم رہے۔ یہ بھی نہیں کہ مداہنت سے کام لیتے ہوں یا توریہ کرتے ہوں یا ظاہر و باطن کی یکسانیت سے عاری ہوں بلکہ جو بات اسٹیج پر کہتے وہ بات فریق باطلہ کے روبرو بھی کہہ دیا کرتے تھے۔ بایں ہمہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والوں کے ہاں آپ کا ایک خاص مقام تھا اور ہر کوئی آپ کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ قاسمی صاحب کی خصوصیات میں ایک بات یہ بھی تھے کہ مَنْ لَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا پر حتی الامکان عمل کرتے تھے۔ چھوٹوں پر شفقت و مہربانی اور بڑوں کا پورا پورا احترام آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ دارالعلوم دیوبند کی طرف منسوب ہو کر ہر کسی کا بے حد احترام کرتے تھے، خاص طور پر جب حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی آجاتا تو آپ پر بے خودی کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور ان کا ذکر اس طرح کرتے کہ سننے، دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہوتا جیسے آپ کے ہونٹوں پر کسی نے شہد لگا دیا ہو، بعض دفعہ ان کے دست راست پر بیعت کا بڑے جذباتی انداز میں ذکر چھیڑ دیتے اور سالہا سال گزر جانے کے باوجود اس بیعت کے اثرات اور تروتازگی اب تک اپنی روحانی اور مجاہدانہ زندگی میں محسوس کرتے تھے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، امیرِ شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کا جب دورانِ تقریر کبھی ذکر چھڑ جاتا تو وجد میں آجایا کرتے تھے، جس کا اثر سامعین پر بہت گہرا پڑا کرتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ ان حضرات کے اگرچہ باقاعدہ تلامذہ میں سے نہ تھے لیکن یہ ظاہر کیا کرتے تھے کہ جو کچھ میں ہوں یہ سب ان اکابر ہی کا فیض ہے۔ ایک بڑی خصوصیت آپ میں یہ تھی کہ آپ نے خطابت کو عوام الناس کی عقیدہ سازی کے لئے استعمال کیا، تقریر برائے تقریر کے آپ قائل نہ تھے۔ ہر عنوان پر قرآن و حدیث کے ٹھوس دلائل پیش کرنے کے ساتھ عقلی اور عام فہم دلائل کی بھرمار کر دیا کرتے تھے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ عوام تقریر کے دوران تو بہت خوش اور جوش و ولولہ سے لبریز نظر آتے ہوں لیکن بعد میں پوچھنے پر یہ کہتے ہوں کہ یہ تو ہمیں بھی پتہ نہیں چلا کہ کیا کہا ہے یا مقصد کیا تھا۔ گزشتہ سال ماہ رجب ۱۴۲۱ھ میں جامعہ مدینۃ العلم کے سالانہ پروگرام "اختتام بخاری شریف" کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے (جب آپ یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ نسبت کے بدلے سے حکم اور اثر بدل جایا کرتا ہے) حدیث کے اس جملہ "وَمُبَتُّ اَصْحَابِیْ" کی تشریح کر رہے تھے کہ صحابی کا ویسے ہی مرتبہ بہت اونچا ہے لیکن آنحضرت ﷺ نے اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے جب اصحابی کہہ دیا تو صحابی کی اور زیادہ وقعت اور حیثیت بڑھ گئی۔ جب آپ نے فرمایا میری مسجد، میرا مدینہ، میرا بلال اس عظیم نسبت کی وجہ سے ہر منسوب کی فضیلت اور برتری میں اتنا اضافہ ہو گیا جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ زمزم بھی بظاہر ایک پانی ہے لیکن اللہ کے نبی کی طرف نسبت کی وجہ سے اس میں یہ اثر پیدا ہو گیا کہ نہ اس کی بو بدلے نہ ذائقہ، نہ رنگ، ہر پانی صدورِ زمانہ کی وجہ سے بدل جاتا ہے لیکن زمزم میں تبدیلی نہیں آتی۔ قاسمی صاحب کی تقریر کا یہ ایک اقتباس ہے، جو ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے، ورنہ تو آپ اس مقولہ کے مصداق تھے "شنیدہ کے بود مانند دیدہ"

مجمع میں قاسمی صاحب کے سامنے بیٹھ کر ان کو دیکھنے اور ان کی تقریر سننے والے ہی جانتے ہیں کہ ان کی تقریر میں کتنی چاشنی، حلاوت اور اثر انگیزی ہوتی تھی۔ ایک کامیاب اور مسلمہ خطیب

کے لئے ضروری ہے کہ اس کی خطابت میں رلانا، ہنسانا اور مشکل سے مشکل کام کے لئے مجمع کو تیار کرلینا پایا جاتا ہو۔ یقین جانئے قاسمی صاحب میں یہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے اور ان کی تقریر کے دوران مخاطبین میں یہ اثرات محسوس کئے جاتے تھے۔ یہ بات بھی قابل تعریف ہے کہ قاسمی صاحب نے کبھی بھی اپنی خطابت کو حصول زر کا ذریعہ نہیں بنایا۔ اگر کسی نے کرایہ وغیرہ پیش کردیا تو فبہا ورنہ بہت دفعہ ایسا بھی ہوا کہ اپنا کرایہ خرچ کرکے آیا جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس کا ان کو بہت بہت اجر عطا فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

قاسمی صاحب کے اوصاف حمیدہ میں سے ایک یہ وصف بھی بہت نمایاں تھا کہ صفت بزدلی سے نفرت اور بزدلوں سے گریزاں، خوش قسمتی سے آپ نے تبلیغ دین کی جو راہ اختیار کی تھی وہ ایسی راہ تھی جس پر چلنے کے لئے شجاعت و بہادری شرط اول ہے۔ ان کی زندگی میں بہت سے ایسے نازک مرحلے آئے کہ جانی دشمن اور خون کے پیاسے خونخوار بھیڑیئے مسلح ہوکر حملہ آور ہوئے یا حملہ کی کوشش کی لیکن قاسمی صاحب کے پائے ثبات میں ذرہ بھر لغزش نہیں آئی۔ چونکہ جس نبی کے دین کو دنیا میں عام کرنے اور اس کی سنت کا لوگوں کو شیدائی بنانے کی فکر ہمیشہ آپ کو دامن گیر رہتی تھی اور بے چین کئے رکھتی تھی وہ نبی بھی بہادر تھا۔ ان پر اللہ کی صفات قادر، مقتدر، جبار، قہار، غالب اور عزیز کا پرتو تھا اور جس پر اللہ کی ان صفات کا پرتو پڑ جائے اس میں اخلاقی، جسمانی شجاعت پیدا ہوجایا کرتی ہے۔

تمام مذاہب میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے اپنے ماننے والوں میں شجاعت و بہادری کے جوہر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام سے پہلے دنیا کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں کا عام خیال تھا کہ ہر قسم کا ظلم وستم اور خونریزی اسی قوت کا نتیجہ ہے، اس لئے اس قوت کو مٹا دینا ضروری ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات نے یہ نکتہ سمجھایا کہ قوت بذات خود کوئی بری چیز نہیں بلکہ اسے غلط موقعوں پر استعمال کرنا برا ہے۔ اس لئے تعلیم محمدی نے اس کی نفی نہیں کی بلکہ اس کی تعریف کی اور اسے سراہا اور اس کے موقعوں کی تعیین کی کہ اس کو حق کی مدد اور باطل کو مٹانے کے لئے کام میں لانا چاہئے کیونکہ اگر نکو کاروں میں یہ قوت نہ ہو تو وہ ظلم وستم کی روک تھام اور باطل قوتوں کا بہادرانہ مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ قاسمی صاحب میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہ صفت رکھی تھی اس لئے اہل بدعت ورفض اور ہر باطل قوت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و اعانت ان کے ساتھ رہی۔ ایک دفعہ فیصل آباد کے قریب ایک دیہات میں بعض اہل دیہہ نے آپ کی تاریخ لی اور ایک جلسہ عام کرنے کا پروگرام بنایا۔ قاسمی صاحب کی عام شہرت کی وجہ سے اپنے اور بیگانے بھی آپ کو جانتے تھے اور ان کے انداز خطابت سے بھی واقف تھے، چونکہ آپ کی تقریر میں فریق مخالف پر چڑھائی کا عنصر غالب ہوا کرتا تھا اور دفاع نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی، اس لئے عموماً ان مقامات پر جہاں جہلاء اور اہل بدعت کا زور ہوتا تھا معلوم ہونے پر پہلے آپ کے جلسے کو (یہ کہہ کر کہ فساد ہوجائے گا، امن ختم ہوجائے گا، حضور ﷺ کی شان میں گستاخیاں کی جائیں گی) رکوانے کی بھرپور کوششیں کی جاتیں، ان مساعی خبیثہ میں ناکامی پر پروگرام کو تہہ وبالا کرنے کی کوشش کی جاتی۔ اس دیہات میں بھی کچھ ایسی ہی صورتحال بن گئی، گاؤں کے چیئرمین (نمبردار) کو خوب بھڑکایا گیا اور اسے باور کرادیا گیا کہ قاسمی گستاخ رسول ہے، اس دیہات میں اس کو داخل نہ ہونے دیا جائے۔ تمام دیہات والے چیئرمین اور مولوی صاحب سمیت اس بات پر متفق ہوگئے کہ قاسمی کو یہاں نہیں آنے دیا جائے گا، اگر وہ باز نہ آیا تو اسے بزور بازو روکا جائے گا، اس سلسلہ میں اگر کوئی نقصان ہوتا ہے تو ہوجائے۔

قاسمی صاحب وقت متعین سے کچھ دیر قبل وہاں پہنچے تو عجیب منظر تھا کہ لوگ لاٹھیاں اور ڈنڈے اٹھائے کھڑے ہیں اور عزم یہ ہے کہ قاسمی کو گاؤں میں داخل نہیں ہونے دیا جائے، اس تمام کارروائی میں زیادہ تر دخل اس دیہات کے مولوی صاحب کا تھا۔ جب قاسمی صاحب نے یہ منظر دیکھا تو اپنے رفیق سفر حافظ محمد ناصر سے کہا کہ تم نمبردار سے ذرا مل کر اور حالات کا جائزہ لے کر آؤ۔ حافظ ناصر کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سمجھ دے رکھی ہے، وہ گئے نمبردار سے ملاقات کی اور پوچھا، آپ کا کس برادری سے تعلق ہے، اس نے کہا کہ گوجر برادری سے، حافظ صاحب نے کہا میں بھی گوجر ہوں اور قاسمی صاحب بھی۔ قاسمی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں، ذرا تشریف لائیے۔ جب ملاقات ہوئی اور جانبین نے ہر ایک کی تسلی سے بات سنی تو قاسمی صاحب نے کہا نمبردار صاحب! آپ کی موجودگی میں، میں تقریر کروں گا اگر آپ محسوس کریں کہ میں گستاخ رسول ہوں تو جو سزا چاہیں آپ مجھے دے سکتے ہیں لیکن اگر نہ ہوا تو تمہارے مولوی کا کیا علاج ہوگا؟ اس نے کہا مولوی کو فوراً نکال دیا جائے۔ چنانچہ مجمع توقع سے بھی زیادہ ہوگیا، نمبردار کی صدارت میں قاسمی صاحب نے ڈھائی گھنٹے سیرت پر تقریر کی اور تقریر اتنی پراثر تھی کہ سامعین میں سے ہر شخص کی زبان پر یہ کلمہ تھا کہ قاسمی گستاخ رسول نہیں عاشق رسول ہے اور مولوی صاحب کو فوراً وہاں سے نکال دیا گیا۔

ہائے افسوس کہ اب قاسمی صاحب نہیں

ہیں، ان کی وجہ سے پیدا شدہ خلا خلا ہی ہے، یہ پُر ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر ہوتا ہے تو کب؟ یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہم نے تو میدان علم وعمل میں بڑے بڑے خلا پڑتے ہوئے دیکھے لیکن ان میں کوئی خلا بھی پُر نہیں ہوا، الا ماشاء اللہ۔ محدثین کی سطح پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا رسول خان، حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا مالک کاندھلوی، حضرت مولانا محمد موسیٰ خان، حضرت مولانا علامہ محمد شریف کشمیری، حضرت مولانا محمد رفیق کشمیری رحمہم اللہ تعالیٰ یہ سب دنیا سے چلے گئے، علم حدیث کی درسگاہیں اور تشنگانِ علم حدیث ایک نظر ان کو دیکھنے کے لئے ترس گئے، لیکن یہ حضرات ایسی جگہ چلے گئے جہاں سے کوئی واپس نہیں آیا کرتا۔

میدانِ سیاست کے بڑے بڑے شہسوار جن کی موجودگی میں اسمبلی میں دوسروں کی موجودگی عدم موجودگی سمجھی جاتی تھی، انہی کی اسمبلی میں کی ہوئی تقاریر کی اخباروں میں شہہ سرخیاں لگا کرتی تھیں، میری مراد مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ اور شمشیر بے نیام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ نہ معلوم یہ شخصیات ہم سے روٹھ کر کہاں چلی گئیں، زمانہ نے انہیں بہت یاد کیا، تلاش کیا لیکن کچھ نہ ہوسکا۔ خطباء کی فہرست میں بڑے بڑے نام ہوا کرتے تھے۔ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا دوست محمد قریشی، حضرت مولانا قاری لطف اللہ، حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر فاتح قادیاں، حضرت مولانا محمد حیات پھر ان کے بعد ماضی قریب میں مولانا عبدالشکور دین پوری، قاری محمد حنیف ملتان، مولانا لقمان علی پوری، مولانا سلیمان طارق پھر بہت ہی قریب زمانہ میں کچھ شخصیات ایسی دنیا سے اٹھ گئیں کہ تاہنوز ان کی جدائی سے پیدا ہونے والے زخموں سے گویا ابھی خون رس رہا ہے۔ حضرت مولانا حبیب اللہ مختار، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، درخواستی خاندان کے چشم و چراغ مولانا انیس الرحمٰن درخواستی، دور حاضر کی مسند افتاء کے بادشاہ حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی، مرجع علماء مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ان کے علاوہ اور بہت سے دنیاءِ علم وعمل کے ستارے دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے ایسے اوجھل ہوئے کہ اب یوں محسوس ہوتا ہے گویا یہ آسمان شہرت پر کبھی چمکے ہی نہ تھے۔ خطیب الشہر حضرت مولانا ضیاء القاسمی بھی انہی ستاروں سے جاملے۔

اللہ رب العزت ان سب کے درجات بلند فرمائے اور اپنی شایان شان ان کے ساتھ معاملہ فرمائے۔ آمین

غَمِ جُدائی

صبح کو طاہران خوش الحان
پڑھتے ہیں کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَان

دنیا کی ہر چیز فانی ہے، ہمیشہ کی زندگی قیامت کے بعد کی ہے۔ اس لئے ہر کوئی اپنی قبر کی طرف چلا جارہا ہے، ہم بھی اپنی قبروں کی طرف چلے جلد پہنچنے والے ہیں۔ ہمارے محبوب رہنما اور جرأت مند، بہادر، غیر ایمانی سے سرشار عالم دین حضرت مولانا **محمد ضیاء القاسمی** اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کی بہاروں سے آراستہ فرمائے، ہم سے پہلے چلے گئے۔ ان کی جدائی کا صدمہ تمام صدموں پر بھاری معلوم ہورہا ہے۔ ان کے جانے سے اہل حق کی صفوں میں جو مسلک حقہ کے لئے فکر وجد وجہد کا خلا پیدا ہوائے ہے وہ پُر ہوتا نظر نہیں آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صبر ونصرت سے نوازے، ان کے فرزند گرامی کو ان کا صحیح جانشین بنائے اور حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو علماء ربانیین، اکابرین اسلام، فدایانِ صحابہ، شہدائے راہِ حق اور عاشقان وجاں نثاران رسالت کی ارواح مقدسہ کے ساتھ جمع کردے۔ (آمین)

غمزدہ .... محمد اکرام الحق جدہ

مُخلص دوست

اگر مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے۔ لیکن اب یہ جنس ناپید ہوچکی ہے، بلکہ دعا یہ کرنی چاہئے کہ

الٰہی آبرو رکھنا بڑا نازک زمانہ ہے
دلوں میں بغض رکھتے ہیں بظاہر دوستانہ ہے

شہنشاہ خطابت حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

”حضور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، دین حق کی حفاظت کے لئے جہاد تا قیامت جاری رہے گا۔ جس کا جہاد پر ایمان نہیں وہ مسلمان نہیں۔ جو ایک رات بھی جہاد میں اللہ کی رضا کے لئے پہرہ دیتے ہوئے جاگتا رہا اور ایمان پر مرا اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں نہیں ڈالے گا۔ مجاہد کی للکار باطل کو مٹانے کے لئے خدا کی تلوار ہے۔“

مجاہدو! غازیو!........ تم حق لئے زندہ ہو

تم نے اپنی زندگی حق کے نام کردی ھے۔ ایك بات یاد رکھو!
حق والے کسی ناحق کے سامنے کبھی نہیں جھکا کرتے۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

ویلکم المونیم اینڈ فرنیشرز

حاجی ضیاء الدین...... حاجی محمد شریف

مفتی نصر اللہ ضیاء الدین...... عبداللہ ضیاء الدین...... حاجی شاہد محمد شریف

15۔ نیو گرین مارکیٹ۔ فیصل آباد

خطابت کے بے تاج بادشاہ — موحدِ عظیم، عاشقِ رسول

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی خدمات کے آئینہ میں

تحریر: جانشین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی (مہتمم جامعہ قاسمیہ غلام محمد آباد، مرکزی سیکریٹری جنرل جمعیت علماء اسلام)

خطیب یورپ وایشیاء حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ دسمبر ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر اپنے چاہنے والوں سے منہ موڑ کر سوئے جنت سدھار گئے۔ ان کی ملی، دینی اور قومی خدمات نہ تو محتاج تعارف ہیں اور نہ ہی محتاج تعریف۔ جس انداز سے انہوں نے ۴۰ سال تک توحید وسنت کے احیاء کی عالمی تحریک برپا کئے رکھی یہ انہی کا حصہ تھا۔ وہ خود دنیا سے چلے گئے مگر چند ایسی یادگاریں چھوڑ گئے جو ہمیشہ ان کی یاد دلا کر دلوں کو تڑپاتی اور گرماتی رہیں گی۔

جامعہ قاسمیہ:

ان میں سے پہلی حسین یادگار ان کا گلشن جامعہ قاسمیہ ہے جو کہ غلام محمد آباد کالونی A بلاک فیصل آباد میں واقع ہے۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ اس مدرسہ کا قیام اس وقت عمل میں آیا جب فیصل آباد میں مدرسہ دیوبند کو ایک گالی سمجھا جاتا تھا۔ کسی دیوبندی میں جرأت نہ تھی کہ وہ اپنے دیوبندی ہونے پر فخر کر سکتا، ہر طرف شرک و بدعت کا ایک طوفان بپا تھا، مشرکین و مبتدعین فیصل آباد کی شہرت دور دور تک ہو چکی تھی ہر کوئی ان کے شر سے پناہ مانگتا تھا مگر یہ ہمت کسی میں نہ تھی کہ کسی منظم طریقہ سے شرک وبدعت کے اس سیلاب کے سامنے بند باندھ سکے۔

چنانچہ یہ سعادت حضرت مولانا ضیاء القاسمی نور اللہ مرقدہٗ کے حصہ میں آئی اور انہوں نے فیصل آباد میں جامعہ قاسمیہ کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی جس میں دور دراز سے آنے والے طلباء نہ صرف علم وعمل کی دولت سے اپنے دامن بھرتے ہیں بلکہ وہ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ایک بہترین مقرر، شعلہ نوا خطیب، بلند پایہ مدرس اور قرآن کے بے باک مبلغ بن کر دنیا بھر میں دینی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔

جامعہ قاسمیہ میں اس وقت پانچ صد کے قریب طلباء زیر تعلیم ہیں اور اپنی علمی پیاس کو قرآن وسنت کے چشمہ صافی سے سیراب کر رہے ہیں۔ دو صد طلباء ہاسٹل میں مقیم ہیں، جن کے قیام، طعام اور مکمل رہائشی انتظامات مدرسہ کے ذمہ ہیں۔ جامعہ میں ۱۳ مدرسین تعلیم دے رہے ہیں، ۵ افراد پر مشتمل انتظامی عملہ ہمہ وقت اپنی ذمہ داریاں سرانجام دے رہا ہے۔ کھانے پکانے کا عملہ اور چوکیدار، خاکروب وغیرہ اس کے علاوہ ہیں۔

گزشتہ چالیس برس سے یہ مدرسہ قال اللہ اور قال الرسول کی صداؤں سے گونج رہا ہے اور انشاء اللہ اسی طرح اس میں دین قیم کی آبیاری ہوتی رہے گی۔ ہماری دلی دعا ہے کہ

رہے لاکھوں برس ساقی تیرا آباد میخانہ

جامعہ قاسمیہ کے شعبہ جات:

جامعہ قاسمیہ میں تعلیم کے مختلف شعبے ہیں۔

(۱) شعبہ درس نظامی:

جس میں موقوف علیہ تک تعلیم دی جاتی ہے، اس میں ماہر اور جید اساتذہ کرام درسی کتب کی تعلیم دیتے ہیں۔ الحمد للہ بطور تحدیث بالنعمت کے یہ کہنا مناسب ہے کہ جامعہ قاسمیہ کا معیار تعلیم پاکستان کے کسی بھی بڑے تعلیمی ادارے سے کم نہیں ہے۔

(۲) شعبہ حفظ القرآن:

جامعہ قاسمیہ میں حفظ قرآن کی خدمت کو تمام شعبوں پر بالادستی حاصل ہے کیونکہ قرآن کریم ہی انسانیت کی ہدایت، فلاح اور کامیابی کا ضامن ہے۔ جامعہ میں حفظ قرآن کی دو علیحدہ علیحدہ کلاسیں ہیں جس کے لئے بہترین قراء کرام کو تعلیم قرآن کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ ملک کے بڑے قراء اور مایہ ناز اساتذہ قرأت اس شعبہ کا دورہ کر کے اس کی تعلیمی رپورٹ کی تعریف و تحسین کر چکے ہیں۔

(۳) شعبہ ناظرہ قرآن مجید:

جامعہ قاسمیہ کے گردونواح میں جس قدر آبادی ہے اس کے بچوں کی اکثریت ناظرہ تعلیم قرآن کے لئے جامعہ قاسمیہ میں آتی ہے۔ ان کے لئے صبح اور شام دو کلاسیں ہوتی ہیں۔ پہلی کلاس فجر کے بعد سے لے کر اسکول ٹائم تک جبکہ دوسری کلاس شام بعد از عصر تا مغرب ہوتی ہے۔

خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے فرزند ارجمند صاحبزادہ خالد محمود قاسمی کا مکتوب گرامی

عم محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

قاری سردار محمد صاحب کی 2 نظمیں ارسال خدمت ہیں۔ حضرت والد مکرم رحمۃ اللہ علیہ سے بہت محبت رکھتے ہیں۔ نورٌ علٰی نور میں شائع فرمادیں۔ حکیم مظہر جلالی اور مولانا عبدالرحمٰن ظفر کا بھی حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو منظوم خراج عقیدت ہے، وہ بھی ارسال کروں گا۔

خصوصی اشاعت کا ''خطیب دین وملت نمبر'' عنوان اگرچہ حقیقت ومعنی کے لحاظ سے بالکل درست ہے مگر خطیب پاکستان اور خطیب یورپ وایشیاء کے خطابات حضرت والد صاحب مرحوم کے حوالے سے قبولیت عامہ حاصل کرچکے تھے۔ مناسب سمجھیں تو بدل دیں۔

حضرت والد مکرم کی آپ سے محبت اور تعلق کسی سے بھی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ آپ کے چہرہ میں ہمیں ان کی تصویر اور یادیں ملتی ہیں۔ آپ کی زیارت کو بہت دل چاہتا ہے، انشاء اللہ شاید کراچی آنا ہوگا تو آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوں گا۔

والسلام

خالد محمود قاسمی

نائب مہتمم جامعہ قاسمیہ فیصل آباد

نوٹ: یہ نظمیں انشاء اللہ تعالیٰ خطیب دین وملت نمبر میں شامل اشاعت ہوں گی۔ (نورٌ علٰی نور)

سینکڑوں طلباء وطالبات اس شعبہ میں تعلیم حاصل کررہے ہیں۔ اس شعبہ کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مخلوط تعلیم سے قطعاً پرہیز کیا گیا ہے یعنی طلباء کی علیحدہ کلاس اور طالبات کے لئے علیحدہ کلاس کا انتظام ہے۔

مسجد جامعہ قاسمیہ:

جامعہ قاسمیہ کے اندر ایک پُرکشش اور خوبصورت مسجد بھی ہے جس میں پانچ وقت کی نمازوں اور خطبہ جمعۃ المبارک کا انتظام ہوتا ہے۔ مولانا ضیاء القاسمی مرحوم کے صاحبزادے مولانا صاحبزادہ خالد محمود قاسمی اس میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہیں جبکہ مدرسہ کے نائب مہتمم کی ذمہ داری بھی انہی کے کندھوں پر ہے جسے وہ بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔

مسجد قاسمیہ کا سفید اور پُرشکوہ گنبد دور ہی سے دیکھنے والوں کے دلوں کو موہ لیتا ہے۔ اب اس کے ساتھ ہی ایک بلند و بالا مینار بھی تعمیر کیا جارہا ہے جو کہ تکمیلی مراحل میں داخل ہوچکا ہے۔ مسجد قاسمیہ کا مینار اور گنبد تعمیراتی نمونوں میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک:

جامعہ قاسمیہ کے وسط میں انتہائی خوبصورت باغیچہ کے اندر خطابت کے بے تاج بادشاہ حضرت مولانا ضیاء القاسمی تہہ خاک میں آرام فرما ہیں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

مولانا کی قبر فیصل آباد میں انہی کے مدرسہ میں بننے سے نہ معلوم ملک بھر کے مشرکین کو کیا تکلیف ہوئی کہ انہوں نے ملک بھر میں پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ ''جامعہ قاسمیہ میں مولانا ضیاء القاسمی کا مزار بنادیا گیا'' اس طرح کے غلط پروپیگنڈوں سے اب تک عوام الناس کو ہم سے بدظن کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ حالانکہ حقیقت میں نہ تو حضرت قاسمی کی پکی قبر بنائی گئی ہے اور نہ ہی کوئی مقبرہ وغیرہ تعمیر کیا جارہا ہے اور جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ مدرسہ میں قبر کیوں بنائی گئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

چنانچہ یہ اعتراض بھی باطل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت قاسمی کا خمیر مدرسہ کی پاکیزہ سرزمین سے اُٹھایا تھا وہیں مدفون ہوگئے۔

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
واللہ ذو الفضل العظیم

قاسمیہ ڈسپنسری:

اس کا منصوبہ کافی دیر سے حضرت صاحب کے زیر غور تھا مگر اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی مہلت نہ مل سکی۔ اگر زندگی وفا کرتی تو وہ اپنے دست مبارک سے اس ڈسپنسری کا افتتاح فرماتے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے صاحبزادہ طاہر محمود قاسمی نے دن رات جدوجہد اور انتھک کوشش کرکے اس منصوبہ کو نہ صرف قابل عمل بنایا بلکہ اس کو چند دنوں میں ہی علاقہ بھر کی معروف ڈسپنسری کے طور پر لوگ جاننے اور پہچاننے لگے۔ صاحبزادہ طاہر محمود قاسمی اس کے چیئرمین ہیں، جبکہ ایک ایم بی بی ایس ڈاکٹر

مریضوں کا بڑی توجہ سے علاج کرتے ہیں۔

مستقبل میں اس شعبہ کو مزید وسعت دینے کا پروگرام ہے۔ اسے منی ہسپتال کی شکل دی جائے گی تاکہ علاقہ کے غریب عوام، لاوارث اور یتیم لوگ اور مدرسہ کے ۵۰۰ سے زائد طلباء اس سے مکمل علاج کی سہولیات حاصل کر سکیں۔

انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی:

یہ شعبہ بھی حضرت مرحوم کی یادگاروں میں سے ہے۔ اسے امام حرم فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبداللہ ابن سبیل، مولانا عبدالحفیظ مکی اور مولانا مکی حجازی صاحب مدرس حرم مکہ کی تائید حاصل ہے۔

اس نے سینکڑوں فارغ التحصیل علماء کو مختلف علوم وفنون میں طاق کیا ہے اس اکیڈمی سے کئی طلباء نے تقریر میں مہارت اور فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل کیا ہے۔

اس میں مولانا حق نواز جھنگوی شہید، مولانا عبدالقادر آزاد، مولانا عبدالحئی جام پوری، مولانا یوسف رحمانی، مولانا ضیاء الرحمن فاروقی، مولانا محمد نافع، مولانا فضل امین اور دیگر علماء کرام تشریف لاتے رہے ہیں۔ آئندہ سال کے لئے اکیڈمی کو دوبارہ فعال بنایا جارہا ہے۔ طلباء اپنی درخواستیں ۱۵ رجب تک ناظم ختم نبوت اکیڈمی کے نام جامعہ قاسمیہ کے ایڈریس پر ارسال کریں۔

جامع مسجد گول غلام محمد آباد:

یہ وہ عظیم مسجد ہے جس کے میناروں سے چالیس سال سے زائد عرصہ تک حق وصداقت کی صدا گونجتی رہی ہے۔ مولانا ضیاء القاسمی نے اپنی خطابت اور خدمت توحید وسنت سے اس مسجد کو عالمی سطح پر متعارف کروادیا ہے۔ اب اس مسجد میں راقم (صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی) خطابت کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ جب تک اس مسجد کے میناروں سے توحید وسنت کی صدا گونجتی رہے گی اس وقت تک بدستور حضرت مولانا ضیاء القاسمی کی یاد آتی رہے گی۔

فیصل آباد کی تاریخ میں بہت سے نشیب و فراز آئے مگر حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی اہل باطل کو پنپنے کا موقع نہیں دیا۔ یہی مسجد ہے کہ جس کے منبر ومحراب سے للکارنے والا وہ مرد قلندر اہل باطل کی آنکھ کا شہتیر بنا رہا، اس نے ہر تحریک میں باطل کی سرکوبی کی اور اہل حق کا سر فخر سے بلند کردیا۔

جامع مسجد گول ہر تحریک میں فیصل آباد کا ہی نہیں بلکہ ملک بھر کے مسلمانوں کا ہیڈ کوارٹر رہا ہے۔ اس مسجد سے جنم لینے والی تحریکوں نے ہمیشہ منزل پہ جا کر دم لیا ہے۔ ان شاء اللہ اب بھی اگر

زعیم سوادِ اعظم اہلِ سنت

حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: مولانا ڈاکٹر محمد امجد تھانوی (پی ایچ ڈی)

آج جب حضرت مولانا ضیاء القاسمی کی یاد میں ایک مضمون لکھ رہا ہوں تو ایسے وقت میں ان کو مرحوم لکھتے ہوئے دل نہ صرف ڈوب رہا ہے بلکہ ان کے ساتھ گزرے ہوئے اوقات ایک خواب حقیقت کی طرح سامنے آرہے ہیں۔ حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب سے میرا تعلق، تعارف زمانہ طالب علمی سے تھا۔ مجھے شہر سکھر میں ان کا بحیثیت مقرر اور خطیب جوانی میں تشریف لانا اچھی طرح یاد ہے۔ والد محترم حضرت مولانا محمد احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق اپنے علمائے دیوبند سے مستقل تھا، جس کی وجہ سے سکھر میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری، حضرت مولانا عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف والے، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا غلام اللہ خان، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی، حضرت مولانا شاہ صاحب امروٹ شریف، حضرت مولانا عبیداللہ لاہور، حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالرحمٰن اشرفی لاہور، حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب راولپنڈی، حضرت مولانا غلام حبیب صاحب چکوال، حضرت مولانا متین صاحب خطیب کراچی، حضرت مولانا خان محمد صاحب کندیاں شریف، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا زاہر قاسمی، حضرت مولانا آصف قاسمی، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی، مفتی جمیل احمد تھانوی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، حضرت مولانا عبدالقادر آزاد، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا فقیر محمد صاحب اور ایسے بہت سے اکابرین ہمارے گھر تشریف لاکر ہمیں میزبانی کا شرف بخشتے تھے۔ مجھے بھی ان تمام حضرات کی میزبانی کا اور ان میں سے اکثر و بیشتر حضرات کے ساتھ طویل سفر کرنے کا موقع بھی ملا۔ لیکن عملی زندگی میں قدم رکھنے کے بعد جن علماء سے قریبی اور دوستانہ تعلق قائم ہوا اور جن کے ساتھ سفر بھی اکثر و بیشتر رہا اور تحریکوں میں کام کرنے کا موقع بھی ملا ان میں سب سے زیادہ اہم نام میرے لئے حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب کا ہے، جن کے متعلق یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مجھ جیسے نا اہل اور کم علم کو عوامی مقرر بنانے میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ میرے محترم و مکرم دوست مولانا عبدالرشید انصاری صاحب اس بات کے عینی گواہ ہیں۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پاکستان میں کئی جگہ جن میں خاص طور پر بہاولپور، ملتان، ڈیرہ غازی خان، فیصل آباد، کراچی، حیدرآباد، میرپور خاص، پشاور، لاہور، سرگودھا، اسلام آباد، راولپنڈی اور چکوال وہ قابل ذکر مقامات ہیں جہاں ان کے ساتھ تقاریر کرنے کا موقع بھی میسر آیا لیکن سب سے اہم اور قابل ذکر تعلق اس وقت قائم ہوا جب پاکستان میں سوادِ اعظم اہلسنت کی تحریک کو عملی جامہ پہنانے کی ضرورت پیش آئی۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کی بنا کردہ اس تنظیم کو کراچی میں منظم کرنے کے لئے مولانا ضیاء القاسمی کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کراچی میں جب اس تحریک نے کافی زور پکڑا اور مارشل لاء کے باوجود جب یہ تحریک اپنے عروج پر تھی تو اس وقت واحد شخصیت حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب کی تھی جن کی قیادت میں ایک بہت بڑا کفن پوش جلوس بکر سے نشتر پارک کے لئے روانہ ہوا اور پورے راستے اہل حق نے ان پر پھول نچھاور کئے۔ نیو کراچی کے تمام علاقے نشتر پارک کا پورا میدان، جامع مسجد و دفتر تحفظ ختم نبوت نمائش، دارالعلوم جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن، جامعہ مخزن العلوم لسبیلہ چوک اور ایسے ہی بہت بڑے بڑے جلوس ان کی یاد کو ہمیشہ کے لئے تروتازہ رکھیں گے۔ اس وقت کے اجتماع کی یہ برکت کبھی بھی فراموش نہیں کی جائے گی کہ اس تحریک میں ناچیز کے علاوہ حضرت مولانا محمد زکریا، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن، حضرت مولانا اسفندیار خان، حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا زرولی خان اور برادر محترم حضرت مولانا محمد اسعد تھانوی صاحب اور ایسے ہی دوسرے بہت سے علماء کرام نے ساتھ مل کر حضرت مولانا ضیاء القاسمی کی قیادت میں رواں رکھا۔ اگرچہ بعض علماء اپنے مدارس اور دیگر مصروفیات کی وجہ سے اس مشن کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے لیکن حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے نہ صرف اس مشن کو جاری وساری رکھا بلکہ سوادِ اعظم اہل سنت والجماعت کی خدمات، قربانیوں اور علماء کے جیل جانے کی قربانیوں کے بعد ایک

نئی جماعت سپاہ صحابہ کے نام سے تشکیل دی گئی اور جس نے سواد اعظم اہلسنت والجماعت کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے اس ملک کے اندر صحابہ کرام کے دفاع کی جدوجہد کو جاری رکھا اور جس کے نتیجے میں حضرت مولانا حق نواز جھنگوی، حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی اور حضرت مولانا محمد اعظم طارق ملک میں عظیم دینی شخصیات کی حیثیت سے ابھرے۔ اس کا کریڈٹ بھی حضرت مولانا ضیاء القاسمی کو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے اندر اس جذبے کو کارفرما رکھا تھا کہ اپنے تمام ساتھیوں کے قد کو بڑھایا جائے اور زندگی کے آخری لمحے تک انہوں نے اپنے اس مشن کو جاری وساری رکھا۔ کراچی میں خاص طور پر حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی کئی مرتبہ میزبانی کا شرف مجھے ذاتی طور پر حاصل رہا لیکن حضرت مولانا عبدالرشید انصاری، حضرت مولانا مفتی محی الدین ان کے صاحبزادگان اور حضرت مولانا قاری اللہ داد، حضرت مولانا فیض محمد نقشبندی اور بہت سے دوسرے علماء کی میزبانی کا ذکر نہ کرنا یقیناً ناانصافی ہوگی۔ صاحبزادہ مولانا اسعد زکریا نے بھی اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیشہ حضرت مولانا ضیاء القاسمی کی میزبانی کو فخر سمجھا۔

ان تمام تفاصیل کا مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین کرام کو یہ بات ذہن نشین ہوجائے کہ علمائے حق کے سپاہی ہونے کا جو طریقہ کار حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا اس کو بہت کم لوگ اختیار کرتے ہیں۔ وہ ایک انتہائی اچھے دوست اور مخلص ساتھی کی حیثیت سے اپنے دوستوں میں پہچانے جاتے تھے۔ دوستوں کے لئے وقت دینا اور ان کی دعوت پر بغیر کسی مالی غرض ولالچ کے لبیک کہنا ان کی عادت میں شامل تھا۔ میں نے جب بھی کبھی ان کو کسی جلسے کے لئے زحمت دی تو انہوں نے ہمیشہ قبول کی لیکن کسی بھی ہدیہ کو قبول کرنے سے ہمیشہ انکار کیا اور ہمیشہ اس بات پر فخر محسوس کرتے تھے کہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ادنیٰ سپاہی ہونے پر ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو فخر ہے جبکہ وہ اپنی ذات میں خود انجمن تھے۔ مجھے اتفاق ہے کہ ان کے ساتھ پاکستان کے علاوہ لندن، مصر، اردن، سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات اور عراق جانے کا موقع ملا اور ان کو سفر میں بہت زیادہ مخلص، محبت والا اور سچا پایا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے دینی حلقوں میں جب ان کے انتقال کی خبر پہنچی تو نہ صرف ایک سناٹا چھا گیا بلکہ ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا جس کو دوبارہ پُر کیا جانا مشکل ہے۔ پاکستان میں خطابت کو جو رنگ انہوں نے دیا اور تحریری طور پر خطبات قاسمی کے نام سے جو کتابیں لکھیں ان کی وجہ سے یقیناً پاکستان اور بیرون ملک ہزاروں لوگ مقرر بن کر علمائے حق کا نام روشن کررہے ہیں۔ تاریخ جب بھی لکھی جائے گی حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سنہرے حروف میں لکھا جائے گا، ان کے ہم عصر علماء کرام اور ان کے بعد آنے والے علماء کرام کی خدمت میں یہ مؤدبانہ گزارش ہے کہ شرک و بدعت کے خلاف اور باطل فرقوں کی سرکوبی کے لئے جو بھی عملی اقدامات اختیار کئے جائیں گے اور جو بھی قانونی اقدامات کئے جائیں گے وہی حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب کو خراج عقیدت تصور کیا جائے گا۔ حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے لئے یہ اشعار بھی خاصے مناسب معلوم ہوتے ہیں ؎

گلستاں میں جاکر ہر اک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت، نہ تیری سی بو ہے
اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا

اس مضمون سے حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دوستی کا اور شفقت اور عظمت کا حق تو ادا نہیں ہوسکتا لیکن یہ ضرور ہے کہ میرے چند الفاظ علمائے حق کے اس ذخیرے میں شامل ہوجائیں جو ان کے لئے لکھے جارہے ہیں اور جس کے ذریعے ان کو خراج تحسین پیش کیا جارہا ہے۔

حضرت شیخ التفسیر
مولانا احمد علی لاہوریؒ نے فرمایا
اسلام کا خلاصہ یہ ہے
❖ اللہ تعالیٰ کو عبادت سے
❖ رسول اللہ ﷺ کو اطاعت سے
❖ خلق اللہ کو خدمت سے
راضی کرو
حاجی غلام یٰسین
خادم مرکز حضرت لاہوریؒ۔ شیرانوالہ
ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

بقیہ: خطابت کے بے تاج بادشاہ

مسلمانوں کو ضرورت پڑی تو یہ مسجد پہلے کی طرح اپنی مرکزیت کا حق ادا کرتی رہے گی۔

جامع مسجد گولؒ اب شعبہ حفظ قرآن کا بھی اجراء کردیا گیا ہے۔ دارالقرآن کی خوبصورت عمارت تعمیر کی جارہی ہے، باقی وسیع و عریض رقبہ میں بھی مدرسہ کی عمارت بنانے کا منصوبہ زیر غور ہے، جسے بہت جلد انشاء اللہ عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

جامعہ قاسمیہ اور جامع مسجد گول کا اہتمام و انتظام والد محترم نے اپنی زندگی ہی میں راقم (صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی) کے سپرد کرکے اس کا اعلان کردیا تھا۔ قارئین دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور ہم سب کو مولانا ضیاء القاسمی کے مشن توحید وسنت کا حدی خواں بنائے۔ آمین ثم آمین

اقلیم خطابت

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ طارق محمود (مدیر ماہنامہ لولاک ملتان، خطیب مسجد محمود فیصل آباد)

جگر کے خون سے رخ بے کساں نکھار گئے
عجب شان سے وہ زندگی گزار گئے

۲۹ رو سمبر کی شام راقم الحروف اپنے بچوں سمیت آبائی وطن ہری پور ہزارہ کے لئے روانہ ہوا۔ تاریکی کے دامن اور نیند کی آغوش میں ڈوبے گاؤں میں خالہ زاد بھائی کے گھر پہنچے تو تاریخ بدل چکی تھی۔ پروگرام کے مطابق ہمیں اگلے روز ایبٹ آباد جانا تھا، یہاں پہنچنے پر بھائی نے تھوڑی دیر بعد مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر سنائی تو بے اختیار انا للہ وانا الیہ راجعون کے الفاظ نکل سکے۔ چند لمحوں کے لئے سکتہ طاری ہوگیا، میں نے دوسرے گھر سے اپنے بہنوئی حاجی محمد اسلم کو بلوایا جو ٹیلی وژن پر خبریں سن کر فیصل آباد جانے کے لئے تیار تھے لیکن ہماری آمد کی اطلاع پا کر رک جانے پر مجبور تھے۔ میں نے ہوش وحواس کو مجتمع کیا اور چند ساعتوں میں لوٹنے کا فیصلہ کرلیا۔ میرا بیٹا شاہد محمود سارا راستہ گاڑی چلانے کے بعد دوبارہ ''عشق سفر'' کا متحمل نہ تھا۔ چھ بجے شام سے شروع ہونے والا خوشگوار سفر ختم ہوا تو دو بجے شب سوگوار سفر شروع ہوگیا۔ زندگی بذاتِ خود ایک سفر ہے لیکن یہ زندگی کا عجیب سفر تھا کہ جاتے ہوئے خوشیاں ہمسفر تھیں تو آتے ہوئے آنسو ہمسفر بن گئے۔ غم واندوہ کا سایہ ساتھ ہو تو گھنٹوں کا سفر صدیوں پر محیط ہوجاتا ہے۔ ہم سات بجے صبح اس شہر میں داخل ہوئے جہاں سے وقتِ شام نکلے تھے۔ لیکن اب کہ فضا سوگوار اور ہر شے سونی سونی محسوس ہوتی تھی۔ ''بیت قاسمی'' پہنچے تو وہ گھر جو خوشیوں کا گہوارہ تھا، جن کے درودیوار سے رونقیں ٹپکتی تھیں اب غم کدہ کا منظر پیش کررہا تھا۔

راقم نے احرار کے آنگن میں آنکھیں کھولیں تو ان اکابرین ملت کو دیکھا جو تاریخ میں اب افسانہ ہیں۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ تک بھی بزرگوں کو قریب سے دیکھا اور سنا۔ سیرت وکردار کے ان گل ہائے رنگا رنگ نے اپنی یادوں کے ایسے حسین نقوش چھوڑے ہیں کہ وہ بھلانے سے بھی نہیں بھلائے جاسکتے۔ ان کی باتوں میں گلوں کی ایسی خوشبو تھی کہ ذہنوں کے دریچے ابھی تک معطر اور معنبر ہیں۔ میرے والد محترم مولانا تاج محمود مرحوم نے ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوت میں قید سے رہائی کے بعد ۵۵۔۱۹۵۴ء میں اردو فارسی کالج اور طارق مسلم اسکول جیسے تدریسی وتعلیمی ادارے کھولے۔ یہیں مولانا ضیاء القاسمی والد صاحب سے ملنے کے لئے اکثر تشریف لایا کرتے تھے۔ چھریرا بدن، تیکھے نقوش، بوٹا سا قد، عمدہ لباس، پشاوری طرز سے ملتی جلتی قراقلی ٹوپی، پاؤں میں ملتانی کھسہ، دونوں شانوں پر پھیلایا ہوا انگوری رومال، خوشبو سے معطر۔ یہ وہ شخصیت تھی جس کو میں نے بچپن میں پہلی دفعہ دیکھا۔ ان کی وہ تصویر میرے ذہن کی لوح پر آج تک محفوظ ہے۔ بچپن کی بے نیازی کے باعث یاد نہیں کہ کن موضوعات پر گفتگو ہوتی تھی۔ تاہم اتنا ضرور یاد ہے کہ مرحوم کی گفتگو میں بیباکی اور بلا کی خوداعتمادی سے محسوس ہوتا تھا کہ اس اٹھتے ہوئے عالمِ دین میں صلاحیتوں کا طوفان مچل رہا ہے۔ یہ مولانا محمد ضیاء القاسمی کی اٹھان کا ابتدائی زمانہ تھا، طوفان کے خوگر اور تحریکوں کے نشیب وفراز سے گزرنے والی شخصیت سے ان کے روابط اور تعلقات مولانا مرحوم کی نیازمندی، سعادتمندی اور عقلمندی کا بیّن ثبوت تھے۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے والد محترم سے اپنے ذاتی تعلقات ان کی وفات تک نہ صرف برقرار رکھے بلکہ ان کی گرمجوشی میں فرق نہ آنے دیا۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی غلام محمد آباد کی دہلیز پر واقع مدنی مسجد میں خطیب تھے۔ قبل ازیں انہوں نے ''مائی دی جھگی میں کسی مسجد میں مشق سخن کا آغاز کیا'' تھا۔ مولانا مرحوم موجودہ گول مسجد تب چٹیل میدان تھا میں نمودار ہوئے تو ان کی ہنگامہ خیز زندگی کا آغاز ہوا۔ ایک دوسرے فرقے کی مخاصمت اور مزاحمت نے اپنی طاقت اور خطابت کے جوہر دکھانے کا موقع دیا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خطابت میں جرأت وشجاعت پیدا نہیں ہوسکتی جب تک خطیب یا مقرر خود جری اور بہادر نہ ہو۔ مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ بہادر انسان تھے۔ تندیٔ بادِ مخالف سے گھبرانے کی بجائے انہوں نے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ انہوں نے مخصوص حالات کے پیش نظر مسلک دیوبند کی ترجمانی کا حق ادا کیا۔ ان کی جرأت مندی اور بے باکی نے انہیں حلقۂ دیوبند میں سربلند کیا۔ نتیجتاً مولانا مرحوم کو پذیرائی ملی۔ اس طرح دن بدن ان کے سننے والوں کے ساتھ ساتھ چاہنے والوں کا حلقہ ان کا اسیر ہوتا چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آواز کا حسن، زبان کی چاشنی اور بیان کا جادو عطا کیا تھا۔ دورانِ تقریر قرآن پڑھتے تو مولانا قاری لطف اللہ کی یاد تازہ کرتے، جن کے وہ خوشہ چیں تھے۔ ان کے ہاں مجمع کی حاضری سینکڑوں سے ہزاروں تک جا پہنچی تھی۔ مولانا ضیاء القاسمی کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ان کی

زبان وبیان کے شیدائی جمعہ سے پہلے گول میدان میں پہنچ جایا کرتے تھے۔ مولانا کے سامعین ان کے گرویدہ تھے۔ مجھے شیخوپورہ کے ایک کپڑے کے تاجر مولوی نذیر احمد نے کچھ مدت پہلے بتایا کہ مولانا ضیاء القاسمی کی جوانی کا دور تھا، وہ ہمارے شہر سیرت النبی ﷺ کے جلسہ سے خطاب کرنے تشریف لائے۔ ابھی ان کا زیادہ شہرہ نہ تھا مجھے ان کا بیان سننے کا اتفاق ہوا۔ جب انہیں دعوت خطاب دی گئی مجھے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی، میں اٹھا لیکن یہ سوچ کر بیٹھ گیا کہ چلو ذرا نوخیز خطیب کا خطبہ تو سن لوں۔ ان کا کہنا تھا کہ خطبہ کی لذت نے مجھ پر ایسا جادو کیا کہ میں پوری تقریر میں اپنی حاجت بھولے بیٹھا رہا۔ حاجی خلیل احمد لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی مولانا ضیاء القاسمی کے مداحوں میں ہوتا تھا۔ وہ اکثر مولانا مرحوم کی خطابت کے حوالہ سے راقم کو واقعات سنایا کرتے تھے۔ حاجی صاحب نے ایک مرتبہ ماضی کی یادوں کے حوالہ سے بتایا کہ قصور میں مولانا ضیاء القاسمی کا فقید المثال استقبال اور رات کا تاریخی بیان مجھے زندگی بھر نہ بھول سکے گا۔ اہل قصور مولانا کی وجد آفرین اور سحر انگیز خطابت سے تڑپ اٹھے۔ حافظ خلیل صاحب نے ایک مرتبہ راقم کو بتایا کہ وہ چودہ دن مسلسل مولانا ضیاء القاسمی کے ساتھ سیرت النبی ﷺ کے جلسوں میں ان کے ساتھ ہم سفر رہے۔ وہ جہاں بولتے لوگ انہیں سنتے تو سر دھنتے، اب ان کی خطابت کا شہرہ تھا۔ رفتہ رفتہ مولانا مرحوم ملک گیر سطح کے خطیب بن گئے۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا امتیازی وصف ان کا مخصوص انداز خطابت تھا، اگرچہ وہ عوامی مقرر تھے۔ تاہم خواص میں بولنے کا یکساں ملکہ حاصل تھا۔ مولانا مرحوم دینی، سیاسی، علمی، ادبی ہر طرح کی مجلس میں بولنے کا فن جانتے تھے۔ وہ بلاشبہ نباض خطیب تھے، سننے والوں کے دل کی بات کہتے اور یہی چیز ان کی خطابت کی مقبولیت اور محبوبیت کا باعث تھی۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

۱۹۷۰ء کے انتخابات ہوئے تو مولانا محمد ضیاء القاسمی نے جمیعت العلمائے اسلام کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔ وہ انتخاب کی بازی تو نہ جیت سکے لیکن سیاسی میدان میں ان کی صلاحیتیں ابھر کر سامنے آئیں۔ جمیعت علماء اسلام میں ان کی شمولیت سے جماعت کو ولولۂ تازہ ملا۔ انہوں نے جمیعت کو عوام سے متعارف کروانے میں فعال کردار ادا کیا۔ یہ مولانا کے مزاج اور طبیعت کا خاصہ تھا کہ وہ جس تحریک یا تنظیم میں شامل ہوتے اس میں پورے جوش وخروش، اخلاص اور تندہی سے حصہ لیتے۔ مولانا مفتی محمود اور مولانا غلام غوث ہزاروی کی قیادت مولانا قاسمی کی رفاقت کے باعث جمیعت علماء اسلام کا شمار ملک کی اہم سیاسی جماعتوں میں ہونے لگا۔ اس زمانہ میں لاہور میں آئین شریعت کانفرنس ہوئی تھی، یہ جمیعت کی تاریخ کا فقید المثال اجتماع تھا جس میں ملک بھر سے علمائے کرام نے شرکت کی تھی۔ اس کانفرنس کی کامیابی کا سہرا مولانا ضیاء القاسمی کے سر تھا، جنہوں نے اسے کامیاب بنانے کے لئے ملک بھر میں طوفانی دورے کئے۔ اور دن رات ایک کر دیا۔ جمیعت نظر بد کا شکار ہو کر دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ یوں مولانا وادیٔ سیاست میں کچھ مدت کی آبلہ پائی کے بعد لوٹ آئے۔ مولانا ضیاء القاسمی نے جس دینی جماعت یا تنظیم سے تعاون کیا، دل وجان سے اپنی توانائیاں صرف کیں۔ مجلس تحفظ ختم نبوت، تنظیم اہل سنت، سپاہ صحابہ جیسی تنظیموں میں ان کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مولانا نے ہر دینی تحریک میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ ہراول دستے کا فریضہ سرانجام دیا۔

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ ۱۹۷۷ء چلی تو بعض دینی حلقوں نے ان کے بارے میں بدگمانی کا اظہار کیا، پھر انہی حلقوں نے دیکھا کہ مولانا نے کچہری بازار کی مرکزی جامع مسجد سے کفن پہن کر جلوس نکالا۔ فیصل آباد شہر کی سطح پر تحریک دم توڑ رہی تھی لیکن مولانا کے جرأت مندانہ اقدام سے تحریک کو تقویت اور نیا جوش وخروش ملا۔ ۱۹۸۴ء میں تحریک بازیابی اسلم قریشی میں مولانا نے کلیدی کردار ادا کیا، راقم کو ان دنوں مولانا کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔ وہ بلاشبہ ''جذبہ'' کے انسان تھے، ڈونگا باغ مسجد سیالکوٹ میں آل پارٹیز اجتماع کی کامیابی کا تمام سہرا انہی کے سر تھا۔ اسی اجتماع میں حضرت الامیر مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے اعتراف عظمت کے طور پر انہیں دستار عطا فرمائی تھی۔ مولانا سمیع الحق کے شریعت بل کی تحریک میں مولانا نے بیماری کے باوجود حصہ لیا۔ کسی بھی دینی تحریک یا دینی مقصد میں انہوں نے بخل سے کام نہیں لیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن ہونے کے باوجود اعلائے کلمۃ الحق کو بلند کرتے رہے اور وقت کی حکومت پر تنقید کرتے رہے۔ حق کہنا اور بولنا ان کی فطرت میں شامل تھا۔ مولانا مرحوم بلاشبہ اکابرین دیوبند کی روایات کے امین اور علمبردار تھے۔

مولانا ضیاء القاسمی کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ اوصاف وکمالات سے نوازا تھا۔ مولانا دل کے غنی اور زبان کے دھنی تھے، مہمان نواز اس قدر تھے کہ آنے والے ہر چھوٹے بڑے کی خاطر تواضع کر کے خوشی محسوس کرتے۔ ان کا دستر خوان ان کے دل کی طرح وسیع تھا، مولانا مرحوم روایتی مولوی نہ تھے بلکہ روشن خیال، اعلیٰ ظرف اور متحمل مزاج تھے۔ چھوٹوں سے شفقت ان کی حوصلہ افزائی اور بڑوں کا ادب واحترام ان کی زندگی کا طرۂ امتیاز رہا۔ ''خوش'' کا لفظ مولانا مرحوم کی

شخصیت سے بہت مطابقت رکھتا ہے۔ وہ خوش گفتار، خوش رفتار، خوش پوشاک، خوش خوراک، خوش مزاج اور خوش رواج تھے۔ اپنی قسمت کے حوالہ سے ایسے خوش قسمت تھے کہ زندگی میں ۱۳ حج اور ۷۰ بار عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ انہیں حرمین شریفین کی زیارت کا بار بار ملنے والا شرف عقیدۂ توحید سے عشق اور جناب رسالت مآب ﷺ کی ذات گرامی سے محبت ووارفتگی کے صلہ کا انعام تھا۔

مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کامیاب مقرر تھے۔ تحریر کی دنیا میں آئے تو کامیاب محرر ثابت ہوئے۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ بہت پہلے انہوں نے چند عنوانات پر چھوٹے چھوٹے کتابچے شائع کئے جو بہت مقبول عام ہوئے۔ اس حوصلہ افزائی کے بعد انہوں نے ''خطبات قاسمی'' لکھنے کا بیڑا اٹھایا۔ دینی حلقوں میں ان کے خطبات کو جس قدر پذیرائی نصیب ہوئی وہ خود مولانا مرحوم کے وہم وگمان میں نہ تھی۔ مولانا چونکہ بنیادی طور پر خطیب تھے اس لئے ان کی تحریروں میں بھی خطابت کی چاشنی پائی جاتی ہے۔

کچھ مدت پہلے سے مولانا ضیاء القاسمی نے ایک قومی اخبار میں کالم نویسی بھی شروع کی تھی لیکن ان کی مصروفیات کے باعث قلمی کمند راستہ میں ہی ٹوٹ گئی۔ مولانا نے جن دینی، مذہبی، سیاسی رہنماؤں کے ساتھ وقت گزارا ان کے حالات و واقعات پر مشتمل کتاب لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس بات کا اظہار انہوں نے ایک ملاقات میں کیا تھا اور مجھے اس کتاب کا عنوان تجویز کرنے کے لئے کہا تھا۔ مرحوم اس پر قلم اٹھاتے تو یقیناً ایک بیش بہا دستاویز تیار ہوتی۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلقات اور روابط کا سلسلہ مجھے وراثت میں ملا تھا۔ ایک نشست یا ایک مضمون میں ان کی یادوں اور باتوں کا دیوان سمیٹا نہیں جاسکتا۔ انہیں بہت قریب سے دیکھنے کے مواقع میسر آئے، ان سے راقم کی بڑی یادیں وابستہ ہیں، زندگی رہی تو ان خوبصورت یادوں کو قلم بند کرنے کی کوشش کروں گا۔ والدِ محترم کی وفات کے بعد مولانا ضیاء القاسمی راقم سے بہت محبت اور شفقت کرنے لگے تھے۔ چنداں اختلاف کے باوجود مولانا مرحوم اور راقم کا رابطہ اور تعلق آخری دم تک برقرار رہا۔ مولانا ہر خوشی وغمی میں شریک ہوتے، ان کی دردمندی اور میری نیازمندی میں ذرا فرق نہ آیا۔ کچھ مدت سے مولانا مرحوم کا معمول تھا کہ ہفتہ عشرہ بعد فون پر ہم کلامی کا شرف بخشتے۔ گرمیوں کے موسم میں اچانک ایک روز ان کا فون آیا کہ احمد کمال نظامی صاحب کے دفتر سے بول رہا ہوں، میں دوپہر کا کھانا تمہارے ساتھ کھانا چاہتا ہوں۔ میں نے چند دوستوں کو مدعو کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو کہنے لگے ایسے نہ کرنا، راز و نیاز میں مداخلت ہوگی۔ مولانا صاحب تشریف لائے تو ان کے ہمراہ شاگرد عثمان تھے۔ ساڑھے تین گھنٹے کی نشست میں جی بھر کر باتیں ہوئیں، دورانِ ملاقات مولانا غلام غوث ہزاروی کا ذکر آ گیا تو میں نے اپنے بچپن کے حوالہ سے مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے کرتہ دھونے کا واقعہ سنایا، جب وہ ہمارے یہاں تشریف لائے تھے۔ مولانا ضیاء القاسمی کا چہرہ اشکبار ہوگیا، اس ملاقات کے اختتام پر مولانا مرحوم نے مجھے حیران کردیا، جب انہوں نے راقم سے مشورہ طلب کیا کہ وہ کس بزرگ کے ہاتھ پر بیعت ہوں؟ ان کا کہنا تھا کہ اب وہ بھرا میلہ چھوڑ کر باقی وقت یاد اللہ میں گزارنا چاہتے ہیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے عرض کیا مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے خوش نصیب کو اب کونسا ہاتھ پسند آئے گا؟ حال ہی میں انہوں نے حضرت سید نفیس شاہ صاحب نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہاتھ پر بیعت کی، شاہ صاحب نے ہی مولانا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے دوسری ایک ملاقات اس حوالہ سے یادگار تھی کہ اس میں ہم دونوں کے سوا کوئی نہ تھا۔ یہ ۱۹۹۹ء کے برطانیہ کے سفر کے دوران جدہ ایئرپورٹ پر چار گھنٹے کا پڑاؤ تھا۔ روانگی سے قبل کراچی ایئرپورٹ کے لاؤنج میں اچانک آمنا سامنا ہوا، مولانا کو دیکھ کر جتنی خوشی مجھے ہوئی اس سے کہیں زیادہ خوشی انہیں مجھے پا کر ہوئی۔ اکیلے سفر کرنا مولانا مرحوم کی بہت بڑی کمزوری تھی، یہ سفر بھی عجیب تھا کہ ہم دونوں کی منزل ایک تھی لیکن راستہ جدا جدا۔ ہر چند کوشش کے باوجود میں مولانا کو اپنے پاس لانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ جدہ ایئرپورٹ میں واقع چھوٹی مسجد میں ہم نے ڈیرہ جمایا۔ پھر راز و نیاز اور جی بھر کر باتیں ہوئیں۔ جدہ سے لندن تک کا سفر شب خوابی اور نیم خوابی میں بسر ہوا، صبح ہیتھرو کے بے وفا ایئرپورٹ پر ہماری راہیں جدا ہوگئیں، چونکہ پروگرام جدا جدا تھے، آخری ملاقات حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی قیادت میں مولانا کی عیادت تھی جو ۲۳ نومبر بروز جمعۃ المبارک کو دس بجے صبح ہوئی۔ مولانا چند روز پہلے شیخ زید ہسپتال لاہور میں زیر علاج رہنے کے بعد گھر واپس آئے تھے۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں بیٹے صاحبزادہ زاہد قاسمی، صاحبزادہ طاہر قاسمی، صاحبزادہ خالد محمود قاسمی نے مہمانوں کی خاطر مدارات شروع کردی۔ حضرت اقدس کی دعا سے مجلس برخاست ہوئی۔ میری نظریں مسلسل مولانا مرحوم کے چہرے پر تھیں، نہ جانے وہم تھا یا خیال ...... مجھے یہ محسوس ہوا جیسے مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہوں:

کوئی دم کا مہمان ہوں اے اہل محفل
چراغ سحر ہوں بجھا چاہتا ہوں

شہنشاہِ خطابت

محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں

مولانا زاہد الراشدی (سیکریٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل)

ملک کے نامور خطیب اور سپاہ صحابہ پاکستان کے سپریم کونسل کے چیئرمین مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب ۶۳ ربرس کی عمر میں انتقال کر گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ان کی نماز جنازہ غلام محمد آباد فیصل آباد میں ان کی رہائش گاہ کے سامنے کھلے گراؤنڈ میں حضرت مولانا سید نفیس شاہ صاحب مدظلہٗ نے پڑھائی۔ جس میں ملک بھر سے ہزاروں کی تعداد میں علماء کرام اور مذہبی کارکنوں کے علاوہ فیصل آباد کے شہریوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی اور اس کے بعد انہیں ان کے قائم کردہ دینی مدرسہ جامعہ قاسمیہ میں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی کے خاندان کا تعلق مشرقی پنجاب سے تھا جو قیامِ پاکستان کے وقت وہاں سے ہجرت کر کے آیا۔ انہوں نے دینی تعلیم جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں حاصل کی۔ دورہ حدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں پڑھ کر حضرت مولانا مفتی محمود نور اللہ مرقدہٗ سے سند فراغت حاصل کی اور اسی نسبت سے قاسمی کہلاتے تھے۔

انتہائی ذہین اور طباع ہونے کے باعث تحریر وتقریر کا ذوق طالب علمی کے دور سے ہی تھا اور اس دور کے معروف خطیب حضرت مولانا قاری لطف اللہ شہیدؒ سے انہوں نے استفادہ کیا جو جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی حضرت مولانا عبداللہ اور حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدی کے بھائی تھے اور اپنے زمانے کے مقبول ترین عوامی خطیب تھے، ان کا ایک ٹریفک حادثہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ پرانے حضرات کا کہنا ہے کہ مولانا محمد ضیاء القاسمی نے مولانا قاری لطف اللہ شہید کے طرزِ خطابت کو اپنایا لیکن انہوں نے مسلسل محنت سے اس طرزِ خطابت کو اس حد تک آگے بڑھایا کہ ایک دور میں وہ پنجاب کا مقبول ترین اندازِ خطابت بن گیا۔ بیسیوں خطباء نے خطابت کے اس اسلوب کو اختیار کر کے اپنی خطابت کا جادو جگایا اور رفتہ رفتہ وہ اندازِ خطابت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے نام سے ہی منسوب ہو گیا۔ میری طالب علمی کا دور تھا جب ملک میں دیوبندی بریلوی کشمکش عروج پر تھی اور عوامی سطح پر دیوبندی مسلک کی ترجمانی کے لئے مولانا ضیاء القاسمی کا نام سب سے بڑے خطیب کے طور پر لیا جاتا تھا۔ ان کے جلسہ میں دور دراز سے لوگ اہتمام کر کے شریک ہوتے تھے اور ہزاروں بلکہ بسا اوقات لاکھوں افراد ان کے خطاب کو سننے کے لئے جمع ہوتے۔ خود ہم طالب علم دس دس میل تک سائیکلوں پر ان کا خطاب سننے کے لئے جایا کرتے تھے۔ ان کی خطابت میں شیریں بیانی اور گھن گرج دونوں کا امتزاج تھا اور حسبِ موقع وہ ان میں سے کوئی بھی طرز اپنانے پر دسترس رکھتے تھے۔ ایک خطیب کی حیثیت سے ان کی جس خوبی نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھی کہ وہ صرف اپنے پسندیدہ یا مشتری موضاعات کے دائرہ میں محدود نہیں رہتے تھے بلکہ موقع محل کی مناسبت سے کسی بھی موضوع کو نباہ لیتے تھے اور کہیں بھی گفتگو یا خطاب کرنے کے لئے پہلے سے ذہنی طور پر تیار ہوتے تھے۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی نے جمعیۃ العلماء اسلام، تنظیم اہل سنت، عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت، انٹرنیشنل ختمِ نبوت موومنٹ اور سپاہ صحابہ میں مختلف اوقات میں جماعتی خدمات سرانجام دیں۔ وہ جمعیت علماء اسلام پنجاب کے سیکریٹری جنرل رہے اور ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے دوران جمعیت کی انتخابی مہم میں انہوں نے پُرجوش اور متحرک کردار ادا کیا۔ میں انہی کے دور میں بلکہ ان کی تجویز وتحریک پر جمعیت علماء اسلام پنجاب کا سیکریٹری اطلاعات بنا اور ان کی ٹیم کے رکن کی حیثیت سے کئی سال کام کرتا رہا بعد میں حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے جمعیت کا الگ گروپ تشکیل دیا تو مولانا محمد ضیاء القاسمی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور ہزاروی گروپ کے اہم رہنماؤں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ وہ تنظیم اہل سنت پاکستان کے سیکریٹری جنرل رہے ہیں اور انہوں نے حضرت علامہ عبدالستار تونسوی، حضرت مولانا دوست محمد قریشی اور حضرت مولانا سید نور الحسن بخاری جیسے زعماء کی رفاقت میں اہل سنت کے موقف کو آگے بڑھانے اور منوانے کے لئے اس پلیٹ فارم پر متحرک کردار ادا کیا ہے۔ قاسمی صاحب مرحوم نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ بھی کام کیا ہے اور ایک دور میں مجلس کے اہم عہدیداروں میں شامل رہے۔ ۱۹۸۵ء میں جب امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد قادیانیوں نے اپنا ہیڈکوارٹر لندن منتقل کیا اور سالانہ اجتماع بھی لندن منتقل کر لیا تو قادیانیوں کے سالانہ اجتماع کے بعد ختم نبوت کانفرنس کی

روایت کو برقرار رکھنے کے لئے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی، حضرت علامہ خالد محمود، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی اور دیگر حضرات نے انٹرنیشنل ختم نبوت مشن تشکیل دے کر لندن کے ویمبلے کانفرنس سینٹر میں سالانہ بین الاقوامی ختم نبوت کانفرنس کا آغاز کیا، جس کے انتظامات بعد میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے سنبھال لئے۔ پہلی کانفرنس کے لئے مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا چنیوٹی، مولانا عبدالحفیظ مکی اور علامہ خالد محمود صاحب کے ہمراہ راقم الحروف کو بھی ایک ماہ پہلے لندن جاکر کانفرنس کے لئے کام کرنے کا موقع ملا۔ یہ میرا لندن کا پہلا سفر تھا جس کے محرک مولانا محمد ضیاء القاسمی تھے، میں نے سفر بھی مولانا قاسمی اور مولانا چنیوٹی کے ساتھ کیا اور راستہ میں ایک دن کے لئے ہم استنبول میں رکے، بعد میں ان بزرگوں نے انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے نام سے الگ جماعت بنالی۔ جبکہ میرا تعلق بحمد للہ دونوں جماعتوں بلکہ ختم نبوت کیلئے کام کرنے والی ہر جماعت کے ساتھ رہا ہے اور اب بھی بحمد للہ تعالیٰ بدستور ہے۔

۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں، جو سیالکوٹ کے مبلغ ختم نبوت اسلم قریشی کے مبینہ اغواء کے بعد شروع ہوئی تھی، مولانا محمد ضیاء القاسمی کا کردار بہت نمایاں اور کلیدی تھا۔ انہوں نے آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل اور اسے فعال بنانے کے لئے ملک کے مختلف حصوں کے دورے کئے اور پُرجوش محنت کی۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی کی ایک نمایاں خوبی یہ بھی تھی کہ وہ دینی اور مسلکی معاملات میں انتہائی غیور تھے اور صرف خطابت میں ہی غیرت وحمیت کا اظہار نہیں کرتے تھے بلکہ عملاً بھی وہ مسائل ومشکلات کے حل کے لئے سرگرداں رہتے تھے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ

بیاد مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

اِک شاہ بازِ نطق و خطابت چلا گیا
کر کے بیاں وہ حق و صداقت چلا گیا
تھا دین جس کا عشق محمد خدا گواہ
وہ پاسبانِ ختم نبوت رسالت چلا گیا

مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی ۔ فیصل آباد

نے انہیں جرأت و دلیری کا وافر حصہ بھی عطا کیا تھا وہ مشکل اوقات میں عافیت کا گوشہ تلاش کرنے کی بجائے مصیبت کے مقام پر ڈٹے رہنے کو ترجیح دیتے تھے اور کسی بات کی پروا نہیں کرتے تھے۔

مولانا ضیاء القاسمی کی بیعت کا تعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا اور ان کا سب سے زیادہ جذباتی تعلق بھی حضرت مدنی سے ہی تھا۔ وہ حضرت مدنی کے بارے میں کوئی مخالف بات سننے کو تیار نہیں ہوتے تھے اور صرف رسمی یا جذباتی تعلق کے بجائے ان کا اوراد وظائف کا ایک مستقل معمول بھی تھا جس کی وہ ہمیشہ پابندی کرتے تھے۔ آخری سالوں میں جبکہ مسلسل بیماری کی وجہ سے وہ جوانی والی بات باقی نہیں رہ گئی تھی تب بھی انہوں نے سپاہ صحابہ کے نوجوانوں کی جس طرح سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی اور مشکل سے مشکل مقام پر انہیں پشت پناہی مہیا کی یہ انہی کا کام تھا اور اسی سے ان کی جرأت وحوصلہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

مولانا قاسمی مرحوم اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے اور اسلامی قوانین کی ترتیب و تدوین میں انہوں نے حصہ لیا۔ اس حوالے سے ان کی ایک خوبی بار بار ذہن کا دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے کہ کسی علمی اور تحقیقی مسئلہ میں اگر وہ خود کسی نتیجہ تک نہیں پہنچ سکے تو کسی دوسرے ساتھی سے پوچھنے میں انہیں کوئی حجاب نہیں ہوتا تھا اور وہ متعلقہ مسئلہ میں کسی دوسرے سے رہنمائی حاصل کرنے میں جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔ خود مجھ سے انہوں نے بہت سے مواقع پر مختلف مسائل کے بارے میں رائے لی اور یہ کہہ کر مجھے رائے دینے کو کہا کہ اس مسئلہ پر میرا مطالعہ نہیں ہے۔ تمہیں معلوم ہوگا اس لئے تم بتاؤ کہ مسئلہ کی نوعیت کیا ہے۔ یہ بڑائی کی بات ہے جو میں نے مولانا ضیاء القاسمی مرحوم میں بطور خاص دیکھی، مولانا ضیاء القاسمی دوستی اور دشمنی میں واضح رائے رکھتے تھے اور اس کے اظہار میں بھی انہیں کوئی تامل نہیں ہوتا تھا۔ وہ دوستوں کے دوست تھے اور جہاں دوستی ہوتی وہاں وہ سب باتیں بھول جایا کرتے تھے۔ آج وہ ہم میں نہیں ہیں تو ان کی بہت سی باتیں یاد آرہی ہیں اور ایک مدت تک یاد آتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دیں اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق سے نوازیں۔

آمین یارب العالمین

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

کاروانِ حق کے سالار

قاضی حسین احمد (امیر جماعت اسلامی پاکستان)

مولانا ضیاء القاسمی ظاہری اور باطنی محاسن کا بہترین مرقع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذہانت و فطانت کے ساتھ مثالی حافظہ عطا فرمایا تھا، فہم و فراست اور عزم و ہمت میں ممتاز شان رکھتے تھے اور اہل حق کے ساتھ محبت ان کا وظیفہ تھا اور باطل واہل باطل کے خلاف جہاد ان کا مشن تھا۔ درمیانہ قد، نورانی چہرہ، پُرکشش وضع قطع، عالمانہ وقار، مجاہدانہ چال ان کا طرہ امتیاز تھا۔ فصاحت و بلاغت، دل کو موہ لینے والے انداز بیان اور مخالف کو ہمنوا بنالینے کی صلاحیت سے بدرجۂ اتم متصف تھے۔ ان کے اوصاف جمیلہ میں علمی رسوخ، شیریں بیانی، ملنساری، جہد مسلسل، حسن اخلاق، مروت اور عزم و ہمت نمایاں ہے۔ انہوں نے دعوت وتبلیغ اور اصلاح معاشرہ اور اسلامی نظام کے قیام اور لادینیت اور ادیان باطلہ کے خلاف گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

اسلام اور علم:

اسلام اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ برحق دین ہے، اس کی بدولت انسان کو علم کی روشنی حاصل ہوئی۔ شرک اور کفر کی تاریکیاں چھٹ گئیں اور نور توحید کی روشنی نے کائنات کو منور کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی ہدایت کو نور السموات والارض قرار دیا۔ ارشاد ہے:

اللہ نور السّمٰوات والارض (النور ۳۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ ھادی اھل السموات والارض (ابن کثیر)

آسمانوں اور زمین والوں کو ہدایت دینے والا اللہ ہی ہے۔ قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے نور فرمایا۔

یا ایھا النّاس قد جاء کم من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا (النساء ۱۷۵)

اس بنا پر اسلام کا دور علم کا دور ہے اور نور اسلام سے محروم دور دور جاہلیت ہے۔ اسلام کی بدولت دنیا کو علم اور علماء ملے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے علم عطا فرمایا اور سب سے آخر میں سید الانبیا، خاتم النبیین جناب رسول اللہ ﷺ کو اولین وآخرین کے علوم عطا فرمائے۔

آپ ﷺ کی امت میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، مفسرین، محدثین، فقہاء، متکلمین، مبلغین، مصلحین اور مجددین کی ایک وسیع وعریض اور حسین وجمیل کہکشاں ہے جس سے پورا عالم جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں ان میں جس کی اقتداء کروگے ہدایت پاؤگے

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لایزال طائفة من امتی علی الحق لایضرھم من خالفھم

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ کے لئے حق پر قائم رہے گا، ان کو ان کے مخالفین نقصان نہ پہنچا سکیں گے

اور فرمایا

یبعث اللہ علی راس کل مائة سنة من یجدلھا دینھا (سنن ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر ایسی شخصیات اور جماعتیں اٹھائے گا جو امت کے لئے دین کو نیا کردیں گی یعنی اسے گرد و غبار سے صاف کردیں گے۔

علماء اسلام:

اسلامی تاریخ میں انبیا علیہم السلام کے بعد سب سے بڑا درجہ علماء ہی کا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

العلماء ورثة الانبیاء

علماء انبیاء کے وارث ہیں

ہدایت اور رہنمائی کے لئے قرآن وحدیث کے بعد مرجع علماء کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ کسی بھی مسئلے کے بارے میں جب بحث ہوتی ہے تو قرآن وحدیث کے بعد کس کا حوالہ آتا ہے؟ جواب واضح ہے صحابہ کرام، تابعین، ائمہ مجتہدین، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا حوالہ ہوتا ہے۔ ہارون الرشید، مامون الرشید یا کسی دوسرے حکمران، سائنس دان، فلسفی یا ریاضی دان کا حوالہ نہیں آتا۔

علماء امت ہی امت کے راہنما اور قائد ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”بنیادی صنعتیں چار ہیں باقی تمام ان چاروں کی طرف راجع ہیں۔ زراعت، حیاکۃ، عمارت، سیاست یعنی کاشتکاری، کپڑا بافی، مکان سازی اور انسانی سوسائٹی کی تنظیم وتنسیق یعنی انسانوں کی راہنمائی، قیادت اور نظم ونسق، فرماتے ہیں کہ ”پہلی تین

صنعتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور حواس عطا فرمائے ہیں اور چوتھی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے۔

(احیاء العلوم کتاب العلم)

لادین نظام اور لادین قیادتیں:

یہ دین کی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآن و سنت انسان کی انفرادی و اجتماعی راہنمائی کا نظام ہے جو اسلامی عقیدہ، اخلاق، معاشرہ کی تنظیم و تنسیق، معاشرت، معیشت اور تمدن کے اصول وضوابط پر مشتمل ہے۔ انسان کے لئے کوئی بھی راہنمائی قرآن وسنت کی راہنمائی کے مقابلے میں مردود ہے اور کوئی بھی قیادت جو قرآن وسنت کی تیار کردہ نہ ہو وہ نااہل اور مردود ہے۔

علماء کے لئے یہ بہت بڑا شرف ہے کہ وہ نبی ﷺ اور اس امت کے قائد ہیں۔ علماء کرام کے اس عظیم المرتبت گروہ میں شامل ہونے کے لئے پہلی شرط قرآن وسنت کا گہرا علم ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ
فی الدین (بخاری شریف)

جس شخص یا گروہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی گہری سمجھ عطا کر دیتے ہیں۔

علماء امت کا کارنامہ:

اسلام کا اعجاز ہے کہ اس نے ہر دور میں ایسے علماء تیار کئے ہیں جو دین کا گہرا علم رکھتے تھے، ہر شعبہ میں امت مسلمہ کی راہنمائی اور ادیان باطلہ پر اسلام کی برتری ثابت کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ انہوں نے ہر مشکل کا جواب دیا اور علمی میدان میں اسلام کی برتری ثابت کی۔ خود بھی اسلام پر شرح صدر کے ساتھ قائم رہے اور امت مسلمہ کو بھی قائم رکھا۔ انتہائی نامساعد حالات اور شدید آزمائشوں میں امت کے عقیدہ، اخلاق اور نظام کی حفاظت کی۔ امتِ مسلمہ خون کی ندیوں سے گزر گئی لیکن شیطان اور شیطانی قوتیں اسے راہ راست سے نہ ہٹا سکیں۔ اندلس میں مسلمان کا قتل عام ہوا، انقلاب روس میں انہیں تہ تیغ کیا گیا لیکن اسلام زندہ رہا اسے مٹانے کی کوئی صورت کامیاب نہ ہو سکی۔

یہ علماء امت کی تعلیم وتربیت کا اثر ہے کہ مسلمانوں کو اسلام، نبی ﷺ، قرآن وسنت اور اسلامی اقدار وروایات سے ایسا عشق ہے جسے کوئی شکست نہیں دے سکتا۔

یہ کارنامہ ایسے علماء نے سرانجام دیا جن کو اللہ تعالیٰ نے علمی گہرائی اور گیرائی عطا فرمائی تھی۔

پاک وہند کے علماء:

پاک و ہند کے علماء کو اس میدان میں دوسرے علماء سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ یہاں انگریز ڈیڑھ سو سال حکمران رہا وہ اپنے دور اقتدار میں اس بات میں تو کامیاب ہوگیا کہ معاشرے کے اجتماعی نظام پر اپنے شاگردوں کو فائز کر دیا۔ اجتماعی نظام بھی تبدیل کر دیا لیکن معاشرہ کو علماء نے انگریز کے اثرات سے محفوظ رکھا۔ عامۃ المسلمین اب بھی انگریزی نظام سے نفرت کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں انگریزی اور مغربی تہذیب و معاشرت کو اثر انداز نہیں ہونے دیا، مساجد و مدارس کے نظام نے دینی علوم کی حفاظت کی اور مسلمانوں کو عبادات اور معاشرت کے میدان میں انگریزی تہذیب سے مکمل طور پر محفوظ رکھا۔ علماء نے انگریز کے خلاف عظیم الشان تحریک آزادی برپا کی۔ انگریز نے دریائے شور میں ہزاروں علماء کو غرقاب کر دیا، صحراؤں میں زندہ درگور کیا، دور دراز علاقوں اور جزیروں میں پابندِ سلاسل کیا، اذیتیں دیں، لیکن ان کے پائے استقامت میں فرق نہ لا سکا۔

یہ ایذائیں اور مصائب تحریک آزادی کی شدت میں کمی نہ کر سکیں، علماء اور خطباء کے پرجوش، ولولہ انگیز، ایمان افروز خطبوں نے لوگوں کے لئے اپنے سینے چھلنی کروانا اور گردنیں کٹوانا آسان کر دیا۔ انگریز کے دور غلامی میں اللہ تعالیٰ نے برصغیر کے مسلمانوں کو ایسے خطباء عطا فرمائے جن کے خطبوں کو سن کر دریاؤں کی روانی تھم جائے اور طوفانوں کی رفتار رک جائے۔ یہ ان ہی خطباء کی شعلہ بیانی کا نتیجہ تھا کہ انگریز تحریک آزادی کے مقابلہ میں حوصلہ ہار گیا اور نکل جانے پر مجبور ہوا۔ لیکن جاتے جاتے وہ اس بات کا اہتمام کر گیا کہ اقتدار ایسے لوگوں کے پاس رہے جو اس کے نظام کو اس سے بہتر انداز میں چلائیں اور ان کے چلے جانے کے بعد بھی ان کی چاکری کر سکیں۔ یہ اس کا مراعات یافتہ طبقہ تھا جسے اس نے جاگیروں، عہدوں اور مناصب سے نوازا تھا اور اسے نظام کو چلانے کی عملی تربیت دیکر اپنی جگہ بٹھا دیا تھا۔

امت مسلمہ کو انگریز کی سیاسی، فکری اور تہذیبی غلامی سے نکالنا ایسے علماء کا کام تھا جن کو کتاب وسنت کے علوم میں رسوخ حاصل ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک شخص کو خود ایک بات پر شرح صدر اور اطمینان نہ ہو اور اس کے اپنے دل ودماغ میں اس کے لئے جذبہ نہ ہو تو وہ دوسروں میں اس کا جذبہ کیسے پیدا کر سکتا ہے۔ خود اس کے دل میں عشق کی آگ نہ بھڑکے تو دوسروں کے دلوں میں آگ کیسے روشن کر سکتا ہے۔ سرزمین پاک وہند میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے علم و حکمت کا جو شہر آباد کیا اس نے بڑے بڑے فقہاء، محدثین اور مفکر پیدا کئے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ، مولانا

اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اسی مدینۃ العلم کے اساطین ہیں اور مغربی تہذیب اور نظاموں کے تار و پود بکھیر دینے اور اسلامی نظریۂ حیات کو عالمی سطح پر میدان عمل میں کھڑا کر دینے والی شخصیت، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بھی اسی مدینۃ الحکمۃ سے آفتاب بن کر طلوع ہوئی جس کی تابانیوں سے سارا عالم فیض یاب ہو رہا ہے۔

مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ:

راسخ العلم علماء حق کی اس عظیم الشان جماعت میں جہاں ہزاروں کی تعداد میں محدث، مفسر، فقیہ اور خطیب پیدا ہوئے ان میں ایک عظیم المرتبت شخصیت جناب حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تبحر اور بلند پایہ علماء، فقہاء اور خطباء کی صحبت اور تربیت سے نوازا۔ جس کے نتیجے میں طالب علمی کے دوران ان کی علمی صلاحتیں سامنے آ گئیں۔ وہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کی نظروں میں نمایاں ہو گئے، تکمیل سے قبل ہی اسٹیج کی زینت بن گئے۔ عوام ان کی طرف دیکھنے لگ گئے، پھر طالب علمی کے دور سے لیکر وفات تک وہ تعلیم وتبلیغ اور دعوت و ارشاد کے میدان میں اپنی شیریں بیانی سے لوگوں کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے اور بھٹکنے والوں کو اس طرف کھینچنے میں لگے رہے۔

مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت:

تعلیم و تربیت کے لئے جذبہ اور اپنے موقف پر استقامت اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ایک شخص اپنے موقف کے لئے مضبوط دلائل رکھتا ہو۔ مولانا ضیاء القاسمی انہی علماء میں سے تھے جن کو اپنے مؤقف کی حقانیت پر اطمینان ہوا۔ وہ اپنے مؤقف کی طرف دوسروں کو کھینچنے اور قائل کرنے کے لئے کامل علمی رسوخ اور جوش وجذبہ رکھتے تھے۔ مولانا ضیاء القاسمی طالب علمی سے فراغت کے بعد دین کی ترویج واشاعت سے اس طرح وابستہ ہوئے کہ اس پر جم گئے اور عمر بھر اس کے لئے جوش وجذبے اور جرأت وہمت سے کام کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں، سامعین اور متاثرین کا پورے ملک میں ایک وسیع حلقہ پیدا کیا، جو ان کے ساتھ والہانہ وابستگی رکھتے تھے۔ ان کے لئے پروگرام ترتیب دیتے، ان کی تقاریر کے لئے لوگوں کو جمع کرتے تھے۔ اس طرح پاکستان کے گوشے گوشے میں انہوں نے لوگوں کو توحید وسنت اور اسلامی نظام سے والہانہ طور پر وابستہ رکھنے کے لئے جانفشانی سے کام کیا۔

مولانا کی خطابت وشیریں بیانی:

وہ مجلس میں جب بھی کسی موضوع پر بات کرتے لوگوں کو اپنی شیریں بیانی اور دلائل کی قوت سے قائل کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری اور مولانا غلام اللہ خان جیسے اکابر کے دور خطابت کے بعد جن علماء نے خطابت میں نمایاں مقام پیدا کیا ان میں مولانا ضیاء القاسمی نمایاں ہیں۔

دعوتی اور تحریکی خدمات:

انہوں نے اپنی خطابت کے ذریعہ ایک طرف مغربی تہذیب ونظریات کے طوفان کو روکا تو دوسری طرف ادیان باطلہ کے خلاف بھرپور جہاد کیا۔ قادیانیت اور پرویزیت کے خلاف جو عظیم جہاد برپا ہوا اس کے ایک بہت بڑے جیش کے قائد مولانا ضیاء القاسمی تھے۔ مولانا نے اپنی خطابت سے قادیانیت کے قلعہ پر ایسے حملے کیے کہ اسے مسمار کر کے رکھ دیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی کامیابی میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل:

مولانا ضیاء القاسمی نے اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعہ ملک کے اجتماعی نظام کو اسلام کے مطابق ڈھالنے میں اہم کردار ادا کیا۔ وہ تین مرتبہ کونسل کے ممبر رہے۔ اس دوران میں دستور پاکستان میں اسلامی دفعات شامل کی گئیں۔ تعلیمی، معاشرتی اور سیاسی اصلاحات کے لئے سفارشات پیش کی گئیں۔ فحاشی اور عریانی کو روکنے کے لئے ذرائع ابلاغ کی اصلاح بھی ان سفارشات کا حصہ ہیں۔ وہ وفات کے وقت بھی اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے، یہ ایسی سفارشات ہیں کہ انہیں نافذ کر دیا جائے تو ملک کا نقشہ تبدیل ہو جائے۔

تحریک نظام مصطفیٰ:

۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفیٰ برپا ہوئی تو مولانا ضیاء القاسمی صاحب نے اس میں نمایاں طور پر شرکت کی۔ انہوں نے سر پر کفن باندھ کر جلوس نکالا اور گرفتاری پیش کی، فیصل آباد میں جن علماء نے اس تحریک میں حصہ لیا اس میں مولانا محمد ضیاء القاسمی نمایاں ہیں۔

ملی یکجہتی کونسل:

مولانا نے مختلف تنظیموں کے پلیٹ فارموں سے دعوت وتبلیغ، اصلاح معاشرہ اور اسلامی نظام کے قیام میں حصہ لیا۔ زندگی کے آخری حصہ میں وہ سپاہ صحابہ کی سپریم کونسل کے چیئرمین تھے۔ اس دوران میں انہوں نے ملی یکجہتی کونسل کے اسٹیج سے ایک تاریخی ضابطۂ اخلاق

مدرسہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا للبنین والبنات
واقرأ نداء القرآن گلشن حدید

رئیس و مہتمم

فاضل اجل حضرت مولانا احسان اللہ ہزاروی مدظلہ

وکیل اہلسنت، خطیب پاکستان، رہبر شریعت

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

کی عظیم انقلاب انگیز خدمات کو خراج تحسین پیش کرتا ہے،

جنہوں نے علماء حق کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔

ماہنامہ "نور علیٰ نور" کو

خطیب دین وملت نمبر

شائع کرنے کی سعادت حاصل کرنے پر

ارتقاء دوام کی نیک تمناؤں کیساتھ دلی مبارکباد

مدرسہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا للبنین والبنات کراچی 49

اقرأ نداء القرآن، 70، گلشن حدید فیز 1

فون نمبر: 0201-714870-711625

مرتب کرنے میں حصہ لیا۔ انشاء اللہ یہ تاریخی دستاویز گروہوں میں اتحاد و یکجہتی کی مضبوط بنیاد اور عظیم دستاویز ثابت ہوگی۔

جماعت اسلامی اور مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ:

میرے علم کی حد تک مولانا ضیاء القاسمی کی خطابت حکیم حاذق کے شربت کی مٹھاس اور فاسد مادہ کو کاٹ کر پھینک دینے والے ڈاکٹر کا نشتر تھی۔ ان کی تقاریر سے مسلمانوں میں الفت ومحبت پیدا ہوتی تھی۔ وہ اپنے موقف کو احسن، موثر اور علمی انداز میں پیش کرتے تھے۔ اختلاف کرنے والوں کے خلاف بھی ایسی زبان استعمال نہیں کرتے تھے جس سے ان کی توہین وتحقیر اور تذلیل ہو۔

ایک زمانہ میں انہیں جماعت اسلامی کے ساتھ اختلاف رہا لیکن انہوں نے اسے بغض و عداوت اور قطع تعلق کی حد تک نہیں پہنچایا۔ ایک عالم دین کی شان یہ ہے۔ جس چیز کو صحیح سمجھے اس پر قائم رہے اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہے۔ اگر مولانا قاسمی نے جماعت اسلامی اور مولانا مودودی سے کسی وقت اختلاف کیا تو یہ ان کا علمی اور دینی حق تھا۔ مولانا نے اختلاف کے باوجود جماعت کے ساتھ اپنے تعلقات قائم رکھے۔ انہوں نے اختلافی میدان میں اخلاقی حدود کا لحاظ رکھا، ایسا انداز اختیار نہ کیا کہ باہمی میل ملاپ کی صورت ختم ہو جائے۔ آخری دور میں تو وہ جماعت اسلامی کی خدمات اور پالیسی سے بہت متاثر اور مداح تھے اور مجالس میں اس کا برملا اظہار کرتے تھے۔

جامعہ قاسمیہ:

جامعہ قاسمیہ ایک عظیم الشان درسگاہ ہے جس میں علوم اسلامیہ، عربی کی تعلیم کے ساتھ طلبہ کو ادیان باطلہ قادیانیت، پرویزیت و یہودیت، عیسائیت کے ہتھکنڈوں سے متعارف کیا جاتا ہے اور ان کو دعوت و تبلیغ کی تربیت دی جاتی ہے یہ جامعہ ان کی عظیم الشان یادگار اور صدقہ جاریہ ہے۔

مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے زندگی کے مختلف شعبوں میں ایسی گراں قدر اور تاریخی خدمات سرانجام دی ہیں کہ تادیر یاد رکھی جائیں گی اور ان کے اثرات دیرپا ہوں گے۔ ان کی دلآویز گفتگو، دلربا شخصیت اور اخلاق حسنہ دلوں میں ان کی یاد تازہ کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں معاف، خدمات قبول فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے وابستگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔

(آمین)

کچھ یادیں .... کچھ باتیں

رہبرِ مشفق .... مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاری حمید الرحمٰن ۔ سنٹرل ماڈل ٹاؤن چکلالہ راولپنڈی

صاحب مضمون مولانا حمید الرحمٰن صاحب طرز عالم وادیب اور مصنف وخطیب ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ۱۹۶۲ء میں مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ جامعہ قاسمیہ میں قرآن کریم حفظ کرنے والا میں پہلا طالبعلم تھا۔ یعنی حفظ قرآن کے بعد جب مولانا حمید الرحمٰن طالبان علوم دینیہ کے قافلوں میں شامل ہو رہے تھے اس وقت مولانا محمد ضیاء القاسمی ایک جواں سال خطیب اور پر جوش مبلغ کی حیثیت سے اپنے عہد کے بزرگ اور تحریکی پُر عزم خطباء اور دینی زعماء کی صفوں میں جگہ پا چکے تھے۔ اس لئے ان کا مضمون مولانا قاسمی کے طلوعِ شباب کے واقعات بھی بیان کر رہا ہے۔ پڑھئے اور ان کے لئے دعا فرمایئے۔ (مدیر)

ایک رعد، ایک برق، ایک صاعقہ اور ایک طوفان

حضرت سیماب اکبرآبادی مرحوم نے کہا تھا ۔

خاکِ پروانہ، رگِ گل، عرقِ شبنم سے
اس نے ترکیب تو سوچی تھی مگر دل نہ بنا

سنتے ہیں کہ سائنس دانوں نے قسم قسم کے ربوٹ بنالئے ہیں، مشینی انسان بنانے کیلئے کوشاں ہیں اور سائنس کی عجوبہ کاریاں آئے دن عالم انسانیت کو متحیر وانگشت بدنداں کر رہی ہیں۔ مگر کیا وہ ایک متحرک و جاندار اور متنفس و دھڑکنے والا صاحب دل انسان بھی بناسکیں گے؟ اگر ایسا ہوگیا تو لاریب آفرینش وتخلیق سے ان کا فاصلہ کچھ دور نہیں رہے گا۔ تاہم جب خلاق وفاطر کائنات نے خود ایسا کرنے کا ارادہ فرمایا تو پہاڑوں کی سنگینی، برقیات کی توانائی، طوفان کی شور انگیزی، آندھیوں کی بلا خیزی، بادلوں کی گرج گیری، اشجار کی بلند قامتی، صحراء کی وسعت آرائی، صبح کی بہار آفرینی، شام کی رعنا طرازی، دنوں کی بصیرت افروزی، راتوں کی سکون آوری، پھولوں کی لطافت شعاری، کلیوں کی نزاکت باری، بادِ صبا کا انکھیلہ پن، آبشاروں کا ترنم دل نواز، دریاؤں کا شور شرآسا اور سمندروں کی خاموشی طلاطم خیزی ان گنت متنوع پذیر و متضاد اشیاء کو یکجا کر کے ایک وجود بنایا اور پھر اسے ''محمد ضیاء القاسمی'' کا منفرد نام دے کر آسمان شہرت کی ثریا سے ہمکنار فرمایا اور چہار دانگ عالم میں ان کا ڈنکا بجادیا۔

صحیح تاریخ تو یاد نہیں مگر غالباً ۱۹۶۲ء تھا اور میری عمر کوئی سات آٹھ برس کی تھی، جب مجھے امام المناظرین حضرت مولانا عبدالستار تونسوی کے مدرسہ عربیہ محمدیہ، سوری لنڈ، ضلع ڈیرہ غازی خان میں داخل کرایا گیا اور وہاں سب سے پہلے یہ نام سمع نواز گوش ہوا۔ کچھ عرصہ بعد کوٹ ادو میں آگیا اور جن حافظ صاحب کے پاس قرآن مجید پڑھنا شروع کیا وہ علامہ دوست محمد قریشی علیہ الرحمۃ سے بیعت تھے۔ گو علامہ قریشی اس وقت احمد پور شرقیہ میں اقامت پذیر تھے مگر کوٹ ادو میں اکثر آنا جانا لگا رہتا تھا اور حضرت حافظ صاحب کے توسط سے ہی ان کے ساتھ عقیدت و نیاز مندی کا تعلق قائم ہوا جو آخر دم تک باقی رہا۔ علامہ موصوف چونکہ تنظیم اہل سنت کے رکن رکین تھے اور حضرت قاسمی تنظیم کے نورتنوں میں شامل۔ بنا بریں علامہ کی محفلوں میں بارہا آپ کا ذکر ہوا اور دھیرے دھیرے اپنے من کی نگری میں عقیدت و احترام کی جوت جگاتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ایک دن فیصلہ کرلیا کہ میں پڑھوں گا تو صرف قاسمی صاحب کے ہاں ہی پڑھوں گا۔ اور پھر چند دن بعد اس کی سبیل بھی نکل آئی۔ ہوا یہ کہ حضرت علامہ کے ایک نومسلم مرید عاشق حسین جو دائرہ رفض سے نکل کر اسلام کی آغوش میں آگئے تھے اور علامہ قریشی علیہ الرحمۃ کی زیر کفالت تھے، دنیوی تعلیم پڑھ رہے تھے۔ ایک کورس کے سلسلے میں زرعی یونیورسٹی لائل پور میں داخل ہوئے مگر حضرت علامہ کے ارشاد و فغاں کے تحت اقامت پذیر جامعہ قاسمیہ میں ہی رہے۔ ان کے برادران خورد میرے ہم ویس تھے اور وہ خود بھی لائل پور جانے سے پہلے میرے ساتھ پڑھتے رہے تھے۔ اس تعلق وشناسائی کے باعث میں کوٹ ادو سے لائل پور آگیا۔ یہ وہ زمانہ ہے جب لائل پور مبدل بہ فیصل آباد نہیں ہوا تھا اور جامعہ قاسمیہ نیا نیا ایک کرایہ کے مکان میں شروع کیا گیا تھا۔ مولانا قاسمی اپنی رہائش گاہ کے قریب ہی مدنی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیتے اور پُر زور مدلل انداز میں اہل بدعات کے بخیے اُدھیڑتے۔ جامعہ میں قاری خدایار صاحب ارشد مدرس تھے اور شاید دو تین بیرونی طالب علم بھی پڑھتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ مولانا کے دو صاحبزادے زاہد محمود اور خالد محمود اور ایک چھوٹے بھائی محمد ادریس تھے۔ ہم چھٹی کے وقت اکثر اکٹھے کھیلا کرتے تھے، میں نے جامعہ قاسمیہ میں قرآن مجید حفظ کیا اور سب سے پہلا طالب علم

حفظ کرنے والا میں ہی تھا۔ میرے زمانہ قیام میں دارالمبلغین کا اجراء ہوا تھا۔ بڑے بڑے اکابر علماء باطل فرقوں کا جواب سکھانے کے لئے مدعو کئے جاتے تھے اور ملک بھر کے دارالعلوموں کے منتہی طلباء فن مناظرہ پڑھنے آتے تھے۔ جن کے قیام کے لئے غلام محمد آباد میں صدر بازار کے قریب ایک کوٹھی کرایہ پر لی گئی تھی۔

گول مسجد کا معاملہ میری موجودگی میں پیدا ہوا اور اہل بدعات کی تمام تر شرانگیزیوں کے باوجود اللہ نے اہل حق کو کامرانی سے ہمکنار فرما کر حق کا بول بالا کیا تھا۔ وہ منظر اب بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے جب پیر وجوان، خورد و کلاں سب نے ایمان کی حرارت سے سرشار ہو کر حضرت قاسمی کی معیت میں رات کے وقت گول مسجد بنائی تھی اور شب بھر میں اسے پایہ تکمیل تک پہنچا کر صبح کی نماز باجماعت ادا کی تھی۔ مولانا قاسمی کا عالم شباب تھا اور ان کی سحر انگیز خطابت کا جوبن جب گول مسجد میں جمعۃ المبارک کا آغاز ہوا ہے تو خلقت مولانا کی مسحور کن تقاریر سننے کے لئے کھچی چلی آتی تھی۔ انہی دنوں محدث لائل پور کے بریلوی مکتبہ فکر کے متشدد پیشوا مولانا سردار احمد کراچی میں فوت ہوئے، ریل گاڑی کے ذریعے لائل پور لائے گئے اور انتقال کے تین دن بعد دفنائے گئے۔ جبکہ انہوں نے جامع کچہری بازار کے خطیب مولانا مفتی محمد یونس کے انتقال پر فتویٰ داغا تھا کہ چونکہ مفتی مرحوم کا جسد خاکی ایک رات گزرنے کے بعد دفنایا گیا ہے لہٰذا جن جن لوگوں نے ان کا جنازہ پڑھا ہے ان سب کا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ جبکہ یہاں مکافات عمل کے طور پر تین شب و روز بیتنے کے بعد تدفین عمل میں آئی تھی۔ بس پھر کیا تھا مولانا قاسمی نے ان کے خوب لتے لئے اور چوکوں، محلوں، بستیوں، قریوں میں اپنی شعلہ نوائی کے خوب جوہر دکھائے تھے مگر اہل بدعت کے پاس کوئی جواب نہ تھا اور مولانا قاسمی برابر قرآن وسنت کا پیغام بلند سے بلند تر کر رہے تھے۔ نتیجتاً کتنے لوگوں نے اپنا قبلہ درست کر لیا تھا اور شرک وبدعات کی غلاظت سے نکل کر توحید و تنزیہہ، تجرید وتفرید کی نظافت میں آ گئے تھے۔ مشہور شعلہ بیان مقرر مولانا امداد الحسن نعمانی خطیب برطانیہ اور سید ہارون شاہ وغیرہ متعدد حضرات جو مولانا سردار احمد کے ساتھ قربت قریبہ رکھتے تھے انہیں ایام میں تائب ہو کر حضرت قاسمی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت قاسمی صرف خوش اصوات وخوش آواز ہی نہیں، خوش بیان وخوش گلو بھی تھے۔ خوش اخلاق وخوش اطوار اور خوش اذراق، خوش مزاج وخوش مقال بھی تھے اور خوش گفتار وخوش کلام بھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایک عظیم انسان تھے۔ انسانی قدروں سے کماحقہٗ آشنا اور انسانیت کی مقتضیات سے بہرہ ور۔ اگر کلمۂ انسان کو اُنس سے مشتق مانا جائے تو لاریب مولانا انس و پریم کا پیکر اور حمیت ومحبت کا مجسمہ تھے۔ میں نے جب دس گیارہ ماہ کے مختصر عرصے میں قرآن مجید حفظ مکمل کیا تو آپ بہت خوش تھے، فرماتے تھے نہایت تزک واحتشام کے ساتھ تمہاری دستار بندی کریں گے۔ مگر میں نے اپنی صغرسنی وکم فہمی کی بنا، پر ان کے فرمان کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا اور انہیں بتائے بغیر اپنے وطن مالوف چلا گیا۔ تقریباً چھ سات ماہ بعد علامہ قریشی علیہ الرحمۃ کے حکم پر جو اب مستقلاً کوٹ ادو میں مقیم ہو گئے تھے، دارالعلوم عبیدہ کبیر والا میں جب ابتدائی صرف ونحو کی کتابیں پڑھنے کے لئے داخل ہوا ہوں تو معلوم نہیں مولانا کو کیونکر پتہ چلا کہ میں دارالعلوم میں ہوں۔ فوراً خط لکھا

''عزیزم حمید الرحمٰن! سلام مسنون

تم نے دارالعلوم میں داخلہ لے کر بہت اچھا کیا اس وقت پورے ملک میں اس سے بڑھ کر کوئی معیاری درسگاہ نہیں ہے۔ میں تم پر قطعاً ناراض نہیں ہوں، اگر کوئی ملال تھا بھی تو اب نہیں رہا۔ دل لگا کر پڑھنا اور اپنے اساتذۂ کرام کی تکریم و توقیر میں کمی نہ آنے دینا اور تازیست میری یہ بات یاد رکھنا، بے ادب بے نصیب اور باادب بانصیب ہوتا ہے۔ والسلام''

اور پھر چند دنوں بعد اس علاقہ میں تقریر کرنے آئے تو دارالعلوم میں بھی تشریف لائے اور شرف ملاقات سے مشرف فرمایا۔ کچھ مالی معاونت کی، شفقت آمیز نصیحتوں سے نوازا اور چلے گئے۔ میں دارالعلوم کبیر والا میں ۶۴۔۶۵ء دو برس زیر تعلیم رہا ہوں۔ اس دوران حضرت قاسمی کے حوصلہ افزائی پر مبنی نصیحت آمیز وشفقت انگیز سلام وپیام ملتے رہے اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے ڈھارس بندھاتے رہے۔ اسی عرصہ میں آپ نے پہلا سفر حج اختیار کیا ہے اور فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے بذریعہ ریل گاڑی پہلے لائل پور سے کراچی تشریف لے گئے اور پھر وہاں سے حجاز مقدس عازم سفر ہوئے۔ مجھے لکھا:

''عزیزم حمید الرحمٰن، سلام مسنون۔ اللہ کے دربار سے بلاوا آیا ہے، تمہارے قریب سے گزر ہوگا، اگر کوئی عذر مانع نہ ہو تو مل لیں''

میں مقررہ تاریخ کو خانیوال پہنچ گیا اور اسٹیشن کے قریب ہی مسجد میں میرے ایک ہم وطن طالب علم پڑھتے تھے ان کے ہاں قیام کیا اور رات کے پچھلے پہر گاڑی آئی تو مولانا کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کے اور بھی مداحین کافی تعداد میں آئے ہوئے تھے، یہاں تک کہ حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی علیہ الرحمہ بھی اخبار میں یہ خبر پڑھ کر کہ مولانا فلاں گاڑی کے ذریعے حج کی غرض سے کراچی جا رہے ہیں، خانیوال جنکشن اسٹیشن پر ہی ایک دوسری گاڑی پر سفر کرتے ہوئے

اتر گئے تھے۔ جب یہ دونوں لطیف طبائع و نفیس مزاج نفوس قدسیہ باہم گلے ملے ہیں تو تاروں بھری رات کا یہ گلے ملنا بھی کیا خوب تھا۔ حضرت قاضی صاحب گو بڑھاپے کی آخری حدوں کو چھوا چاہتے تھے مگر طبیعت کی شائستگی و مزاج کی شگفتگی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ اسی موقع پر کسی صاحب نے طرح دی تھی ''قاضی صاحب آپ تو الہڑ دوشیزاؤں کی طرح نخرے کرتے ہیں، اگر واقعتاً الہڑ دوشیزہ ہوتے تو معلوم نہیں کس قدر قیامت ڈھاتے اور قاضی صاحب نے فی البدیہہ کہا تھا

قدم رک رک کے رکھتی ہے کمر بل کھا ہی جاتی ہے
خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آ ہی جاتی ہے

حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے مولانا قاسمی کے گال تھپتھپاتے ہوئے فرمایا تھا ''بیٹا قاسمی حج کرنے جا رہے ہو تو صحیح معنوں میں حج کرنا، اس کے تقاضے پورے کرنا، صرف حاجی نہ بننا۔ اگر حج کی مقتضیات کو ملحوظ خاطر رکھ کر حج کرو گے تو ایک اچھے انسان بن کر واپس لوٹو گے اور حج کا مقصد وحید بھی انسان بنانا ہی ہے۔ یاد رکھو دنیا میں سب کچھ بننا آسان ہے مگر انسان بننا بڑا مشکل ہے اور پھر حضرت دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا سفرنامہ بعنوان ''سفر حجاز'' دیتے ہوئے فرمایا تھا اب تک اردو زبان میں حجاز مقدس کے جتنے سفر نامے لکھے گئے ہیں، میرے نزدیک یہ سب سے اچھا سفرنامہ ہے۔ میں نے بھی سفر مقدس کے دوران اسی سے استفادہ کیا تھا، تمہارے لئے بھی یہی لایا ہوں۔ اسے بار بار پڑھتے رہنا۔'' حضرت قاضی رحمۃ اللہ علیہ اتنا کہہ پائے تھے کہ گاڑی اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہوگئی اور ہم الوداع کہہ کر واپس آ گئے تھے۔

میں ۱۹۶۶ء میں لائل پور اس وقت کے مشہور مدرسہ اشرف المدارس میں آ گیا تھا اور تین برس اسی میں ہی زیر درس رہا۔ گاہ گاہ حضرت قاسمی کی زیارت کا شرف اور ان کی امامت میں جمعہ پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے گول مسجد جاتا رہا۔ آپ سے جب بھی ملنا ہوا، یہ تلقین ضرور فرمائی ''حمید بیٹے! خوب دل لگا کر پڑھو، ہر سو قحط الرجال کا دور دورہ ہے، پرانے چراغ ٹمٹما رہے ہیں اور ان کی جگہ لینے والے کسی طرف دکھائی نہیں دیتے۔ علامہ بننے کی دوڑ لگی ہے، مگر راسخین فی العلم کا قحط ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ طلباء کی اکثریت نقلی کی رو میں برباد ہو رہی ہے، مگر کب تک اور پھر آہ بھر کر کہتے:

''کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی۔''

۱۹۶۹ء کو میں دورۂ حدیث پڑھنے کے لئے جامعہ مدنیہ لاہور چلا گیا تھا اور کافی عرصہ تک مولانا سے ربط و واسطہ کا تعلق منقطع رہا۔ حتیٰ کہ دستار بندی و سند فراغت پانے کے مراحل بھی طے ہو گئے اور میں تجوید و قرأت کی تحصیل کے لئے حضرت قاری المقری خدا بخش علیہ الرحمہ کا تلمیذ بن گیا۔ اسی اثناء میں مولانا کا خط آیا ''عزیزم مولوی حمید الرحمٰن سلمہٗ، سلام مسنون۔ علامہ قریشی کی زبانی آپ کی فراغت کا پتہ چلا، مبارک ہو۔ میں فلاں تاریخ کو لاہور آ رہا ہوں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگر معمولات مانع نہ ہوں تو ظہر تا عصر رنگ محل میں جمعیت کے دفتر آ جاؤ، میں شدت سے منتظر رہوں گا اور تفصیلی باتیں عند الملاقات ہوں گی۔'' میں مقررہ تاریخ کو رنگ محل میں حاضر ہوا، مولانا اپنے مداحین کے جھرمٹ میں براجمان تھے۔ جیسے ہی مجھ پر نظر پڑی، کھڑے ہو گئے اور گلے لگا کر فرمایا، فارغ التحصیل ہونے پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد قبول کیجئے اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا میری خواہش تھی کہ تم جامعہ قاسمیہ میں درس و تدریس کا شغل اختیار کرو۔ ابتداء تم اس کے متدرس و متعلم رہے ہو اب مدرس و معلم بننے کی ابتداء بھی اس سے کرو۔ اگر میرا نہیں تو اپنی مادر علمی کا حق تو ضرور تسلیم کرو گے۔'' میں عرض پرداز ہوا، حضرت میں اپنی مادر علمی کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں اور آپ جیسے محسنوں کا بھی۔ مگر سچ یہ ہے کہ میں کسی طرح اپنے آپ میں جامعہ کی خدمت کرنے کی صلاحیت نہیں پاتا اور نہ ہی آپ کے اعتماد کو مجروح کرنے کی ہمت رکھتا ہوں۔ فرمایا یہ تمہارا حتمی فیصلہ ہے یا نظر ثانی کی امید ممکن ہے۔ میں نے کہا باوجودیکہ انسان کی کوئی سوچ بھی حتمی نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی فکر حرف آخر کا حکم رکھتی ہے۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کل میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور نہ ہی یہ جانتا ہوں کہ آنے والا کل مجھے نصیب بھی ہو سکے گا یا نہیں۔ تاہم اب تک کی سوچ یہی ہے جو یقیناً اٹل اور دو ٹوک کا درجہ رکھتی ہے اور یہ کہہ کر میں نے مولانا کے چہرہ پر نگاہ ڈالی تو غصہ و ناراضگی کے آثار ہویدا نظر آئے اور صرف اس قدر فرما کر خاموش ہو گئے، تم جا سکتے ہو۔ میری دعائیں تمہارے شریک حال رہیں گی، جہاں رہو خوش رہو، کامرانیوں سے ہمکنار رہو۔'' میں افسردہ خاطر اپنے مسکن واپس لوٹ آیا اور پھر برسوں تک ربط و ضبط کا سلسلہ منقطع رہا۔ یہاں تک کہ میرے قیام اسلام آباد کے دوران ایک دن صبح سویرے دروازے پر دستک ہوئی میں نے دروازہ کھولا تو مولانا عبداللہ شہید خطیب اسلام آباد اور حضرت قاسمی کو موجود پایا۔ فوراً زبان سے نکلا ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے

دوسرا مصرعہ دل کا دل میں ہی رہ گیا اور حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے گلے لگا کر کہا ڈیرے کے لوگ واقعی سنگ دل ہوتے ہیں۔ کتنا عرصہ بیت گیا ہے تم نے نہ تو اپنی خیریت سے آگاہ کیا ہے اور نہ ہی اپنے اتے پتے کی خبر دی ہے۔ اس پر حضرت شہید نے گرہ لگائی، ڈیرہ کے لوگ

واقعی سنگ دل بلکہ سراپا سنگ ہوتے ہیں مگر محمد عبداللہ کے سواء۔ میں نے اپنی بے اعتنائی کی معذرت چاہی اور اس عظیم المرتبت انسان نے ان الفاظ میں اپنی عظمت کا اظہار کیا کہ "مولانا میں کبھی بھی تم سے ناراض نہیں رہا، البتہ اپنی خواہش کے خون ہونے پر دکھ ضرور ہوا۔"

غرض حضرات شیخین کا کُٹیائے حمید کو اپنے قدوم فیض لزوم سے نوازنا، میرے لئے ایک بہت بڑا اعزاز تھا اور مزید عزت افزائی حضرت شہید کے اس ارشاد نے عطا کی۔ قاسمی صاحب میرے پاس تشریف لائے اور باتوں باتوں میں فرمانے لگے کہ اسلام آباد میں حمید الرحمٰن نامی ایک فاضل نوجوان رہتے ہیں، ایک عرصہ سے میں اس کی تلاش میں ہو مگر ہنوز اس کے مسکن کو تلاش نہیں کرپایا ہوں۔ میں نے کہا قاسمی صاحب میں اس فاضل نوجوان سے بھی واقف ہوں اور اس کے مسکن سے بھی۔ اتنا سننا تھا کہ قاسمی صاحب نے فرمایا مولانا آپ کے منہ میں گھی شکر، جتنا جلد ہوسکے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ بمشکل صبح کی نماز پڑھی اور آپ کے پاس چلے آئے، فرمانے لگے مجھے فلاں فلاں چیزوں کا پرہیز ہے اور حضرت قاسمی سے تم خود پوچھ لو۔ مگر میرے پوچھنے سے پہلے ہی حضرت قاسمی بول پڑے کہ پرہیز کے سلسلے میں ہم دونوں کے مابین قدر مشترک ہے۔ جو کچھ مولانا کے لئے تیار کرواؤ گے، ہم بھی اسی پر اکتفا کرلیں گے۔ مختصراً یہ کہ دونوں حضرات تقریباً اڑھائی تین گھنٹے میرے ہاں قیام پذیر رہے۔ چٹکلوں سے محظوظ فرماتے رہے اور پھر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد جب کبھی راولپنڈی اسلام آباد میں تشریف لائے ہیں میں شرف ملاقات سے ضرور بہرہ ور ہوا ہوں۔ جس وقت حضرت شیخ القرآن کا انتقال پُر ملال ہوا ہے تو حضرت قاسمی اپنے شیخ کے جنازے میں شریک ہونے کے لئے لیاقت باغ میں پہنچے، مجھے دیکھتے ہی ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے اور کھکھیائے ہوئے لہجے میں فرمایا، مولانا میں آج یتیم ہوگیا ہوں اور لگتا ہے کہ حضرت شیخ کے بعد میں بھی زیادہ دیر زندہ نہیں رہوں گا۔ میں نے عرض کیا نہیں حضرت آپ کا سایہ ہم جیسوں پر تا زیست سلامت رہے ۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

کچھ عرصہ بعد حضرت شیخ القرآن کے جانشین مولانا احسان الحق بھی فوت ہوگئے تو میں نے حضرت قاسمی کو اس حالت میں دیکھا کہ اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھے، چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور وہ چلبلاتی شگفتہ مزاجی مبدل بہ سنجیدگی ہوگئی تھی اور ایسے لگا جیسے خود کو ایک لمبے سفر کے لئے تیار کر رہے ہوں۔ خصوصاً جب تعلیم القرآن میں آخری بار تقریر کی ہے تو اشاروں کنایوں سے اپنے چل چلاؤ کی غمازی بھی کر رہے تھے اور اپنے ملنے والوں اور عقیدت مندوں کو ھذا فراق بینی و بینکم کا الوداعی پیغام بھی دیتے رہے۔ میں جب ملاقاتیوں کی بھیڑ میں آگے بڑھا ہوں تو مجھے گلے لگا کر آبدیدگی کے عالم میں فرمانے لگے، مولانا میرا وجدان کہتا ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ شاید اس کے بعد ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں، نہ پاسکیں۔ میں نے عرض کیا حضرت اس طرح کی باتوں سے ہمیں یاس وقنوط کے منجدھار میں مت ڈالئے۔ پہلے ہی تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم والا معاملہ ہے۔ کیا تم حقائق سے اعراض کرکے خود فریبی کا شکار نہیں ہورہے ہو۔ اس پر میں خاموش ہوگیا، پھر فرمایا میں نے آپ کی تصنیف لطیف "خلاصۂ مضامین سور القرآن رکوع بہ رکوع" پڑھی ہے۔ اس منفرد کاوش پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد دیتا ہوں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

اور ساتھ شکوہ بھی کیا کہ تم نے اس کا ایک آدھ نسخہ مجھے تحفتاً نہیں بھیجا۔ اگر تمہارے دل میں یہ بات ہو کہ میں نے بھی تو خطباتِ قاسمی تمہیں نہیں بھیجی، دراصل بات یہ ہے کہ میں نے عمداً ایسا نہیں کیا کہ تمہیں خطبات سے مناسبت نہیں ہے کیونکہ تم نے اپنا طرز جنوں اور ہی ایجاد کیا اور الگ ہی اپنی دنیا بسائی ہے۔ جبکہ تمہاری فکر کی کاوش پر ہر کہہ و مہہ کیلئے مشعل منور اور قندیل ہدایت ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت میں اپنی غلطی پر معذرت خواہ بھی ہوں اور شرمسار و نادم بھی۔ بہت جلد اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ آج کل اس کا دوسرا ایڈیشن چھپنے والا ہے، جونہی وہ زیورِ طبع سے مزین ہوکر منصۂ شہود پر آئے گا آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

اسی اثناء دوسرا ایڈیشن چھپا، منصۂ شہود پر آیا مگر میں اپنی فطری کسالت انگیزی کے باعث اس کی ترسیل سے قاصر رہا۔ سوچا کہ ڈاک کے بجائے خود فیصل آباد جاکر حضرت کی زیارت کا شرف بھی حاصل کروں گا اور کتاب بھی پیش کروں گا مگر ہیہات کہ اسی آج کل کے چکر میں ایک طویل عرصہ بیت گیا اور حضرت مولانا واپس نہ آنے والے سفر پر روانہ ہوگئے۔ رات کو پی ٹی وی نے خبر نشر کی کہ ملک کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی فوت ہوگئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ خبر سنتے ہی میں سر پیٹ کر رہ گیا اور ایسے لگا کہ میرے سر سے شفقت و انبساط کا سائبان ہٹ گیا اور میں واقعتاً یتیم ہوگیا ہوں۔ ٹھیک اسی طرح جیسے حضرت شیخ القرآن کے انتقال پر خود حضرت قاسمی نے فرمایا تھا، میں آج یتیم ہوگیا ہوں۔

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت وغم، اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

☆☆☆

خدا ترس اور باوفا

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد صابر نقشبندی حال وارد لیڈز انگلستان لینڈ برکی
خطیب جامع مسجد محمدیہ منصور آباد فیصل آباد

سردی کا موسم تھا اور میں پسینے میں شرابور ہمہ تن گوش وعظ سن رہا تھا۔ جذبات کچھ اس طرح تھے کہ گویا خطیب نہیں میں خود وعظ کر رہا ہوں۔ خطیب جوشِ خطابت میں تلاوت کرتا تو میرا حال بھی خطیب جیسا ہو جاتا، خطیب شعر پڑھتا تو یوں لگتا کہ میں خود شعر پڑھ رہا ہوں، خصوصاً حضرت سلطان العارفین کا عارفانہ کلام

تِنے تربوز کدی نہیں ہوندے
بانھویں توڑ مکے لے جائیے ہو

کچھ ایسے انداز سے پڑھا کہ تِنے کو توڑا، بریف کیس میں بند کیا، خطیب اُسے کراچی لے گیا، وہاں بریف کیس سے نکالا، دیکھا تو وہ اسی طرح کڑوا تھا۔ شکل میٹھے خربوزے جیسی، فطرت کڑوی زہر جیسی، وہاں سے خطیب بحری جہاز پر سوار ہوا، جدہ پہنچا، وہاں بھی تِنے سے سوال وجواب کا سلسلہ شروع ہوا لیکن تِناں وہاں بھی کڑوا زہر یلا تھا، پھر خطیب اُسے مکہ مکرمہ لے گیا وہاں تِنے نے زہر اگلا اور کہا (میری اتھے ہوندی نہیں) یعنی میری امام کعبہ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ خطیب بیان کرتا جا رہا تھا لیکن میں سوچ رہا تھا کہ یہ تِناں کیا بلا ہے، وہ بتانا چاہتے تھے کہ بدعتی اگر مکہ مکرمہ جا کر بھی توبہ نہ کرے تو اپنی بجائے حرمین شریفین کو برا کہتا ہے، اس کی اگر مسجد نبوی کے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو ہماری اس بدعتی مُلا کے پیچھے کیسے ہو سکتی ہے۔ سردیوں کی طویل راتوں میں غالباً بارہ یا ایک بجے جلسہ ختم ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اچانک آنکھ کھل گئی ہو تو میں ۱۸/ بلاک سرگودھا میں مولانا امیر محمد صاحب کے مدرسہ کی جلسہ گاہ میں بیٹھا تھا اور یہ خطیب تھے حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی۔ جنہیں آج مرحوم لکھتے ہوئے غم کے آنسو روتا ہوں۔ یہ غالباً ۱۹۶۱ء یا ۱۹۶۲ء کی بات ہے، اس وقت میں سرگودھا کے چک ۲۷ میں رہائش پذیر اور مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ چوکیرہ میں پیر طریقت سید احمد شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ ابتدائی فارسی کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ تقریر کچھ اس محویت سے سنی کہ گاؤں جا کر اسی انداز اور جوش وجذبے کے ساتھ مسجد کے نمازیوں کو من وعن سنائی اور خوب داد پائی۔

پھر سلسلہ تعلیم جب لائل پور موجودہ فیصل آباد میں شروع کیا تو مولانا عبدالرشید انصاری، مولانا قاری محمد الیاس، مولانا اکرام الحق صدیقی (حال مقیم جدہ) مولانا شبیر احمد اور دیگر ہم سبق ساتھیوں کی وساطت سے حضرت مولانا قاسمی صاحب سے شناسائی ہوئی، جو رفتہ رفتہ بے تکلف دوستی کا روپ دھار گئی۔ پھر جب جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے حضرت قاسمی صاحب نے ۷۰۔۶۹ عیسوی میں انتخابات میں حصہ لیا تو بحیثیت خادم جمعیت علماء اسلام (یہ سعادت بھی مولانا انصاری صاحب کے ذریعہ نصیب ہوئی کہ انہوں نے مجھے جمعیت کا بنیادی رکن بنایا) سفر وحضر، جلوت وخلوت کی مجالس میں حضرت کا ساتھ رہا۔ حضرت مولانا تنظیم اہل سنت کے جنرل سیکریٹری رہے تو میں جنرل سیکریٹری فیصل آباد رہا۔ حضرت نے سواد اعظم اہلسنت کا بیڑا اٹھایا تو راقم اس میں بھی شامل تھا۔ غرضیکہ حضرت قاسمی صاحب سے قریبی تعلق رہا، انتخابات کے دنوں میں نے پرچم جمعیت پر نظم لکھی

بن آیا اے جھنڈے لگانے دا ویلا
سُتی قوم تائیں جگانے دا ویلا
کالی پنج پٹی چٹی چار لاوے
تے پھر پرچم نبوی واہ واہ لہرا دے

انہیں دنوں استاد محترم حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ نے پرچم نبوی پر ایک پمفلٹ لکھا۔ کیسا عجیب دور تھا کہ ہر ساتھی انتہائی اخلاص کے ساتھ آئین شریعت کے نفاذ کے لئے کوشاں اور بے قرار تھا۔ حضرت مولانا محمد اختر صاحب صدیقی حال مقیم کمالیہ کمال دیوانگی کے ساتھ جمعیت کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔ جھنڈے گھر گھر لگانے کی مہم میں حاجی ضیاء الدین صاحب نے بہت محنت کی، میں جھنڈے تیار کرتا اور حاجی صاحب گھر گھر پہنچاتے تو وہاں میں نے پرچم نبوی پر نظم لکھی تو مولانا ضیاء القاسمی کی چونکہ عادت شریفہ تھی کہ اپنے پیاروں کے لئے الٹے نام ضرور رکھا کرتے تھے، جس کا وہ لوگ جن کے نام رکھے جاتے وہ بھی برا نہیں مناتے تھے بلکہ الٹا محظوظ ہوتے۔ برادر مولانا انصاری کا نام ان کی ذہانت اور سیاسی بصیرت کے حوالے سے مولوی فرید رکھا تھا، مولوی فرید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نظام الاسلام پارٹی کے جنرل سیکریٹری تھے تو حضرت نے میرا نام جھنڈے والی نظم کی نسبت سے ''مولوی جھنڈا'' رکھا پھر کچھ دنوں بعد چھٹے شاہ اور ملک وبیرون ملک کی ملاقاتوں میں اکثر اسی نام سے پکارتے۔ حالانکہ لوگ الٹے نام سے چڑتے ہیں لیکن قاسمی صاحب کے یوں پکارنے کا لطف ہی کچھ اور تھا،

اب وہ آواز ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی۔

اب ڈھونڈا نہیں چراغ رخ زیبا لے کر
بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

حضرت قاسمی صاحب مرحوم یاروں کے یار تھے اور احباب کی بہتری کے لئے ہمیشہ فکر مند رہا کرتے تھے اور دوستوں کو خوش رکھنے کے لئے کوشاں بھی، جب کوئی نیا خطیب بہتر انداز خطابت اختیار کرتا تو اس کی حوصلہ افزائی کرتے اور پھر اسی ضرورت کے پیش نظر خطبات قاسمی شائع کروائی۔ اس حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ آج اکثر خطیب اپنی تقاریر میں یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہیں کہ ہم نے خطابت کا فن حضرت قاسمی صاحب سے سیکھا، اگرچہ ان جیسی خطابت آج تک کوئی اپنا نہیں سکا لیکن پھر بھی حضرت قاسمی صاحب کی جھلک اکثر جگہ سننے میں آتی ہے۔ جب شروع شروع میں شرک وبدعت کے رد میں سلسلۂ تقاریر شروع ہوا تھا مجھے یاد پڑتا ہے کہ کلام حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ خوب وجد کے ساتھ پڑھا کرتے اور مخالفین کی طرف اشارہ کرکے اکثر یہ اشعار موقعہ کی مناسبت سے پڑھتے

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانہ میں

اور یہ بھی کہ

انہی کی محفل سنوارتا ہوں
چراغ میرا ہے رات ان کی
انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی

عقیدہ توحید کے حق میں اور شرک وبدعت کے رد میں جو جہاد شروع کیا وہ آخری دم تک جاری رکھا۔ دم واپسیں قریب بیٹھنے والے صاحبزادگان اور حضرت کے معالج گواہ ہیں کہ دوا کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا اب دوا کا وقت ختم ہو چکا ہے، اب تو دعا کا وقت ہے اور پھر سب کو گواہ کرکے فرمایا اور ہاتھ اٹھا کر کہا یا اللہ! یہ لوگ گواہ ہیں کہ میں نے پوری زندگی تیری توحید کا پرچم بلند کئے رکھا اور آج جبکہ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہوں تو تیری وحدانیت کا نعرہ بلند کرتا ہوں، پھر کلمۂ شہادت پڑھا اور پاس بیٹھنے والوں کو گواہ بنا کر دعا کی کہ یا اللہ اپنی توحید کی علمبرداری کے صدقے میں مجھے موت کی سختی سے محفوظ رکھنا۔ بقول ڈاکٹر صاحب کے قاسمی صاحب جس جوانمردی سے زندہ رہے، اسی ہمت حوصلے اور بہادری سے موت کو خوش آمدید کہا۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

خدا جانے زیرِ زمیں ماجرا کیا ہے
آئے دن لوگ تہہ خاک چلے جاتے ہیں

......

تمہاری شکل ہی دھندلا گئی نگاہوں میں
پڑے ہوں آنکھ میں آنسو تو کیا نظر آئے

اگست ۱۹۹۶ء میں انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ لندن کی دعوت اور پھر لیڈز کی مرکزی مساجد کے سنگ بنیاد میں حضرت قاسمی صاحب کی رفاقت نصیب ہوئی۔ رچڈیل میں حضرت محمد اکرام صاحب اور لیڈز میں حافظ حسن محمد صاحب، موجودہ پرنسپل الحسن ایجوکیشن سینٹر کی دعوت پر آنا ہوا۔ پیر طریقت خواجۂ خواجگاں حضرت مولانا خان محمد صاحب کندیاں شریف اور شیخ طریقت حضرت مولانا پیر عبدالحفیظ صاحب مکی، مولانا ضیاء القاسمی، مولانا امداد الحسن نعمانی کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء موجود تھے۔ اس سفر میں کئی مقامات پر مجھے علیحدگی میں حوصلہ دیتے ہوئے فرمایا میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتاؤ، کہیں مجھ سے ناراض تو نہیں ہو، مجھ سے کوئی زیادتی تو نہیں ہوئی۔ یہ تھا ان کا دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کہ کسی دوست کو پریشان یا ناراض دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

اسی سلسلہ میں اس سے پہلے مجھے کاغذات حاصل کرنے کے لئے غلام محمد آباد در دولت پر حاضری کی ضرورت ہوئی، سخت گرمی میں، دوپہر کے وقت اوپر کتب خانہ والی گیلری میں مصروف مطالعہ تھے، وہیں بلا لیا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ ملاقات پر پابندی ہونے کے باوجود احقر کو ملنے سے انکار نہیں کرتے تھے۔

اور اکثر فرماتے کہ اگر خادم تیرا نام نہ لیتا تو میں بالکل نہ آتا۔ تیرے لئے آیا ہوں، خیر میں گیلری میں حاضر ہوا، میرا بیٹا حافظ محمد طلحہ بھی ساتھ تھا، بیٹے کو دیر تک نصیحت فرماتے رہے، تعلیم مکمل کرنے پر زور دیتے رہے، جس کا نتیجہ ہے کہ حافظ صاحب بحمد اللہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں اس سال دورہ کر رہے ہیں، جس کا اجر یقیناً مولانا ضیاء القاسمی مرحوم کے نامۂ اعمال میں ضرور جائے گا۔

وعظ وتقریر......ذریعۂ نجات

ایسی نصیحتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بہت سے واقعات میں سے ایک موقعہ پر مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ مولوی صابر! تقریروں، جلسوں، وعظ ونصیحت کی مجالس میں شرکت کے باعث مجھے اپنی بخشش کا یقین کامل ہوگیا ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ راولپنڈی میں جلسہ سے فارغ ہوا تو ایک شخص ہجوم کو چیرتا ہوا مہمان خانہ میں ہمارے پاس پہنچا، سلام کے بعد کہنے لگا کہ قاسمی صاحب میں آپ کو مبارکباد دینے آیا ہوں کہ آپ کی کئی سال پہلے تقریر سن کر ہمارا مکمل گھرانہ شرک و بدعت سے توبہ کرکے پکا توحیدی ہوگیا۔ اس کا اجر آپ کے نامۂ اعمال میں جائے گا۔ فرمانے لگے مولوی صابر وعظ وتقریر کسی قیمت پر ترک نہ کرنا یہ جنت میں جانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

وفات سے چند ماہ قبل ڈاکٹروں نے مکمل آرام کرنے کو کہا، لیکن حضرت کسی غیبی اشارے

اور بشارت کے پیش نظر زمانۂ شباب کی طرح جلسوں میں وقت دینے لگے اور آپ کی تقریروں میں وہ پہلے والا جوش و جذبہ نظر آنے لگا۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ بیس پچیس سال پہلے والا قاسمی بول رہا ہے۔ ان دنوں علماء کے ساتھ مل بیٹھنے اور علماء دیوبند کے اتحاد کے لئے اکثر فکر مند رہتے تھے۔ آخری ایام میں مولانا کے عزیز خاص حافظ محمد ناصر کے ہاں ایک ملاقات کا اہتمام کیا گیا جہاں مولانا کے ساتھ راقم الحروف کے علاوہ حضرت مولانا قاری محمد الیاس، حضرت مولانا قاری محمد یونس اور حضرت مولانا قاری عبدالرحیم بلوچ، مولانا محمد رفیق جامی، حاجی شبیر احمد عثمانی، حاجی محمد اکرم بیگ، ، میزبان حافظ محمد ناصر، حافظ محمد طاہر اور حافظ محمد اکرم، محمد حفیظ و دیگر احباب شریک تھے۔ مجلس رات گئے تک جاری رہی۔ علماء کی باہمی مجالس کی کمی کا رونا روتے رہے۔

آخر میں حافظ صاحب اور حاجی محمد اکرم بیگ کو حکما اور تاکیداً فرمایا کہ بہت جلد شہر کے علماء کی ایک دعوت کا اہتمام کرو، مجھے سب حضرات سے ملنے کے لئے بے چینی لگی ہوئی ہے، میں سب سے کچھ ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں، ساتھیوں نے حامی بھی بھرلی اور عنقریب ایسی ملاقات کا وعدہ بھی ہوگیا۔ لیکن کسے معلوم تھا کہ مولانا اپنی زندگی میں وہ مجلس نہ دیکھ پائیں گے۔ کہنا پڑتا ہے

دفنانا دیکھ بھال کے حسرت زدہ کی لاش
لپٹی ہوئی کفن سے کوئی آرزو نہ ہو

یہ چند سطریں بار بار کے انقطاع کے بعد صفحۂ قرطاس پر رقم ہوسکیں کیونکہ جب بھی حضرت پر کچھ لکھنے بیٹھتا تو دل بے قابو ہوجاتا کیونکہ میرا حضرت کے ساتھ جو تعلق تھا وہ میں ہی جانتا ہوں۔

علماء کی وہ مجلسیں جن کا اوپر ذکر ہوا حضرت کے انتقال پر ملال کے بعد بحمد اللہ شروع ہوگئیں۔ تنظیم العلماء اہل سنت والجماعت حنفی و دیوبندی فیصل آباد کا قیام عمل میں آ گیا، جس میں جانشین خطیب دین وملت حضرت صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی، حضرت کی نمائندگی کا بھرپور حق ادا کر رہے ہیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا محمود قاسمی حضرت صاحبزادہ کے ساتھ جامعہ قاسمیہ کی ذمہ داریوں میں مصروف ہیں۔ جبکہ صاحبزادہ طاہر محمود قاسمی فری ڈسپنسری کے ذریعے انسانی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں اور حضرت کی صاحبزادیاں بھی اپنی اپنی جگہ خدمت دین وملت میں مصروف ہیں جو یقیناً مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ یہی نہیں بلکہ عالم اسلام اور خصوصاً پاکستان میں کتنے لوگ ہیں جنہیں آپ کی وجہ سے ہدایت نصیب ہوئی۔ یہ سب کا سب حضرت مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ ان سے محبت اور ان کی یاد منانے کا بہترین ذریعہ اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان کے صالح اعمال کو اپنایا جائے اور صراط مستقیم کو اختیار کیا جائے۔ اللہ توفیق بخشے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

جان بھی دے سوی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ ارتحال

خوش الحانی اور ولولہ انگیز خطابت کے سلسلے کی اہم کڑی ٹوٹ گئی

گلشن امیر شریعت کا چہچہاتا بلبل ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا

علامہ مجاہد الحسینی ۔ مدیر ماہنامہ صوت الاسلام ۔ فیصل آباد

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اللہ ﷺ کا ارشاد اقدس ہے وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا ○ کہ بیان اور خطابت میں بھی جادو جیسی اثر خیزی ہے۔ اس اعتبار سے امت مسلمہ کے مختلف ادوار میں بڑے بڑے سحر بیاں اور ولولہ انگیز خطیب اور مقرر اپنے جوہر خطابت کے گہرے اثرات معاشرے پر مرتب کر چکے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے صفحات پر بہت سی شخصیات میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا ابو الکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، بہادر یار جنگؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، اور آغا شورش کاشمیریؒ کے اسماء گرامی سرفہرست نظر آتے ہیں، صف اول کے ان مثالی خطباء اور مقررین کے بعد جن نوجوانوں نے ان عظیم شخصیات سے اکتساب فیض کیا اور خوشہ چینی کے صحیح حقدار ثابت ہوئے ان میں سے دو نمایاں، خطیب مولانا محمد لقمان علی پوریؒ اور مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ یکے بعد دیگرے گزشتہ دنوں داعی اجل کو لبیک کہہ کر داغ مفارقت دے گئے

اناللہ وانا الیہ راجعون

ان میں سے مولانا ضیاء القاسمیؒ کا انداز خطابت جوش وجذبے سے بھرپور اور دلائل و براہین کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ انہوں نے عام فہم انداز خطابت سے عوام کے دل ودماغ پر گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

مولانا ضیاء القاسمیؒ مشرقی پنجاب کے مردم خیز علاقے جالندھر کے ایک گاؤں میں ۱۹۳۷ء کو پیدا ہوئے۔ ایام طفلی میں ہی قیام پاکستان کا مرحلہ آگیا تو ہجرت کر کے پاکستان میں ضلع لائل پور کی تحصیل سمندری کے ایک قریہ میں آباد ہو گئے ان کے والد مولانا عبدالرحیم صاحب چونکہ قیام پاکستان کے وقت ہی وفات پا گئے تھے اس لئے والدہ ماجدہ نے اپنے وسائل کے مطابق سمندری کے اسی چک میں ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا۔ بعد ازاں دینی تعلیم کے حصول کے لئے لائل پور کی معروف دینی درسگاہ مدرسہ اشاعت اسلام میں داخل ہو گئے اور حضرت مولانا مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل کے حضور زانوئے ادب تہہ کیا پھر دار العلوم کبیر والا ضلع ملتان میں چلے گئے وہاں پر دار العلوم فیصل آباد کے موجودہ شیخ الحدیث مولانا محمد ظریف صاحب مدظلہ اور مولانا قاری محمد حنیف ملتانی مرحوم کی رفاقت اور ہمدرسی میں حصول تعلیم کے بعد مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں مولانا عبدالخالق اور مولانا مفتی محمودؒ کی شاگردی میں درس نظامی کی تکمیل کی تھی۔ پھر دیو بند میں جا کر شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔

ملتان ڈویژن میں بڑے بڑے جاگیرداروں کے نظری وفکری رجحانات کے چونکہ معاشرے پر گہرے اثرات کے علاوہ یہ علاقہ کسی دور میں قرامطہ کا دار الحکومت رہ چکا ہے اس لئے فرقہ وارانہ کشمکش کے سائے ہمہ گیر ہیں، اہل سنت والجماعت کے عقائد ونظریات کی تبلیغ اور تحفظ ناموس صحابہؓ کے سلسلے میں تنظیم

اہلسنت اس علاقے کی موثر دینی تنظیم تھی، ڈیرہ غازی خاں کے معروف زمیندار سردار احمد خاں پتافی کی قیادت اور مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری کی نظامت میں یہ تنظیم دینی حلقے خصوصاً دینی مدارس کے علماء طلباء میں بے حد مقبول تھی، مولانا ضیاء القاسمی نے شعوروآگہی کی آنکھ چونکہ ملتان کے اسی ماحول میں کھولی تھی اس لئے مدرسہ قاسم العلوم ملتان سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری کی تنظیم اہلسنت کے مبلغ کی حیثیت سے سرگرم عمل ہو گئے۔ ادھر ملتان ہی میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی امارت و قیادت میں مجلس احرار اسلام اور مجلس تحفظ ختم نبوت فرقہ باطلہ کے خلاف محاذ آرائی میں منفرد اور یگانہ روزگار تھیں جن کے پروگرام کے مطابق احرار کے نامور اور شعلہ نوا خطباء اور ولولہ انگیز مقرروں کی آمدورفت رہتی تھی مولانا ضیاء القاسمی نے ان سے بھی اکتساب فیض کی سعادت پائی تھی، اس دور میں تنظیم اہلسنت کے نامور مقرروں عموماً میں مولانا دوست محمد قریشی" علامہ خالد محمود، مولانا قاری لطف اللہ رشیدی، مولانا عبدالشکور دین پوری" اور مولانا سید عبدالمجید ندیم کے نام خصوصاً قابل ذکر ہیں، مولانا ضیاء القاسمی بھی اس صف کے نامور خطیب اور مقرر شمار ہوتے تھے۔

بعد ازاں جب شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خاں" کی موحدانہ خطابت کی اثر انگیزی اور مقبولیت میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوا تو مولانا ضیاء القاسمی بھی مبلغین توحید کے شانہ بشانہ شریک کاروان ہو گئے اس محاذ پر مولانا قاسمی" صاحب نے شرک اور بدعت کی تردید میں اپنی ساحرانہ خطابت کے جوہر خوب خوب دکھائے اور پورے ملک میں آپ کی شخصیت آفتاب کی طرح روشن اور جلوہ گر ہوگئی۔

میدان سیاست میں

۱۹۷۱ء میں جب عام انتخاب کا مرحلہ آیا تو مولانا ضیاء القاسمی" نے جمعیت علماء اسلام کے سرگرم رہنما کی حیثیت سے میدان سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا چنانچہ جماعت نے انہیں قومی اسمبلی کی رکنیت کے لئے اپنا نمائندہ نامزد کر دیا۔ جس میں ان کا جماعت اسلامی کے رہنما اور اتحاد العماء پاکستان کے بانی صدر مولانا مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل شیخ الحدیث، مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور اور پیپلز پارٹی کے رانا مختار احمد اور دیگر جماعتوں کے نمائندوں سے خوب مقابلہ ہوا جس میں پیپلز پارٹی کے رانا مختار احمد کامیاب ہو گئے اور مولانا مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل اور مولانا ضیاء القاسمی دونوں الیکشن میں شکست کھا گئے۔ دونوں استاد شاگرد کی شکست کو تمام دینی حلقوں نے باہمی خلفشار اور عدم مفاہمت کا ثمر قرار دیتے ہوئے سخت برہمی اور مایوسی کا اظہار کیا تھا نتیجۃً مولانا قاسمی" نے سیاسی سرگرمیاں ترک کر کے اپنے آپ کو تبلیغ اور تردید شرک وبدعت کے لئے مخصوص کر لیا تھا جس پر سختی کے ساتھ عمل پیرا رہے۔

اسلامی مشاورتی کونسل کی رکنیت

۱۹۷۱ء کے عوامی انتخابات کے دوران جب ذوالفقار علی بھٹو نے اسلامی سوشلزم کو اپنی معشیت کی بنیاد قرار دینے کا نعرہ بلند کیا تھا تو مولانا احتشام الحق تھانوی" اور ان کے ہمنوا جلیل القدر علماء کرام نے اس کے خلاف زبردست تحریک چلائی تھی ان دنوں صرف جمعیۃ علماء اسلام کے دو رہنما مولانا مفتی محمود" اور مولانا غلام غوث ہزاروی" ہی ایسے تھے جن کی زیر قیادت علماء کرام کی بڑی تعداد نے اسے اسلام اور کفر کی جنگ کے بجائے ایک معاشی مسئلہ قرار دے کر بھٹو صاحب کے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں بھٹو صاحب نے مفتی محمود صاحب" کے حلقہ انتخاب سے عملاً دستبرداری اختیار کر کے مفتی صاب" کیلئے قومی اسمبلی کی نشت کی راہ ہموار کر دی اور وہ کامیاب ہو گئے تھے اسطرح جب پیپلز پارٹی برسراقتدار آئی تو ابتداً مفتی محمود صاحب کی تندوتیز تنقید کے باعث بھٹو حکومت کے لئے کافی پریشانی اور مشکلات پیدا ہوگئی تھیں حتیٰ کہ قومی اسمبلی کے ایک اجلاس میں مفتی صاحب کی تنقید برداشت نہ کرتے ہوئے انہیں بزور طاقت اسمبلی سے نکال باہر کرنے سے بھی

گریز نہ کیا گیا تھا۔

مولانا کوثر نیازی ان دنوں چونکہ وزارت مذہبی امور کی کرسی پر براجمان تھے اور مولانا ضیاء القاسمیؒ کے جوش خطابت اور ان کی خطیبانہ یلغارؒ کے سخت خائف تھے انہوں نے مولانا قاسمیؒ کو اسلامی مشاورتی کونسل کا رکن نامزد کرنے میں ہی عافیت سمجھی چنانچہ مولانا قاسمی نے اپنی بے پناہ صلاحیتوں کا ایسا مظاہرہ کیا کہ انہیں یکے بعد دیگرے تین مرتبہ اسلامی مشاورتی کونسل کا رکن نامزد کرنے کا اعزاز عطا کیا گیا تھا۔

سپاہ صحابہؓ کی قیادت

مولانا محمد ضیا القاسمیؒ نے دینی تعلیم سے فراغت کے بعد چونکہ سب سے پہلے تنظیم اہلسنت پاکستان کے پلیٹ فارم سے ملی سرگرمیوں کا آغاز کیا تھا اس لئے جب ایرانی انقلاب کے ردعمل کے طور پر پاکستان میں مولانا حق نواز جھنگوی شہید کی زیر قیادت سپاہ صحابہؓ کے نام پر ایک نئی دینی جماعت موثر طور پر معرض وجود میں آئی اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کا دائرہ اثر پورے ملک کو محیط اور ہمہ گیر ہو گیا تو مولانا ضیاء القاسمیؒ بھی اس تنظیم میں شامل ہو گئے اور انہیں اس تنظیم کی سپریم کونسل کا چیرمین مقرر کر دیا گیا سپاہ صحابہؓ کی تنظیم ناموس صحابہ اہل سنت کے تحفظ کے جذبات صادقہ سرشار اور دینی وملی غیرت و حمیت کی آئینہ دار ہے ایسی امن پسند تنظیم کی قیادت مولانا ضیاء القاسمیؒ نے جس دانشمندی، سلیقے اور ملک و ملت کے مفادات ملحوظ رکھ کر انجام دی ہے اس کے مخالف وموافق سب معترف ہیں اور مولانا کی ذات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں خصوصا آپ نے فرقہ وارانہ تلخی اور باہمد گر کشمکش ختم کرنے کے سلسلے میں جو ضابطہ اخلاق مرتب کرایا اور اس پر فریقین کے تصدیقی دستخط کرائے تھے وہ لائق تحسین کارنامہ ہے۔

مولانا قاسمی کی تصانیف مولانا ضیاء القاسمی جہاں ایک شعلہ بیان خطیب اور مقرر تھے وہاں سلجھے ہوئے انشاء پرداز اور مصنف بھی تھے ان کی ضخیم تصنیف خطبات قاسمی پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جسمیں مولانا نے اپنی تقادیر یکجا کر کے شائع کی ہیں یہ کتاب جمعہ اور دیگر عوامی اجتماعات میں کی گئی تقاریر پر مشتمل ہے یہ مجموعہ نوجوان خطیبوں اور مقرروں کے لئے خصوصی دلچسپی اور استفادے کا موجب ہے۔

علاوہ ازیں مولانا قاسمی صاحبؒ نے موافقات عمرؓ اور بنات الرسول ﷺ کے زیر عنوان کتابچے بھی شائع کئے ہیں جن میں نہایت مدلل انداز میں امیر المومنین حضرت فاروق اعظم عمر خطابؓ کی ان تجاویز کا حوالہ ہے جو وحی الہی کے مطابق ہیں اور حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی چاروں لخت جگر بیٹیوں کے مبارک احوال زندگی بیان کئے گئے ہیں ایسے مختلف موضوعات سے متعلق دیگر مسودات کی اشاعت کا بھی ان کے جانشین ضرور اہتمام کریں گے۔

انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ میں شرکت

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا قاضی احسانؒ اور شجاع آبادی اور مجلس کے دیگر رہنماؤں کی وفات کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کا نظام غیر موثر ہو کر دیہاتی حلقوں میں محدود ہو کر رہ گیا تھا جس پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدنیؒ کے خلیفہ مجاز اور پاکستان و سعودی عرب کی جلیل القدر دینی و علمی شخصیت حضرت مولانا عبدالحفیظ مکیؒ نے عالمی ختم نبوت موومنٹ کے نام سے تنظیم قائم کی جس نے تھوڑے ہی عرصے میں پاکستان کے علاوہ بیرونی ممالک خصوصا لندن، جرمنی، افریقی ممالک اور متحدہ عرب امارات میں فتنہ قادیانیہ کے سد باب اور اس کے دجل و فریب کا پردہ چاک کرنے کے سلسلے میں نہایت موثر اقدامات کئے جس کے نظام کار سے متاثر ہو کر مولانا ضیاء القاسمیؒ بھی اس میں شامل ہو گئے اور اس کے نائب صدر مقرر کئے گئے تھے اس نئی تنظیم انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے زیر اہتمام بیرونی ممالک میں قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں

روکنے اور عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ کے سلسلے میں عظیم الشان اجتماعات نے وہاں کے مسلمانوں کو خصوصاً بہت متاثر کیا ہے اور وہ پوری گرمجوشی کے ساتھ اس میں سرگرم عمل ہیں نیز افریقی ممالک میں چونکہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوریؒ کا حلقہ مریدین بہت وسیع ہے اس لئے وہاں پر ان کے خلیفہ مجاز مولانا عبدالحفیظ مکی کی شخصیت نہایت مقبول اور موثر ہے۔

مختلف مسالک میں مقبولیت

مولانا ضیاء القاسمیؒ کی شخصیت مرنجاں مرنج اور تمام مکاتب فکر میں یکساں مقبول تھی یہی وجہ ہے کہ ان کی وفات پر جنازے میں شرکت کے لئے دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث مسالک اور مکاتب فکر کے علماء کرام اور دینی رہنماؤں کے دوش بدوش مختلف دینی اور سیاسی تنظیموں کے رہنماؤں اور کارکنوں کی خاصی تعداد جنازہ گاہ میں موجود تھی اور ان کے جانشین مولانا زاہد محمود قاسمی مدظلہ کے ہاں تعزیت کے لئے آنے والے حضرات ہر جماعت اور ہر مسلک سے تعلق رکھنے والے ممتاز رہنما ہیں، نیز صدر مملکت جناب محمد رفیق تارڑ، چیف ایگزیکٹو جناب پرویز مشرف، صوبائی گورنرز اور ان کے مشیر محترمہ بے نظیر بھٹو اور جناب نواز شریف کے علاوہ تمام دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے مولانا قاسمیؒ کے صاحبزادے مولانا زاہد محمود کے نام تعزیتی پیغامات ارسال

ناموس نبی ﷺ کے پاسبانوں کی ضرورت ہے

شورش کاشمیری مرحوم

ضرورت ہے سیاسی نوجوانوں کی ضرورت ہے
مجھے اس مملکت کے پاسبانوں کی ضرورت ہے
لرز جائے زمینِ قادیاں جن کے تہور سے
اب ایسے انقلاب آور نشانوں کی ضرورت ہے
وضاحت کر نہیں سکتا مگر آواز دیتا ہوں
کہ اس کرب و بلا میں سخت جانوں کی ضرورت ہے
کہاں ہیں سید الکونین کی امت کے دیوانے
کہ ناموس نبی کے پاسبانوں کی ضرورت ہے
اٹھ آئے تھے جو تاریخ میں کشور کشا ہوکر
یہاں اسلام کو ان تیغ رانوں کی ضرورت ہے
عزیزو! شاعرِ مشرق کا لہجہ ڈھونڈ کر لاؤ
سوادِ ایشیا کو خوش بیانوں کی ضرورت ہے

کئے ہیں بہرنوع۔ مولانا ضیاء القاسمی کی وفات سے ولولہ انگیز خطابت اور باطل تحریکوں کے خلاف ایک مؤثر اور متحرک شخصیت داغ مفارقت دے گئی ہے، مولانا قاسمی گلشنِ امیر شریعت کا ایک چہچہاتا بلبل تھا جو ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔

ہم نے روداد وفاخوں سے مرتب کی ہے
داستان پھر یہ کبھی سن نہ سکو گے یارو!

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

ایک خوش لباس خطیب

مولانا عبدالرؤف چشتی (مہتمم (جامعہ مدینۃ العلم۔ اوکاڑا)

حضرت مولانا عبدالرشید انصاری صاحب نے نورٌ علیٰ نور کے ''خطیب دین وملت نمبر'' کے لئے مضمون نگاروں سے مضامین طلب کرنے کا تکلف کیا ہے ورنہ ان سے زیادہ حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات کون جانتا ہے۔ یہ ان کے سفر وحضر کے ساتھی، سیاست وخطابت کے مشیر رہے اور ان کا شمار قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بااعتماد رفقاء میں ہوتا تھا اور یہ بات بھی نہیں کہ انصاری صاحب قلم وزبان کے استعمال کا سلیقہ نہیں رکھتے بلکہ یہ اپنی تحریر وتقریر میں سخت سے سخت بات بھی میٹھے اسلوب میں کہنے اور لکھنے کا ملکہ رکھتے ہیں اور اگر کسی شخصیت کو مدح وقدح کے ترازو میں تولنا چاہیں تو اس میں بھی خاطر خواہ دسترس رکھتے ہیں اور پھر آنکھوں دیکھا حال تو اس انداز میں لکھتے ہیں کہ پڑھنے والا اسی مقام پر چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ تو جس شخصیت کے ساتھ ان کے قریبی تعلقات رہے ہوں ان کے متعلق لکھنا ان کے لئے قطعاً مشکل نہیں ہے۔ مولانا انصاری چاہتے تو انفرادی طور پر اس نمبر کو سنبھال سکتے تھے مگر چونکہ انصاری صاحب فقہ میں اجماع اور سیاست میں اجتماعیت کے قائل ہیں اس لئے انہوں نے ''خطیب دین وملت نمبر'' کے لئے پوری ملت کو اظہار خیال کی دعوت دی ہے۔ مولانا انصاری کی اسی خوبی نے ان کے رسالہ ''انصار الاسلام'' کو ''نورٌ علیٰ نور'' کر کے رکھ دیا ہے۔ لہٰذا میں بھی سوت کی انٹی لے کر حاضر ہو گیا ہوں۔

ایک اچھا خطیب بننے کے لئے اجزائے خطابت کا مکمل حامل ہونا بھی ضروری ہے۔ مثلاً مشاہدہ و مطالعہ، حافظہ و آواز، اعتماد و استقلال، متانت وظرافت، اسلوب وسلاست، تکنیک و انفرادیت، اظہار و گفتار، اشارات و استدلال، تمثیلات اور تجربہ کے مجموعہ کو خطابت کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کسی میں شخصی وجاہت، بے عیب جسم، حاضر جوابی وحاضر دماغی، صحت وشکل وصورت اور خوش لباسی کے اوصاف ہیں تو وہ ایک کامیاب اور ہر دلعزیز خطیب ہے۔ صاف ستھرا لباس زیب تن کرنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے لیکن ایک مقرر اور عوامی خطیب کیلئے تو از حد ضروری ہے۔ اس لئے کہ خطیب جب اسٹیج پر آتا ہے تو سب سے پہلے عوام کی نظریں اس کے لباس پر پڑتی ہیں۔ لباس صاف ستھرا اور باوقار ہو تو مجمع پر اس کا ایک بہت اچھا اثر قائم ہوتا ہے۔ عوام کی نظریں اس کے لباس پر کوئی عیب نہ پاکر خطیب کے چہرہ پر مرکوز ہو جاتی ہیں لیکن اگر لباس میلا کچیلا اور بے ڈھنگا ہو تو مجمع میں چہ مگوئیاں شروع ہو جاتی ہیں ایسا شخص عوام میں اپنا اثر نہیں چھوڑ سکتا اور نہ ہی مجمع کی توجہ حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لئے اسٹیج پر جانے سے قبل لباس کا تنقیدی جائزہ لینا چاہئے، ذرا سی بداحتیاطی زبردست خفت کا باعث بنتی ہے۔ مثلاً بعض مقررین جب خطاب کے لئے اسٹیج پر آتے ہیں تو ان کا ازار بند ان کے کرتہ کے نیچے سے جھانک رہا ہوتا ہے۔ چنانچہ عوام کی نظریں ازار بند پہ پڑتے ہی ان کے چہروں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل جاتی ہے۔ اگر یہ کرسی پر بیٹھ کر تقریر کریں تو ازار بند دوران خطاب جھولتا رہتا ہے اور اگر کھڑے ہو کر خطاب کریں تو بھی مجمع کی نگاہیں کبھی چہرہ اور کبھی ازار بند کو تکتی رہتی ہیں اور کھڑے ہو کر خطاب کرنے والا مقرر اگر جوش خطابت میں ٹانگ اٹھا کر پاس رکھی کرسی پر رکھ لے تو پھر بتانے کی ضرورت نہیں کہ کیسی مضحکہ خیز صورت بنتی ہے۔ اس لئے اسٹیج پر جانے سے قبل لباس کے متعلق مکمل تسلی کر لینی چاہئے تاکہ مجمع مقرر کے لباس کا سرسری جائزہ لیکر اپنی نظریں خطیب کے چہرہ پر گاڑ دے اور خطیب کے لبوں کی جنبش کا انتظار کرے۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اندر اجزائے خطابت کے علاوہ تمام اوصاف خطیب بھی رکھتے تھے۔ وہ لباس کے معاملہ میں بہت نفیس اور حد درجہ محتاط تھے، اسٹیج پر جانے سے قبل خود بھی اپنا تنقیدی جائزہ لیتے اور رفقاء سے بھی پوچھتے مکمل تسلی کر کے پھر اسٹیج پر تشریف لیجاتے تھے۔ میری ان سے طویل رفاقت رہی ہے مگر میں نے اپنی چالیس سالہ رفاقت میں کبھی بھی اسٹیج پر ان کے لباس میں کوئی عیب نہیں دیکھا۔ حضرت قاسمی صاحب جن دنوں مائی دی جگی تب لائل پور میں خطیب تھے، ان دنوں میرے چچا مولانا حامد علی رحمانی کی دعوت پر حسن ابدال ضلع اٹک تشریف لائے ان کے ساتھ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مشہور عالم دین حضرت مولانا محمد عمر لدھیانوی بھی تھے۔ حضرت قاسمی صاحب کی خطابت کا یہ ابتدائی دور بہت ہی غربت کا دور تھا مگر جو لباس زیب تن کر رکھا تھا وہ اگر چہ زیادہ قیمتی تو نہ تھا مگر اپنی نفاست کے لحاظ سے پرکشش تھا۔ خوبصورت چارخانوں کی تہبند بغیر بازو کی بنیان کے اوپر ململ کا سفید کرتہ، سر پر سفید باریک ململ کا

رومال جو حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے اسٹائل میں اوڑھ رکھا تھا اور پاؤں میں بہت معمولی قیمت کی ربڑ کی چوڑی پٹی والی سبز رنگ کی چپل، اس لباس میں بھی قاسمی صاحب بہت جچ رہے تھے۔ دراصل یہ اسٹائل خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جو کہ علماء میں اپنی نفاست اور خوش لباسی میں مشہور تھے۔ قاضی صاحب مرحوم بہت ہی نفیس اور عمدہ کھدر پہنا کرتے تھے، ملک میں حضرت قاضی صاحب کا طوطی بول رہا تھا۔ دیگر مقررین کی طرح حضرت قاسمی صاحب بھی ان کی خطابت اور خوش لباسی سے متاثر تھے اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ اسی متاثر ہونے والے خطیب نے تمام مکاتب فکر کے علماء کو اپنے لباس سے متاثر کر کے رکھ دیا۔ قاسمی صاحبؒ نے رومال اتار کر سر پر کیپ رکھی تو علماء نے انہی کی ریس میں سروں پر کیپ سجالی۔ لیکن قاسمی صاحب کی جدت پسند طبیعت یہاں بھی مطمئن نہ ہوئی پھر انہوں نے کرتہ شلوار پہننا شروع کر دیا اور لیاقت کیپ کو جناح کیپ میں بدل لیا۔ بس پھر کیا تھا علماء وخطباء کی اکثریت اسی لباس میں نظر آنے لگی۔

واضح رہے کہ قراقلی ٹوپی جسے عرف عام میں جناح کیپ کہا جاتا ہے یہ قائد اعظم محمد علی جناح کی ایجاد کردہ نہیں ہے۔ مورخہ ۲ مئی ۲۰۰۰ء روزنامہ جنگ لاہور کے مطابق "۱۹۳۷ء میں لکھنؤ شہر میں مسلم لیگ کا اجلاس ہوا تھا اس اجلاس میں نواب اسماعیل خان کی ٹوپی قائد اعظم محمد علی جناح کو پہنائی گئی" اور پھر وہ ٹوپی جناح کیپ کہلائی۔ قائد اعظم نے اس کیپ میں کوئی ترمیم یا اضافہ نہیں کیا لیکن جب یہی ٹوپی خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے سر پر آئی تو انہوں نے اس کی بناوٹ میں مزید نکھار پیدا کیا، اس کی دیوار کو قدرے بلند کروا کر اسے پہننے کا نیا سلیقہ ایجاد کیا اور پھر اس کیپ کا نام قاسمی کیپ ہو گیا۔ قاسمی کیپ کو علماء کی ایک کثیر تعداد نے پہننا شروع کیا لیکن اکثریت اس کے پہننے کے سلیقہ پر توجہ نہ دے سکی۔ بعض لوگ ایسے پہنتے ہیں جیسے وہ سر پر ٹوپی کا بوجھ اٹھائے جا رہے ہوں اور بعض ایسے پہنتے ہیں کہ ٹوپی سر سے ان کی پشت پر چھلانگ لگانے کو تیار ہو لیکن جب خطیب پاکستان ٹوپی پہنتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ٹوپی ان کے ابروؤں سے معانقہ کرنے کو بڑھ رہی ہے۔

حضرت قاسمی صاحب کے اسٹائل کو مقررین اور خطباء کی اکثریت نے اپنایا بلکہ تمام مکاتب فکر کے علماء میں اس اسٹائل کو پذیرائی ملی۔ دراصل قاسمی صاحب جو لباس بھی پہنتے تھے وہ لباس آپ کے جسم پر نہ صرف مسکراتا اور بولتا تھا بلکہ دیکھنے والوں سے اٹھکیلیاں کرتا تھا۔ جیسے قاریانِ قرآن کی دنیا میں قاری عبدالباسط کے اندازِ تلاوت کو اپنایا گیا اسی طرح دنیائے علم و خطابت میں اسلوبِ قاسمی اور لباسِ قاسمی کو ملک گیر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ آج ہر واعظ، مقرر اور خطیب اگرچہ اس کے پاس اندازِ قاسمی نہ ہو مگر وہ لباسِ قاسمی سے متاثر نظر آتا ہے بلکہ وہ علماء جو آسمانِ خطابت کے آفتاب نہیں میدانِ درس و تدریس کے شہسوار ہیں ان کے جسم پر بھی لباسِ قاسمی اور اسٹائلِ قاسمی مسکراتا نظر آتا ہے۔ کوئی مانے نہ مانے لیکن میں تو کہوں گا کہ جب تک اسٹیج سجتے اجلاس جمتے اور خطابت کے میدان لگتے رہیں گے اندازِ قاسمی، اسلوبِ قاسمی، افکارِ قاسمی اور لباسِ قاسمی زندہ و پائندہ رہے گا۔

حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ پر جس نے کہا ٹھیک کہا تھا جب تک سورج چاند رہے گا قاسمی تیرا نام رہے گا۔

آہ! مولانا محمد ضیاء القاسمی

رحمۃ اللہ علیہ

عمر بھر جو دین پھیلاتا رہا
وہ خطیب ایشیا جاتا رہا

فی الحقیقت تھا ضیائے قاسمی
وہ دلانِ سیاہ چمکاتا رہا

پیکر علم و عمل تھا قاسمی
وہ سدا اسلاف کو بھاتا رہا

جرأت مدنی کا جو تھا پاسباں
وہ بخاری کی نوا جاتا رہا

آبرو رکھی سدا اسلاف کی
پرچم اسلام لہراتا رہا

جو رہِ توحید میں آتی رہی
ایک اِک دیوار وہ ڈھاتا رہا

وقت کے فرعون و ہامان جو ہوئے
بے خطر ہر اک سے ٹکراتا رہا

منکرِ ختم نبوت کو سدا
راہِ انگلستان دکھلاتا رہا

گنبدِ خضراء کے ہر سُو گھوم کر
وہ سُرورِ عاشقی پاتا رہا

یاد قاری کو رہے گا وہ سدا
غمزدہ کر کے ضیاء جاتا رہا

☆......قاری سردار محمد۔ گوجرہ

والدین کا ''محمد'' قرآن وسنت کے متوالوں کا ''مولانا محمد ضیاء القاسمی'' کیسے بنا

❖ ...... مولانا قاری عبدالرحیم بلوچ

پاکستان بننے سے تقریبا دس سال قبل ہندوستان کے ایک چھوٹے سے قصبے کنکرود تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر کے گجر فیملی کے دیندار گھرانے میں ایک بچہ پیدا ہوا، جس کا نام ''محمد ضیاء'' رکھا گیا۔ جب پاکستان بنا تو یہ خاندان ہجرت کرکے پہلے لاہور اور پھر لائل پور آ گیا۔ اُس وقت اس بچے کی عمر دس سال تھی اور وہ پرائمری تک تعلیم حاصل کرچکا تھا۔ پھر اس بچے کو مدرسہ اشاعت العلوم لائل پور میں دینی تعلیم کے حصول کے لئے داخل کروا دیا گیا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد مزید تعلیم کے لئے اُس وقت کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں داخلہ لیا۔ خوش قسمتی سے یہ بچہ تعلیم میں آگے بڑھتا گیا۔ یوں یہ بچہ ایک طرف تو بھرپور جوانی اور شباب کی دہلیز پر قدم رکھ چکا تھا اور دوسری طرف دینی تعلیم کی تکمیل (درس نظامی) کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے ملک کی عظیم دینی یونیورسٹی عظیم دینی درسگاہ جامعہ قاسم العلوم ملتان میں داخل ہو چکا تھا۔ وہ بچہ جس کا نام ''محمد ضیاء'' رکھا گیا تھا اب بیس برس کا نوجوان تھا بلکہ یوں کہیں کہ فاضل نوجوان عالم دین بن چکا تھا اور یہ نوجوان سند فراغت اور دستار فضیلت حاصل کرکے گھر پہنچا تو اہل خانہ کی خوشیوں کی انتہا نہ تھی۔

یاد رہے کہ اس فاضل نوجوان عالم دین نے جن اساتذہ اور علماء کرام سے تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس لیا تھا، ان اساتذہ اور علماء کا فکری اور قلبی تعلق دنیا کی اُس عظیم دینی درسگاہ سے تھا جس کو دنیا دارالعلوم دیوبند کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

اس عظیم دینی درسگاہ کے بانی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس نوجوان عالم دین پر اپنے روحانی باپ مؤلف محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت ومحبت کا اس قدر غلبہ تھا کہ اپنے نام کے ساتھ (القاسمی) کا تخلص رکھ کر ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے منسوب کردیا۔ اب وہ بچہ جس کا نام محمد ضیاء رکھا گیا تھا مولانا محمد ضیاء القاسمی بن گیا۔

اب اس نوجوان عالم دین نے مولانا محمد ضیاء القاسمی کی حیثیت سے عملی زندگی میں قدم رکھا تو طے کرلیا کہ اپنے روحانی باپ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء حق علماء دیوبند کے مشن کو آگے بڑھانا ہے اور اس سلسلہ میں ہر باطل قوت سے ٹکرا جانا ہے۔ پھر دنیا نے دیکھا کہ کبھی شرک و بدعت کے ٹھیکیداروں کو للکارنے کے لئے یہ نوجوان شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے شانہ بشانہ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور کبھی ختم نبوت کے منکروں اور راہزنوں کو نکیل ڈالنے کے لئے مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، شورش کاشمیری، مولانا محمد حیات رحمہم اللہ تعالیٰ کے شانہ بشانہ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے اور کبھی ازواج مطہرات بنات الرسول، خلفاء راشدین اور جملہ اصحاب رسول ﷺ کے دشمنوں پر زمین تنگ کرنے کے لئے سید نداء الحسن شاہ صاحب بخاری، حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی، حضرت علامہ دوست محمد قریشی کے شانہ بشانہ کام کرتے ہوئے نظر آتا ہے اور کبھی میدان سیاست میں وقت کے فرعون حکمرانوں، قوم کے لٹیروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کے لئے مفکر اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی اور عظیم سیاست دان مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کے شانہ بشانہ کام کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔

یوں دیکھتے ہی دیکھتے یہ نوجوان عالم دین، مبلغ اسلام اور خطیب پاکستان کی حیثیت سے پورے ملک میں متعارف ہی نہیں ہوئے بلکہ سنی قوم کے مقبول ترین خطیب بن گئے۔ مقبول کیوں نہ ہوتے کہ اس عظیم خطیب کا انداز خطابت بالکل منفرد اور نرالا تھا۔ ان کی خطابت میں عربی، فارسی، اردو اور بالخصوص پنجابی ادب کی چاشنی تھی۔

علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے انداز خطابت کو ملک بھر میں اس قدر پسند کیا گیا کہ دو چار نہیں درجنوں نوجوان خطیبوں نے ان کے انداز خطابت کو اپنایا۔ علامہ قاسمی بڑے بہادر اور جرأت مند انسان تھے۔ ہمیشہ حق گوئی جرأت وبہادری سے قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل گفتگو فرماتے۔ علامہ قاسمی بلاشک وشبہ ایک بے مثال منفرد خطیب تھے، بلکہ اپنے وقت کے سلطان الخطباء، رئیس الخطباء، سید الخطباء اور امام الخطباء تھے۔

پھر وہ وقت بھی آیا کہ حضرت علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر اور تبلیغی خدمات کا دائرہ صرف پاکستان ہی تک محدود نہ رہا بلکہ آپ نے برطانیہ، امریکہ، کینیڈا، سعودی عرب، مصر، متحدہ عرب امارات، دبئی، قطر، عمان، ابوظہبی، ترکی، پیرس، ناروے، ہندوستان، بنگلہ دیش کے علاوہ دنیا کے کئی دیگر ممالک میں کامیاب تبلیغی دورے فرمائے۔ علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایک بہترین خطیب اور عظیم مبلغ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مدبر، دور اندیش اور بہت بڑے دانشور

مذہبی اسکالر تھے۔ ان خوبیوں کے علاوہ علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ بہت ملنسار اور خوش طبع انسان بھی تھے۔

جب دوستوں کی محافل ومجالس میں بیٹھتے تو سب کی خیریت پوچھتے اور خوب خوش طبعی فرماتے۔ انتقال سے کچھ عرصہ قبل علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پرانے دوست اور رفیق سفر حافظ محمد ناصر صاحب کے مکان پر تشریف لائے، یہ مجلس زندگی کی آخری یادگار مجلس تھی اور اس میں بندہ ناچیز عبدالرحیم بلوچ کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد الیاس صاحب، قاری محمد یونس صاحب، مولانا محمد صابر سرہندی صاحب، مولانا محمد رفیق جامی، علامہ طاہر الحسن صاحب، مولانا محمود الحسن توحیدی، قاری عبدالرحمٰن صاحب، حاجی محمد اکرم صاحب، حاجی محمد ضیاء الدین اور دیگر کئی رفقاء موجود تھے۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ مسلک حق کا ترجمان سنی قوم کا یہ عظیم سرمایہ جلد ہم سے بچھڑنے والا ہے۔

بلاشبہ مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ مسلک دیوبند کے صحیح ترجمان اور قرآن وسنت کے بہت بڑے داعی تھے۔ رہا ان کی خدمات کا تذکرہ تو یہ ایک دو چار دن کی کہانی نہیں بلکہ نصف صدی کی کہانی ہے اور اس کے لئے کئی سو صفحات درکار ہیں۔

علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا اور ان کے جانے کے بعد جو خلا پیدا ہوا ہے اس کی کمی ایک زمانے تک محسوس ہوتی رہے گی۔ یقیناً ہم ایک عظیم خطیب ایک مدبر، ایک دانشور اور ایک بہت بڑے عالم دین سے محروم ہو گئے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور رفعت درجات سے مالا مال فرمائے اور ہمیں ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

بات چلی تھی کہ ایک بچہ جس کا نام محمد ضیاء رکھا گیا، پھر وہ محمد ضیاء القاسمی بنا پھر خطیب اسلام، خطیب پاکستان اور پھر خطیب یورپ والیشیاء پھر خطیب عرب وعجم بلکہ محمد ضیاء پھر ضیاء الاسلام بن گیا اور جب یہ عظیم انسان عمر عزیز کے تریسٹھ سال گزار کر دنیا سے رخصت ہوا تو محمد ضیاء القاسمی ایک فرد کا نام نہ تھا بلکہ محمد ضیاء القاسمی ایک ادارے کا نام بن چکا تھا، ایک تحریک اور ایک تاریخ کا نام بن چکا تھا۔

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لئے

☆☆☆

ضیاء الملت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

پیش کردہ احقر عبدالرحمٰن ظفر جامعہ علوم اسلامیہ ۲۰۸ ر۔ب، فیصل آباد

اے ضیاء! اے عظمت دیں کے امیں
نورِ حق سے تیری روشن تھی جبیں

پیدا ہوگا اب کہاں ایسا خطیب
رہنما، تجھ سا کہاں ہوگا نصیب؟

کل حقیقت تھا، مگر اب خواب ہے
تیرے غم سے اک جہاں بے تاب ہے

آج اداسی کس لئے چھائی ہوئی
کیوں ہے کلیوں پر خزاں آئی ہوئی

زاہد[۱] الفت سے تیری محروم کیوں
طاہر[۲] و خالد[۳] بھلا مغموم کیوں

عابد[۴] و ادریس[۵] اب جائیں کہاں
تو تھا ان پر سایہ زیر آسماں

دین پرور، واقف اسرارِ دیں
خوبیوں کا معترف فضل امیں[۶]

قادری[۷] چشتی[۸] و نعمانی[۹] سبھی
تھے جو تیرے زیر تربیت کبھی

تیرے احسانوں کے زیر بار ہیں
اور فرقت سے تری لاچار ہیں

خواب میں تجھ سے ہوئی اک بات تھی
خواب کیا تھا؟ لطف کی برسات تھی

اے ظفر کی جان اے وجہ سرور
پھر بھی خوابوں میں مرے آنا ضرور

دائماً حق سے تجھے قربت رہے
مورد رحمت تیری تربت رہے

۱۔ جانشین حضرت قاسمی مرحوم صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی　۲۔ صاحبزادہ طاہر محمود قاسمی
۳۔ صاحبزادہ خالد محمود قاسمی　۴۔ حضرت مولانا قاری عبدالحئی عابد برادر
۵۔ قاری محمد ادریس برادر　۶۔ مولانا فضل امین (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ)
۷۔ قاری محمود احمد قادری　۸۔ مولانا عبدالرؤف چشتی　۹۔ مولانا صاحبزادہ امداد الحسن نعمانی

تاریخ ساز رہنما

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا میاں عبدالرحمٰن، خطیب جامع مسجد نئی انارکلی۔ لاہور

کچھ شخصیات اللہ کی دھرتی پر ایسی عظیم ہوتی ہیں کہ نام اور کام اور مقاصد کے لحاظ سے اللہ انہیں بلند کردیتا ہے اور جب کام میں خلوص اور ایثار ہو تو پھر شخصیت میں نکھار مزید پیدا ہوجاتا ہے اور اگر اس بات کا بھی پورا پورا خیال کیا جائے کہ اکابر کے طریق پر مسلک حقہ کو اعتدال کے ساتھ لیکر چلنا ہے تو پھر اللہ پاک نام میں بھی اور کام میں بھی برکت پیدا فرمادیتے ہیں۔ خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ اسی قبیلے کے لوگوں میں سے تھے، اللہ کی ذات پر قربان جائیں، اللہ نے زندگی بھی خوب عطا کی، جرأت، بہادری، استقامت، استقلال، میدان کے شہسوار اور موت بھی اللہ نے خوب عطا فرمائی، جو ہم سب کے لئے نمونہ ہے۔ یقین جانئے کہ آپ نے بھی بارہا سنا ہوگا کہنے والوں کو تو بہت کچھ کہتے ہوئے دیکھا اور سنا ہوگا، خطیب پاکستان کی موت نے نقادوں کو توبہ پر مجبور کردیا اور ان کی عظمت دل میں بٹھادی، وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ واقعی موت قابل رشک ہے۔ مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ عجیب قسم کے انسان تھے، بامروّت، باوفا، باوقار اور دوستوں کے دوست تھے۔ اکابرین دیوبند کے عقیدت مند تھے۔ اسلام کے لئے ہر وقت اپنے آپ کو مستعد اور متحرک رکھتے تھے، توحید وسنت کے لئے قریہ قریہ، بستی بستی، نگر نگر لوگوں کے عقیدے کی درستگی کے لئے رات دن ایک کئے ہوئے تھے۔ خاتم المرتبت حضور خاتم المرسلین ﷺ کی ختم نبوت کے لئے عالمی مجلس ختم نبوت کے اسٹیج سے طویل عرصہ تک قادیانیت کا جی بھر کے پوسٹ مارٹم کرتے رہے۔ اندرون و بیرون ملک پھیلی ہوئی تاریخ اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتی۔

اسی طرح انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ قائم کرکے اور اس سے وابستہ ہوکر خوب کام کیا، جو کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ عظمت صحابہ کے لئے علامہ عبدالستار توحیدی کی قیادت میں تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم سے وہ کام کیا جسے شمع محمدی کے پروانے کبھی نہیں بھلا سکتے۔ زندگی کا آخری حصہ تادم وفات سپاہ صحابہ کی سرپرستی کرتے ہوئے گزارا۔ دشمنان دین کی طرف سے ہر حملہ کا منہ توڑ جواب دیکر یہ ثابت کردکھایا کہ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فدائی اور پروانے ہیں۔ عظمت صحابہ کی خاطر ہر طرح کی قربانی دیکر صحابہ کی عظمت کو برقرار رکھیں گے اور یہ ثابت کردکھایا، تاریخ اسے کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ مولانا مرحوم کی زندگی میں ایسے ایسے تاریخی واقعات ہیں اسلام کی سربلندی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اور ناموس صحابہ کے لئے کفن پہن کر کود پڑے۔ دشمنان صحابہ کو دکھادیا کہ ہم اہل حق ہیں اور حق کی خاطر ہماری جان ہر وقت ہر جگہ حاضر ہے۔ مولانا مرحوم بہت خوبیوں کے مالک تھے، من جملہ ان خوبیوں میں سے ایک انوکھی خوبی یہ تھی کہ جس نوجوان کو دیکھتے کہ باصلاحیت ہے اس کی تعلیم اور تربیت کا اہتمام فرماتے، خوب تیار کرتے، جب وہ تعلیم کی تحصیل سے فارغ ہوتے تو ان سے پوچھتے کیا کرنا چاہتے ہو؟ جواب پر اس کی صلاحیت کو دیکھ کر اس کی استعداد کو دیکھ کر اس سے وہی کام لیتے، اگر تدریس کرنا چاہتا بحیثیت مدرس کے اس کی حوصلہ افزائی فرماتے اور اگر چاہتا تالیف وتصنیف تو اسی کام میں رہنمائی فرماتے اور اگر خطابت کے میدان میں کام کرنا چاہتا تو بنفس نفیس خطابت کے میدان میں تربیت فرماتے۔

آپ نے یہ بات سنی ہوگی اور بہت سوں نے دیکھا ہوگا، خطابت کے میدان میں مجلس احرار اسلام کا امتیازی مقام رہا، اس کے بعد جمعیت علماء اسلام کے خطباء نے بھی اپنا سکہ منوایا۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات کا موقعہ جمعیت علماء اسلام کے عروج کا دور تھا، ہر طرف الیکشن کا دور دورہ، ہر جماعت بشمول پی پی کے اپنے اپنے امیدواروں کو لئے پھرتی، عجیب دور تھا۔ جمعیت کو اللہ نے جو امیدوار انتخاب میں دیئے ان کی عظمتیں بھی اپنی مثال آپ ہی تھیں۔ حضرت درخواستی، حضرت دین پوری، حضرت ہزاروی، حضرت بہلوی، مولانا عبدالحکیم، حضرت مفتی صاحب جانشین شیخ التفسیر حضرت انور، ڈاکٹر علامہ خالد محمود، حضرت حقانی سمیت ہر ہر امیدوار اپنے اپنے مقام پر اپنا ایک حلقہ رکھتے، زور وشور سے انتخابی سرگرمیاں ہر طرف گہما گہمی نظر آتی۔ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جمعیت علماء اسلام پی پی کے بعد دوسری بڑی جماعت بن کر ابھری۔ یہاں پر ایک بات عرض کردوں شامت اعمال کی بنیاد پر جمعیت انتشار کا شکار ہوئی مگر آج بھی ف۔س۔ق ہوجانے کے باوجود بھی ملک بھر میں دینی جماعتوں میں سب سے بڑی جماعت ہے۔ اللہ کرے پھر ایک ہو جائے تو جمعیت پھر نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ جسم جدا ہیں، دلوں کو ایک کردے، وہ قادر مطلق ہے اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ ہاں بات دوسری طرف چلی گئی ۱۹۷۰ء کے انتخابات کی بات ہورہی تھی۔ مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

فیصل آباد سے جمعیت کی طرف سے الیکشن لڑ رہے تھے مگر اپنے آپ کو جمعیت کے اکابرین کے لئے وقف کئے ہوئے تھے۔ خصوصاً قطب البلاد لاہور کے مسئلے سے دو نمایاں شخصیات جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب اور علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب الیکشن لڑ رہے تھے۔ ان دونوں حلقوں کے لئے جمعیت کی طرف خطیب اسلام حضرت مولانا اجمل خان صاحب، مجاہد اسلام حضرت مولانا ابراہیم صاحب، ترجمان جمعیت مولانا محمد اکرم، یہ تینوں حضرات صوبائی عاملہ کے عہدیدار تھے۔ مولانا محمد اجمل خان صاحب ناظم اوّل، مولانا محمد اکرم صاحب ناظم، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب خازن۔ ان تینوں بزرگوں کے مشورے سے حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ جمعیت پنجاب کے جنرل سیکریٹری تھے لاہور کے انتخابی حلقوں میں خوب سے خوب تر کام کیا۔ یہ جمعیت کے عروج کا دور تھا۔ پھر کچھ ایسی نظر لگی، دل دور ہوئے، جسم دور ہوئے، آپس میں اختلافات ہوئے، کچھ درد پیدا ہوا، حضرت ہزاروی، حضرت مفتی صاحب سے جدا ہوئے، جمعیت سے الگ ہوئے یا کئے گئے یہ ایک الگ داستان ہے۔ حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو کھو کر ان سے الگ تھلگ ہو کر بہت نقصان اٹھایا، جس کا ہمیں اب خیال آیا۔ حضرت قاسمی، حضرت ہزاروی سے جڑ گئے گو کہ حضرت مفتی صاحب کے شاگرد تھے مگر سیاسی مزاج حضرت ہزاروی سے ملتا تھا۔ اسی سیاسی اختلاف سے مسلک حقہ کو بہت نقصان ہوا، اللہ کرے اب بھی سمجھ میں آجائے، اس اختلاف کے دور میں حضرت قاسمی نے سیاسی میدان کو خیر باد کہا۔ فتنہ قادیانی کی سرکوبی کیلئے اندرون و بیرون ملک دورے شروع کئے اور ایک عرصہ تک اسی فتنے کی تباہ کاری سے ملک کو بچانے کے لئے اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے لئے بھرپور کام کیا۔ پھر حالات نے پلٹا کھایا، ایران میں خمینی کا انقلاب آیا، رافضیت نے کھل کر پاؤں پھیلانے شروع کئے، زبانیں لمبی اور دراز ہونے لگیں۔ مولانا نے رخ موڑا اس محاذ پر پھر مرتے دم تک کام کرتے رہے اور خوب درد دل سے کام کیا جو قابل تحسین ہے۔ یہ ایک تعلق کی بناء پر سپرد قلم کر رہا ہوں ورنہ لکھنا مجھ ناچیز کے بس کی بات نہیں۔ صرف اور صرف جزیات کا اظہار ہے۔

اس موقع پر درد دل سے ایک درخواست کردوں جو کہ اخلاص پر مبنی ہے، امید ہے کہ محسوس بھی نہیں کریں گے۔ تعزیتی خط میں بھی میں نے اپنے دلی جذبات کا اظہار صاحبزادہ زاہد محمود سلمہ العزیز سے کیا تھا۔ اگر عریضہ محفوظ رکھا ہو تو پھر سے دیکھ لیں گے، بس اتنی سی درخواست ہے کہ حضرت قاسمی جس مقام پر تلقین کر کے اور وصیت کر کے اس دنیا سے کوچ کر گئے بس ان ہی بزرگوں سے ان ہی اکابر سے اپنا تعلق جوڑے رکھیں، وقت ابھی گیا نہیں جس چوک سے بھولے اسی چوک میں آکر پھر سے اکابر سے مل جائیں، اتباع میں خیر ہے، عافیت ہے، سلامتی ہے، بڑوں کے ادب میں کامیابی، کامرانی اور جاودانی ہے۔ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر کے طرز کو نہیں چھوڑا ان کے طریق سے نہیں ہٹے اور اکابر کی جماعت سے جڑے رہے۔ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے، درجات بلند فرمائے اور ان میں جو جو خوبیاں تھیں، خیر اور بھلائی کی نسبت سے ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

خط وکتابت

کرتے وقت اپنا پتہ، نام صاف اور واضح لکھا کریں۔ نیز خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

الوداع

صاحبزادہ انوار الحق وفاؔ

الوداع اس شخص کو کہنا کوئی آسان نہیں
سخت مشکل کام ہے یہ، پھر بھی ہمت کیجئے
آنسوؤں کے پھول برسا کر دلوں کو تھام کر
واعظِ شعلہ بیاں کو آج رخصت کیجئے

حضرت مولانا ضیاء القاسمی
رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ انوار الحق وفاؔ

تھے وقارِ گلشنِ اسلام ضیاء القاسمی
تھے یقیناً لائق اکرام ضیاء القاسمی
زندگی اُس کی کٹی توحید کی دعوت میں سب
تھا سراپا دین کا پیغام ضیاء القاسمی
پی کے جانے کتنے ملحد سیدھی رہ پر آگئے
تھا مئے توحید کا وہ جام ضیاء القاسمی
جان کی بازی لگا دی شرک وبدعت کے خلاف
پاسبانِ قلعۂ اسلام ضیاء القاسمی
دینی حلقوں میں رہا وہ زندگی بھر محترم
تھا بہت مقبول و عام ضیاء القاسمی
کوئی مانے یا نہ مانے یہ وفا کا ہے یقین
تھا مبرا از ہمہ الزام ضیاء القاسمی

شہنشاہ خطابت

یادوں کے آئینے میں

تحریر: محمد حفیظ اللہ فاروقی (خطیب مسجد عائشہ صدیقہ۔ فیصل آباد)

دنیا کے عظیم عالم دین معروف مذہبی شخصیت حضرت اقدس شیخ مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ جن کے علم وعمل کا ڈنکا آج چار دانگ عالم میں بج رہا ہے، آپ نے ۱۹۳۷ء کو جالندھر میں ولی کامل حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں آنکھ کھولی۔ بچپن ہی سے گھر میں پاکیزہ ماحول نصیب ہوا، سن شعور کو پہنچنے پر آپ کو علم دین حاصل کرنے کا شوق ہوا تو آپ نے اس دور کے معروف دینی مدارس جامعہ اشاعت العلوم فیصل آباد اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے دینی تعلیم حاصل کی اور دورہ حدیث کے لئے جامعہ قاسم العلوم ملتان تشریف لے گئے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی شان خطابت عطا فرمائی تھی کہ دوران طالب علمی بھی آپ کی جیب میں ڈائری ہوا کرتی تھی اور وعظ وتقاریر کرنے تشریف لے جاتے تھے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے اپنی خداداد صلاحیت سے پوری دنیا میں دین اسلام کا چرچا کیا۔ آپ صرف خطیب ہی نہیں بلکہ بہترین مصنف بھی تھے۔ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایسے انسان تھے کہ جب تقریر کے لئے کھڑے ہوتے تو علم اور نور کے وہ سمندر بہاتے کہ بڑے بڑے علماء سلامتی کی دعائیں دیتے اور ناقدین منہ تکتے رہ جاتے۔ آپ نے تبلیغ توحید وسنت کے میدان میں وہ کارنامے سرانجام دیئے کہ انسان تحریر میں لانا چاہے تو کئی کتابیں تیار ہو جائیں گی۔

راقم الحروف کو بحمد اللہ عرصہ آٹھ سال شیخ مکرم کی خدمت کا شرف حاصل ہوا اس عرصہ میں جو کچھ مجھے حاصل ہوا وہ تحریر میں لانے سے قاصر ہوں لیکن کچھ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں لکھتا ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی سپاہ صحابہ کے لئے استحکام و استقلال اور سربلندی کا زمانہ تھا۔ اللہ رب العزت نے سپاہ صحابہ کو حضرت مولانا حق نواز جھنگوی اور حضرت مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی کی قیادت میں ایسا سرپرست عطا فرمایا تھا کہ وہ جب اسٹیج کی زینت بن کر باطل کو للکارتے اور دفاع صحابہ کے موضوع پر نطق فرماتے تو معلوم ہوتا کہ موصوف نے تحفہ اثناء عشریہ کے مصنف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی اختیار کی ہے وہ جب عام علمی تقریر کرتے تو معلوم ہوتا کہ علامہ ابن تیمیہ اور ابوالکلام آزاد کی خدمت کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ وہ جب دین دشمن حکمرانوں کے سامنے بہ توفیق خداوندی کلمۂ حق کہتے تو معلوم ہوتا کہ موصوف کے عزم سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے استقلال کی خوشبو آ رہی ہے اور وہ جب برسر منبر خطابت کے جوہر بکھیرتے تو محسوس ہوتا کہ حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی فرزند بول رہا ہے۔ یہ تصنع بازی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ احکم الحاکمین نے موصوف کو مذکورہ تمام صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

کچھ عجب نغمے ترے ساز خطابت سے سنے
کب سنی ویسی صدا ویسی نوا تیرے بعد

آپ کی خطابت تبرائی کفر کے لئے قدرت کا تازیانہ اور تشنگان علم وعرفان کے لئے تسکین جان تھی۔ دلائل پر مبنی شعلہ نوائی سے جہاں کفر کے ایوان لرزتے وہاں اہل سنت والجماعت کے قلوب میں توحید ورسالت ﷺ اور عقیدت صحابہ واہل بیت کی شمعیں فروزاں ہوتیں۔ فیصل آباد ڈی گراؤنڈ میں آنسو گیس کے سائے، دھوبی گھاٹ میں ہونے والی گولیوں کی بارش بھی آپ کے حسن خطابت کو دبانے سے عاجز رہی۔ اپنے موقف پر استدلال پیش کرتے تو اہل رفض کے دانت کھٹے کردیتے اور اہل بدعت کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں حضرت لقمان کی حکمت ودانائی، ارسطو کی منطق، بوعلی سینا کا فلسفہ، حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت اور مولانا جعفر تھانیسری کی استقامت اور اولوالعزمی جمع فرمادی تھی۔

دنیا نے آپ کو شہنشاہ خطابت یونہی نہیں لکھا بلکہ آپ اس کا صحیح مصداق تھے۔ حضرت نے ساری زندگی توحید الٰہی، عشق رسالت، عظمت اہل بیت اطہار وصحابہ کرام اور علماء و اولیاء و مجاہدین امت کی شان بیان کرتے ہوئے گزاری۔ آپ ہمیشہ یہی دعا کیا کرتے تھے کہ میرا آخری وقت اچھا ہو جائے تو آخر وہ گھڑی آ پہنچی جو ہر نفس پر آئے گی۔

۲ رشوال ۱۴۲۱ھ بروز جمعۃ المبارک بوقت عصر گلشن دیوبند کا مہکتا ہوا پھول خطابت کا شہنشاہ فیصل آباد کی سرزمین پر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا اور دنیا کو آخری وقت بھی توحید کی دعوت دیتے ہوئے رخصت ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے۔

شہنشاہ خطابت کی نذر ایک شعر کرتا ہوں۔

پھیلی ہیں فضاؤں میں اس طرح تیری یادیں
جس سمت نظر اٹھی آواز تیری آئی

اسلام کی شمشیر برہنہ

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: سرفراز احمد اعوان (ایم اے، ایم ایڈ، لاہور)

۲رشوال ۱۴۲۱ھ ۲۹ر دسمبر ۲۰۰۰ء جمعۃ المبارک کی شام پوری دنیا کے لئے یہ انتہائی المناک خبر لائی کہ فن خطابت کے سرخیل، تقریر کی نزاکتوں کے امین، جہدِ مسلسل کی تصویر، سلف سے محبت، جرأت وہمت کے نشان اور غیرت دینی کی علامت، خطیب یورپ وایشیا حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے دار البقاء رحلت کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اس خبر نے پوری ملت اسلامیہ خصوصاً مسلکِ حقہ اہل سنت والجماعت سے وابستہ دیوبندی مکتبہ فکر کے خواص وعوام کو ہلا کر رکھ دیا اور پوری دنیا میں اس عظیم شخصیت کے چاہنے والے کبھی نہ بھولنے والے صدمے سے دوچار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدماتِ دینیہ کو شرفِ قبولیت بخشے اور ان کے اقداماتِ خیریہ کو صدقہ جاریہ بنا کر ان کے لئے مسلسل اجر جزیل کا باعث بنائے۔

(آمین ثم آمین)

خاندانی تعارف:

مولانا کا اسم گرامی ''محمد'' تھا۔ جامعہ قاسم العلوم ملتان سے جاری شدہ آپ کی سند فراغت میں آپ کا یہی نام درج ہے۔ آپ نے لقب کے طور پر ضیاء کا لاحقہ اپنے نام کے ساتھ لگایا پھر بانی دار العلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عقیدت کی بناء پر القاسمی کی نسبت کو اپنے نام کا حصہ بنالیا۔ رفتہ رفتہ آپ اپنے اصل نام سے کم اور نسبتی نام سے برصغیر بلکہ پوری دنیا میں زیادہ مشہور ہو گئے۔ یوں قاسم سے فیض حاصل کرنے والی یہ ضیاء پورے دھرم میں اسم محمد سے اجالا کرنے لگی۔

آج جس طرح مولانا کوثر نیازی مرحوم کے نام ''حیات محمد'' اور شورش مرحوم کے ''عبدالکریم'' اور دیگر کئی مشہور شخصیات کے اصل ناموں سے خال خال لوگ شناسا ہیں۔ مولانا قاسمی مرحوم کے اصل نام سے بھی بہت کم لوگ آگاہ ہیں۔ آپ کے دو حقیقی بھائی (پیر طریقت حضرت مولانا قاری عبدالحئی عابد قادری راشدی مہتمم جامعہ رحیمیہ، بانیٔ ومتولی جامع مدنی مسجد غازی آباد لاہور اور جناب محترم محمد الیاس صاحب) بقید حیات ہیں جبکہ تین علاتی بھائی (مولانا قاری محمد ادریس قاسمی مہتمم دینی جامعہ فیصل آباد، محمد احمد اور خلیل احمد) بھی الحمدللہ دیگر بھائیوں کی طرح خدماتِ دینیہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کی دو حقیقی اور ایک اخیافی بہن اپنے اپنے گھروں میں حیاتِ مستعار بعافیت گزار رہی ہے۔ والحمدللہ علیٰ ذالک آپ ۱۹۳۷ء (اندازاً) میں ہندوستان کے معروف ضلع جالندھر کے ایک گاؤں میں گوجر برادری کے دینی گھرانہ میں پیدا ہوئے۔ والدِ مرحوم حضرت مولانا عبدالرحیم سلسلۂ رائے پور سے منسلک بزرگ عالمِ دین اور روحانی پیشوا تھے۔ قیامِ پاکستان کے موقع پر ہجرت کرتے ہوئے لاہور کے ایک مہاجر کیمپ میں آپ کے والدِ مرحوم وبائی امراض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

والدہ محترمہ کا انتقال آج سے چند برس پیشتر فیصل آباد میں آپ کے گھر میں رہائش کے دوران ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان سب مرحومین کو غریق رحمت فرمائے۔

آپ کی والدہ مرحومہ سمندری کے قریب ایک گاؤں (بعد از ہجرت) منتقل ہوئیں اور مرحوم قاسمی صاحب کی شادی چک 475 گ ب سمندری (یہ ڈاکٹر رشید چودھری مرحوم معروف ماہرِ دماغی امراض کا آبائی گاؤں ہے) میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا مرحوم کی اہلیہ کو انتہائی صابرہ، شاکرہ، صالحہ، ہمت وحوصلہ اور خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار عورت بنایا ہے۔ ایک عرصہ یہ حالت رہی کہ مولانا مرحوم کے ہاں بلا مبالغہ چالیس پچاس مہمان روزانہ تشریف لاتے، انہیں کھانے کے وقت کھانا اور چائے کے وقت پر چائے مہیا کرنا اس عظیم عورت نے اکیلے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ مولانا مرحوم کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے اور تین بیٹیاں عطا فرمائیں جو سب شادی شدہ اور اپنے گھروں میں آباد ہیں۔

مولانا مرحوم اور دینی تعلیم:

مولانا مرحوم نے ابتدائی تعلیم سمندری میں حاصل کی۔ پھر دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے فیصل آباد کی جامع مسجد کچہری بازار میں قائم معروف دینی درسگاہ مدرسہ اشاعت العلوم میں داخلہ لیا۔ یہاں سے کچھ عرصہ کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال تشریف لے گئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ، شیخ احرار حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی، حضرت مولانا قاری لطف اللہ شہید رحم اللہ تعالیٰ اور دیگر اساتذہ سے درسِ نظامی اور فنِ خطابت کی مبادیات میں مہارت حاصل کی پھر کچھ عرصہ کے لئے مدرسہ اشاعت العلوم آ گئے اور یہاں ممتاز عالم دین

حضرت مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل مرحوم کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیے۔ پھر دارالعلوم کبیر والہ ضلع ملتان میں کچھ وقت تعلیمی عمل جاری رکھا۔ بالآخر مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں قائد تحریک نظام مصطفیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم کے شرف تلمذ سے سرفراز ہوئے، درس نظامی کی تکمیل کی۔

دینی تعلیم سے فراغت کے بعد استاذ الاساتذہ حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں دیوبند حاضر ہوئے اور ایک ہفتہ وہاں قیام کیا اس دوران حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعتِ ارشاد کا شرف حاصل کیا اور ساری عمر اپنی اس نسبت پر فخر کرتے رہے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مولانا مرحوم کو اس قدر عقیدت تھی کہ ان کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہ کرتے تھے۔ فیصل آباد میں سب سے پہلے آپ کی دعوت پر جب حضرت مولانا اسعد مدنی دامت برکاتہم تشریف لائے تو مولانا مرحوم نے اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے جگر گوشے کا جس والہانہ انداز سے استقبال کیا وہ یقیناً بے مثال تھا۔

خطابت کا آغاز:

حضرت قاسمی مرحوم نے اپنی خطیبانہ زندگی کا آغاز فیصل آباد کی چھوٹی سی بستی ''مائی دی جھگی'' کی ایک مسجد میں خطبہ جمعۃ المبارک سے کیا، لیکن آہستہ آہستہ آپ کی خوش الحانی، عقیدۂ توحید سے والہانہ لگاؤ، ناموسِ رسالت پر مرمٹنے کا جذبۂ صادقہ اور جرأت وحوصلہ سے شرک وبدعات کی مذمت، مسلک حقہ سے مخلصانہ تعلق اور اکابرین علماء دیوبند سے سچی محبت رنگ لائی اور آپ کی خطابت کی خوشبو پورے ملک میں پھیلنے لگی۔ بلکہ آہستہ آہستہ چاردانگ عالم اس سے مہک اٹھے۔

آپ نے تقریباً چالیس سال پہلے غلام محمد آباد فیصل آباد کی گول جامع مسجد میں جب خطبہ جمعہ شروع کیا تو مسجد تعمیراتی لحاظ سے انتہائی سادہ اور شرکاء جمعہ کی تعداد محدود تھی لیکن آپ کی سچی لگن کے نتیجے میں پھر ایسا وقت بھی آیا کہ پاکستان کے چند بڑے اجتماعات میں سے جمعۃ المبارک کا ایک بڑا اجتماع یہاں ہوتا تھا۔ جس میں بلامبالغہ ہزاروں مقامی لوگوں کے علاوہ سینکڑوں افراد، ملتان، مظفر گڑھ، گوجرانوالہ، گجرات، لاہور، سیالکوٹ، قصور، اوکاڑہ، ساہیوال، سرگودھا، چنیوٹ اور جھنگ وغیرہ شہروں سے آپ کا خطاب سننے آتے تھے۔ آج الحمد للہ یہ مسجد فیصل آباد کی عظیم مساجد میں شمار ہوتی ہے لیکن افسوس کہ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی گھن گرج سے محروم ہوگئی ہے۔

مولانا کی خطیبانہ امتیازی خصوصیات

حضرت قاسمی مرحوم فن خطابت کے بے تاج بادشاہ تھے، آپ نے خطابت کو کبھی پیشے کے طور پر نہیں اپنایا بلکہ ہمیشہ آپ نے نظریاتی انداز میں پوری یکسوئی، اخلاص اور للہیت کے ساتھ سلسلہ تقاریر کو جاری رکھا۔ اس دوران کئی ایسے مشکل مراحل آئے کہ مولانا مرحوم کی جان کو شدید خطرہ لاحق ہوتا تھا لیکن آپ اس کی قطعاً پرواہ نہ کرتے اور پوری جرأت کے ساتھ

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

کی عملی تصویر بن جاتے۔ مقامی خیر خواہ حضرات بار بار روکتے لیکن آپ مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے، راہِ عزیمت اختیار کیا کرتے تھے۔ ابتدائی دنوں میں گول جامع مسجد میں ایک دفعہ علاقائی اہل بدعت تین چار ہزار کی تعداد میں مل کر حملہ آور ہوئے آپ نے پندرہ بیس احباب کی رفاقت میں انہیں راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ کراچی کے ایک دینی جلسہ میں لوگ لاٹھیاں لئے حملہ آور ہوئے تو سامعین اگرچہ بکھر گئے لیکن مولانا قاسمی مرحوم ریوالور ہاتھ میں لئے کرسی پر بیٹھے مترنم آواز میں قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہنگامہ ختم ہوا اور آپ نے گھنٹوں خطاب جاری رکھا۔

کئی سال پہلے آپ مولانا محمد رفیق جامی حفظہ اللہ اور معروف نعت خواں احمد بخش چشتی مرحوم کے ہمراہ پیر محل تقریر کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ دورانِ خطاب آپ نے بدعات کی بھرپور مذمت کی تو اہل بدعت نے اپنے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے پورے شہر اور قرب وجوار میں یہ جھوٹا اعلان کروادیا کہ رات کے جلسہ میں گستاخیٔ رسالت پر مبنی خطاب ہوا ہے۔ صبح سینکڑوں لوگوں نے سادہ لوحی میں اس کمرہ کا گھیراؤ کر لیا جہاں یہ تینوں حضرات آرام کر رہے تھے مقامی عالم اور دیگر لوگ جنہوں نے آپ کو خطاب کی دعوت دی تھی۔ اس جم غفیر کا سامنا کرنے سے گھبرا کر انتظامیہ کی طرف دوڑے۔ خود حضرت قاسمی صاحب بیان فرمایا کرتے تھے کہ مولانا جامی اور چشتی مرحوم کمرے کے دروازے کو دھکا دے کر کھڑے ہوئے تھے اور میں مصلّے پر بیٹھا حزب البحر پڑھ کر اپنے اللہ سے مدد مانگ رہا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ قدرت نے حفاظت کی ورنہ تیسری لاش میری ہوتی۔ کچھ دیر بعد پولیس آئی اور ہوائی فائرنگ کے ساتھ لوگوں کو ہٹا کر بحفاظت حضرت قاسمی مرحوم کو رفقاء سمیت وہاں سے نکال کر ٹوبہ ٹیک سنگھ لائی۔

مولانا جامی فرمایا کرتے ہیں کہ جب بھی وہ منظر یاد آتا ہے لرز جاتا ہوں کہ موت سامنے ناچتی نظر آرہی تھی اور قاسمی صاحب تھے کہ استقامت کا پہاڑ بنے گھبرائے بغیر اپنے اللہ سے مدد مانگ رہے تھے۔

باطل کے مقابلے میں ننگی تلوار:

مولانا قاسمی شجاعت و بہادری کا اعلیٰ پیکر تھے اور باطل کو للکارنا ان کے مزاج کا حصہ تھا۔ چنانچہ جھنگ میں جب مولانا شیریں ۹ رفقاء سمیت شہید ہوئے اور باب عمر کا سانحہ پیش آیا تو آپ نے اس وقت وہاں جاکر کرنل عابد (مسز عابدہ حسین کے والد) جیسے وڈیرے کو للکارا جبکہ وہاں اہل تشیع کے خلاف زبان کھولنا جرم تھا۔ سپاہ صحابہ کا قیام تو بہت بعد میں ہوا۔ آپ نے دور ایوبی میں بڑے بڑے اجتماعات میں ایوب آمریت کے خلاف تقاریر کیں اور گرفتار ہوئے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن سابقہ چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل نے قرآن و حدیث کے خلاف جب بیانات دیئے تو آپ نے پورے ملک میں اس کے خلاف تقاریر کر کے ایسا تعاقب کیا کہ حکومت کے لئے ڈاکٹر صاحب کو فارغ کئے بغیر چارہ نہ رہا۔

جب آغا شورش کاشمیری مرحوم نے ایوب آمریت کے خلاف بھوک ہڑتال کی تو حضرت قاسمی مرحوم نے آغا مرحوم کے حق میں پورے ملک میں ولولہ انگیز تقاریر کیں۔ پھر حکومت وقت جب زچ ہوکر آغا صاحب مرحوم کو رہا کرنے پر مجبور ہوئی تو حضرت قاسمی مرحوم کراچی سے آغا مرحوم کو ہمراہ لے کر پورے ملک میں استقبالی جلسے کرتے ہوئے کئی روز بعد لاہور پہنچے۔ فیصل آباد میں یہ جلسہ اشرف المدارس میں منعقد ہوا تھا جس میں مولانا عبدالعلیم مرحوم، مولانا محمد انور حکیم مدظلہٗ، مولانا عبدالرشید انصاری مدظلہٗ اور دوسرے علماء شریک ہوئے تھے۔ دور ایوبی میں جب شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان مرحوم کو علاقہ دریہ میں ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصہ نظر بند کردیا گیا تو حضرت قاسمی مرحوم نے شیخ مرحوم کا محاذ بھی سنبھالا اور پورے ملک میں عقیدۂ توحید کو عام کرنے کیلئے مخلصانہ انداز میں عظیم اجتماعات سے خطاب کیا اور جب حضرت شیخ مرحوم کی نظر بندی ختم ہوئی تو فیصل آباد کے دھوبی گھاٹ میں عظیم الشان جلسہ عام کے ذریعہ شیخ القرآن رحمہ اللہ کا استقبال کیا اور آپ کو رہائی پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے جو خطاب کیا وہ مدتوں یاد رہے گا۔

حضرت قاسمی مرحوم ہر دینی تحریک کے سرخیل رہے ہیں آپ نے سب سے پہلے علامہ دوست محمد قریشی مرحوم، مولانا علامہ سید نور الحسن شاہ بخاری مرحوم اور مولانا قائم الدین مرحوم کی رفاقت میں تنظیم اہل سنت کے پلیٹ فارم پر پورے ملک میں دعوت حق کا کام کیا۔ پھر جمعیت علماء اسلام میں آئے تو صوبہ پنجاب کے امیر رہے۔ جمعیت علماء اسلام کے زیر انتظام لاہور میں جب آئین شریعت کانفرنس منعقد ہوئی تو اس کے انتظامات آپ کی نگرانی میں اس اعلیٰ انداز سے کئے گئے کہ شرکاء آپ کے حسن انتظام کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

اس کانفرنس کے آخری اجلاس میں لوگوں کے اصرار پر مولانا کوثر نیازی مرحوم جیسے عظیم خطیب کی خوبصورت تقریر کے بعد آپ کو تقریر کی دعوت دی گئی اور یہ معاملہ آپ کے ساتھ اکثر ہوتا تھا کہ آپ جہاں بھی تشریف لے جاتے آپ کا خطاب آخر میں ہوتا کیونکہ منتظمین کو یقین ہوتا تھا کہ آپ کے خطاب کے بعد سامعین اجتماع گاہ میں نہیں رکیں گے۔ جبکہ آپ کے خطاب سننے کے لئے لوگ گھنٹوں انتظار کیا کرتے تھے۔

حضرت مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ جب صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ بنے تو آپ فیصل آباد سے ایک بہت بڑا جلوس لے کر انہیں مبارکباد پیش کرنے پشاور تشریف لے گئے اور وہاں ایک عظیم اجتماع سے خطاب کیا۔

جنرل ضیاء الحق صاحب مرحوم کے دور میں جب گورنر پنجاب جنرل سوار خان نے اہل بدعت کی سرپرستی کی اور انہوں نے اہل حق کی مساجد پر قبضے شروع کئے تو حضرت قاسمی مرحوم نے شیرانوالہ گیٹ مرکز اہل حق میں عظیم الشان جلسہ کیا اور گورنر سوار خان کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ تم بازار آجاؤ ورنہ نہ سوار رہے گا نہ اس کی ڈاچی (یعنی گورنری) بچے گی۔

سیالکوٹ میں جب اسلم قریشی صاحب کے بارہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت والوں نے ایک بہت بڑا جلسہ کیا تو حضرت قاسمی صاحب نے ایسا عمدہ خطاب کیا کہ شیخ المشائخ حضرت پیر طریقت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے دستار فضیلت اپنے سر سے اتار کر حضرت قاسمی صاحب کے سر پر رکھ دی۔

آپ کی شعلہ بیانی اور اعلائے کلمۃ الحق میں بے باکی کا یہ عالم تھا کہ ہر سال مختلف مہینوں میں آپ کو 22 سے زائد اضلاع اور ایک دو صوبوں سے ضلع وصوبہ بدری کے احکام موصول ہوا کرتے تھے۔ آپ ملک کے چاروں صوبوں میں یکساں مقبول تھے بلکہ پوری دنیا مثلاً برطانیہ، جنوبی افریقہ، لیبیا، مڈل ایسٹ اور مصر کے ممالک کا کئی مرتبہ تبلیغی سفر کیا۔ مولانا عبدالرشید انصاری کے ہمراہ ایک مرتبہ عراق اور اردن بھی گئے۔

امیر عزیمت مولانا حق نواز رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی دلیری اور اخلاص کے باعث بڑی محبت تھی، جب ان کی شہادت کے بعد سپاہ صحابہ پر کڑا وقت آیا تو آپ نے اس جماعت کے رفقاء کے سروں پر دست شفقت رکھتے ہوئے سپریم کونسل کی چیئرمین شپ یہ کہتے ہوئے قبول کی کہ ان نوجوانوں کی سرپرستی سے ہاتھ کھینچ لینا بہت بڑا ظلم ہوگا۔

74ء سے 77ء تک کے عرصہ میں بظاہر

ایسا لگتا تھا کہ آپ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر حکومتی سیٹ اپ کے بارہ میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ لیکن 77ء کی تحریک میں کفن پہن کر جامع مسجد کچہری بازار سے جلوس نکالا اور گرفتاری دے کر سابقہ تاثر کو زائل کیا۔

جن دنوں حرمین شریفین میں باہر سے خطباء جا کر تقاریر کیا کرتے تھے آپ نے مولانا مکی صاحب دام ظلہ کے اسٹیج پر حرم کعبہ میں اور روضہ اطہر کے سامنے مسجد نبوی، مدینہ منورہ میں متعدد خطابات کئے جن میں عقیدہ توحید، محبت رسول ﷺ اور عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کو خوبصورت انداز سے بیان کیا۔

مولانا قاسمی نے فنِ خطابت کو اس طرح آگے بڑھایا کہ آج پوری دنیا میں ان کے شاگرد ممتاز خطباء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں اس وقت برطانیہ میں (مولانا امداد الحسن نعمانی، قاری عبدالسلام) امریکہ میں مولانا محمود احمد قادری، مولانا فضل ہزاروی ہانگ کانگ کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب مولانا محمد طیب قاسمی، مڈل ایسٹ، بنگلہ دیش، افغانستان اور دیگر بیسیوں ممالک میں نمایاں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

حضرت قاسمی بڑے بزرگوں اور نوجوان خطباء کے درمیان ایک پل تھے۔ وہ بڑوں میں بڑے اور اپنے رفقاء میں ان جیسے محسوس ہوا کرتے تھے، چھوٹوں کو نوازنا اور ان کا حوصلہ بڑھانا ان کی طبیعت کا امتیازی وصف تھا۔ انہیں حسد سے شدید نفرت تھی۔ مزاج میں انکساری ایسی تھی کہ اکابر کے سامنے بچھ بچھ جاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں تو ایک طالب علم ہوں اور اکابر کا کفش بردار ہوں اور یہی میرا سرمایہ ہے، اسی پر مجھے فخر ہے، میں دیوبند کا ایک ادنیٰ سا فرزند اور اکابر دیوبند کا ادنیٰ سپاہی ہوں۔

وہ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ نفاق ان کے مزاج میں دور دور تک نہ تھا۔ جس کے دوست ہوتے پوری طرح دوست ہوتے جس سے دشمنی کرتے کھل کر کرتے تھے۔ اگرچہ طبعاً قدرے سخت محسوس ہوتے تھے لیکن یہ سختی دراصل ان کے مزاج میں استغناء کے باعث تھی ورنہ دل کے اس طرح نرم تھے کہ کسی کی معمولی سی تکلیف کو بھی پوری طرح محسوس کرتے اور لوگوں کے غم میں شریک ہوتے تھے۔ محبوب کبریا، سرور دو عالم ﷺ سے بے مثال عشق ومحبت تھی۔ نعت شریف سننے کا بہت اعلیٰ ذوق تھا۔

راولپنڈی کے ایک سفر میں مولانا احسان اللہ فاروقی شہید، الحاج خلیل احمد لدھیانوی مرحوم اور راقم الحروف کی معیت میں معروف قاری خوشی محمد الازہری مرحوم کے گھر صرف اس لئے تشریف لے گئے کہ ان سے نعت شریف سنیں گے۔ واپسی میں زمیندار ہوٹل پنڈی میں جامی صاحب نعت خواں جو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھتے ہیں ان کو بلوایا اور ان سے کلام سنا۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی پنڈی آتا ہوں تو ان نعت خواں حضرات سے نعت شریف سننے کی کوشش کرتا ہوں۔ لاہور تشریف لاتے تو گوالمنڈی کے میاں اسلم عزیز صاحب کے ہاں معروف گلوکار عنایت عابد سے نعتیں سنا کرتے تھے۔ حافظ محمد شریف نجن آبادی صاحب کے نعتیہ کلام سنتے تو بے ساختہ رونے لگتے تھے۔

آپ نے ۱۹۶۵ء میں دینی تعلیمی ادارہ جامعہ قاسمیہ کی بنیاد رکھی۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے **انما انا قاسم واللہ یعطی** "میں علم ومعرفت بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ یہ نعمتیں عطا کرنے والے ہیں۔" فرماتے ہیں کہ میں نے جامعہ قاسمیہ کو آپ کی ذات بابرکات کے اس صفاتی نام کی طرف منسوب کیا ہے۔ گویا یہ حضرت قاسم ﷺ کی تعلیمات کو عام کرنے والی جامعہ ہے۔

جامعہ قاسمیہ میں موقوف علیہ تک درجہ کتب اور حفظ وناظرہ قرآن حکیم اور شعبہ قرأۃ میں سینکڑوں طلباء تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کے دور میں جامعہ قاسمیہ میں ہر سال فرق باطلہ اور خصوصاً قادیانیوں، روافض و مبتدعین کے خلاف سہ ماہی تربیتی کورس کرائے جاتے تھے۔ جن میں پورے ملک سے طلباء اور ہر شعبہ کے ماہر علماء کرام شریک ہوتے تھے۔ جامعہ قاسمیہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہاں کے صدر مدرس استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا فضل امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت ہے۔ آپ اس ادارہ کے اولین استاذ گرامی ہیں جو تا حال اسی ادارہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اس ادارہ نے ملت اسلامیہ کو بڑے معروف علماء مہیا کئے۔ پاکستان کا کوئی معروف شہر ایسا نہیں ہے جہاں اس تعلیمی ادارہ کے فارغ التحصیل طلباء علم وفضل کے ساتھ اشاعت وتبلیغ کے فرائض سرانجام نہ دے رہے ہوں۔ ان سابقہ طلباء میں مولانا محمد یعقوب چنیوٹی، مولانا قاری محمد ریاض فیصل آبادی، مولانا حافظ محمد یوسف سرگودھوی، مولانا عبداللطیف ڈسکوی، مولانا عزیز الرحمن قاسمی سیالکوٹی، مولانا محمد صدیق جھنگوی، مولانا منظور احمد ساہیوال، مولانا عبدالغفور ملتان، مولانا محمد رمضان شاہد مظفر گڑھی، مولانا قاری غلام رسول ڈیروی، مولانا شبیر احمد عثمانی اور سینکڑوں علماء شامل ہیں۔

حضرت قاسمی مرحوم پورے ملک میں خوش لباس اور صاف ستھرے خطیب کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ پورے ہفتہ کے لئے گھر سے روانہ

ہوتے تو چھ استری شدہ سوٹ اپنے اٹیچی میں رکھا کرتے تھے۔ ایک وقت ملک میں ایسا بھی آیا کہ قراقلی ٹوپی، چشمہ، اچکن، کندھے پر رومال ہاتھ میں کھونڈی (چھڑی) یعنی آپ کا لباس اعلیٰ خطیب کی نشانی بن گیا تھا اور پورے ملک میں عرصہ تک رائج رہا۔ آپ کی کن کن خوبیوں کا ذکر کیا جائے حقیقت یہ ہے کہ اہلِ توحید آپ کے انتقال پر یتیم ہوگئے ہیں۔ اب شرک و بدعت پھیلانے والوں کو للکارنے اور ان کا تعاقب کرنے والا کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

مجھے یاد ہے کہ جب ڈیرہ اسماعیل خان میں مولوی محمد عمر اچھروی نے مناظرے کا چیلنج دیا تو آپ تیاری کر کے روانہ ہوئے حکومت نے داخلے پر پابندی لگادی تو آپ ایک سادہ دیہاتی کا روپ دھار کر اسٹیج پر پہنچ گئے اور اہلِ بدعت کو جا للکارا جبکہ فریق مخالف کے مناظر کا دور دور نام ونشان تک نہ تھا۔

آج ان کے انتقال پر پوری دنیا سے اہلِ حق غمزدہ ہیں ان کے تعزیتی پیغام آرہے ہیں، فون آرہے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے برادرِ مکرم قاری نور احمد قاسمی اور مدینہ منورہ سے برادرِ عزیز قاری محمد طیب قاسمی کا فون آیا وہ دونوں رو رہے تھے۔ جبکہ ہمارے مخدوم مولانا خورشید احمد گنگوہی جو آج کل برطانیہ کے تبلیغی دورہ پر ہیں۔ ان کا خط موصول ہوا جس کے مندرجات ملاحظہ ہوں۔

"آج مؤرخہ 30 دسمبر کی صبح روزنامہ جنگ لیا تو صفحہ اوّل پر حضرت قاسمی صاحب کی وفات کی خبر دیکھی شدید دکھ ہوا یقین نہیں آتا تھا کہ مولانا مرحوم اتنی جلدی ہم سے رخصت ہوجائیں گے۔ میں نے مولانا امداد الحسن نعمانی کو فون کیا تو وہ بھی کافی دیر تک رو رو کر مولانا مرحوم کی باتیں کرتے رہے۔

حضرت رحمہ اللہ نے حق و باطل کی کشمکش میں ایک بھرپور زندگی گزاری ہے، چار عشروں پر پھیلی ہوئی خدمات ان کے لئے سامانِ نجات ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے اللہ کے حضور یہاں سے زیادہ آسانیوں میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ میں یہاں اپنے شیخ حضرت مولانا نعیم اللہ فاروقی صاحب کے خلیفہ مجاز مولانا صاحب کے ہاں قیام پذیر ہوں انشاء اللہ جلد واپسی ہوگی۔"

اس طرح پوری دنیا سے خطوط موصول ہو رہے ہیں، جو ان کی متوسلین کے لئے ڈھارس بندھانے کا ذریعہ ہیں۔ آپ زندگی کے آخری ایام میں پیر طریقت حضرت مولانا سیف اللہ خالد مجددی نقشبندی کی دعوت پر جب جامعہ منظور الاسلامیہ میں خطاب کے لئے تشریف لائے تو بکمال شفقت اپنے سے بہت کم عمر اسیر ہند غازیٔ اسلام مولانا محمد مسعود اظہر کے ہاتھ پر اپنے رفقاء سمیت بیعت جہاد کی۔

میں آخر میں احباب کو مولانا حافظ محمد زبیر مدنی کی زبانی بیان کئے گئے آخری لمحات بتانا پسند کروں گا۔ وہ بتارہے تھے کہ جمعۃ المبارک کے دن نماز عصر کے قریب حضرت نے گھر کے تمام افراد کو جمع کر کے اپنے مخصوص انداز میں رندھی ہوئی آواز میں فرمایا کہ تم گواہ رہنا میں نے ساری عمر توحید کے نور کو پھیلایا ہے۔ تم بھی توحید پر قائم رہنا شرک ہرگز نہ کرنا کیونکہ شرک ناقابلِ معافی جرم ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے ساری عمر تیری توحید بیان کی ہے۔ یا اللہ تو میرے ساتھ فضل کا معاملہ فرمانا پھر آپ نے کلمہ شہادت پڑھا جس میں وحدہ لاشریک لہ کو تین مرتبہ پڑھا۔

ڈاکٹر صاحب نے آکر چیک کیا اور کہا کہ آپ کی شوگر کم ہوگئی ہے، آپ چینی کھائیں تو ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صاحب میری شوگر کم نہیں ہوئی بلکہ بلاوا آگیا ہے۔ میں آپ کو بھی گواہ بناتا ہوں، آپ بھی گواہ رہنا کہ میں نے ساری زندگی توحید پھیلائی ہے۔ پھر کلمہ پڑھا اور جان وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سپرد کردی۔

انتقال کی خبر پوری دنیا میں پھیل گی اور علماء و مشائخ فیصل آباد پہنچنے لگے۔ دوسرے روز 12.15 بجے نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جس میں ہزاروں غمزدہ محبت واحترام کرنے والے شریک ہوئے۔ 1.30 بجے جامعہ قاسمیہ میں تدفین ہوئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

انتقال کے تیسرے روز کارخانہ بازار فیصل آباد کے تاجر حاجی محمد اکرم تیل والے رات کو آپ کی تقریر کی کیسٹ سن کر سوگئے۔ خواب میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں بہت سارے لوگ جبہ و دستار پہنے مسجد نبوی کے محراب کے قریب تشریف فرما ہیں۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اذان دے رہے ہیں، جب انہوں نے دیکھا تو حضرت قاسمی صاحب ان اصحابِ دستار کی پہلی صف میں خوش وخرم حالت میں نظر آئے۔

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل امین صاحب دامت برکاتہم نے یہ تعبیر فرمائی کہ ان کی دفاع صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے دی گئی قربانیوں کا نتیجہ ہے کہ آج جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے قدموں میں جگہ نصیب ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے اوران کے اعمال صالحہ کو قبول فرما کر ان کی مغفرت فرمائے۔ نیز جامعہ قاسمیہ اور دیگر صدقاتِ جاریہ کی شکل میں ان کے اقدامات کو ابدی اجر کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

☆☆☆

حق کی للکار

محمد زکریا ساقی (اسٹوڈنٹ سپاہ صحابہ۔ گوجرانوالہ)

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات صرف سپاہ صحابہ کے لئے نہیں بلکہ تمام سنی عوام کے لئے باعث پریشانی ہے۔ انہوں نے ابتداء میں مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ حضرت نے مولانا قاسمی مرحوم کو تزکیۂ قلب اور مخفی کمالات سے نکھارا۔ انہوں نے علماء کے نمائندہ پلیٹ فارم متحدہ جمعیت علماء اسلام میں بھی اور تحریک ختم نبوت میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں تحفظِ ناموسِ صحابہ واہلِ بیت کے لئے بھی تاحیات جدوجہد جاری رکھی۔ ہر دور میں بہت سے معززین حضرات مختلف شعبہ جات میں موجود رہے ہیں۔ دنیا میں ایک وقت تک ان کا قیام رہا اس کے بعد انہیں الوداع ہونا پڑا، کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

اگر اس دنیائے فانی میں ہمیشہ رہنا ہوتا تو ہمارے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں زندہ رہتے لیکن پیغمبروں کے بھی اس دنیا سے چلے جانے سے ثابت ہوا کہ یہاں کی چند روزہ زندگی کے بعد ایک مستقل زندگی ہے جو کہ ختم نہ ہونے والی ہے۔ حتیٰ کہ فی ھذا الوقت بھی صالحین حضرات پے در پے آخری جہان کی طرف منتقل ہو رہے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس دنیا سے ہر طبقہ کے افراد نے اس جہان کی طرف منتقل ہونا ہے لیکن جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ واشاعت کی یا شریعت کے موافق کوئی اچھا کارنامہ سرانجام دیا ان کا جسم تو بظاہر عصرِ حاضر سے غائب ہو جاتا ہے لیکن ان کا نام، ان کا کردار زندہ رہتا ہے۔

جس وقت خلیفہ مامون الرشید اپنے وقت کا بادشاہ تھا تو اس کے دورِ اقتدار میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے مسجد کے باہر اپنے جوتے اُتارے تو ان کے شاگرد جوتے اٹھانے کے لئے آپس میں لڑنے لگے۔ مامون الرشید اپنی کھڑکی سے یہ کیفیت دیکھ رہا تھا ان کے شاگردوں نے کہا کہ ایسا کرتے ہیں کہ ایک رومال میں جوتے ڈالتے ہیں اور پھر دونوں اٹھاتے ہیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا یہ کیفیت دیکھ کر نیک دل خلیفہ وقت رونے لگا، اس کی بیوی نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے یہ واقعہ سنایا اور کہا کہ ہم تو خواہ مخواہ حکمران بنے ہوئے ہیں اصل بادشاہ تو یہ علماء ہیں، ان کی جوتی اٹھانے کے لئے لوگ آپس میں لڑتے ہیں، ہمارے جوتوں کے اوپر سے تو لوگ پاؤں رکھ کر گزر جاتے ہیں۔

مجھے بخوبی یاد ہے کہ ۱۹۹۷ء میں جب راقم کو جامع مسجد گول فیصل آباد میں نماز جمعہ پڑھنے کا موقعہ ملا تو خطبۂ جمعہ سے قبل مولانا مرحوم مسجد میں تشریف لائے، اپنے جوتے اتارے تین ساتھی ان جوتوں کی خاطر ایک دوسرے سے الجھے آخر دو ساتھی اس میں کامیاب ہوئے اور ایک جوتا ایک طالبعلم نے اٹھایا، دوسرا دوسرے نے۔ یہ بات مسلم شدہ ہے کہ ہمیشہ اگر دیکھا جائے تو علماء حق کی بادشاہت لوگوں کے دلوں پر رہی ہے۔ اسی طرح عصر حاضر میں مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ سپاہ صحابہ نے بہت ہی کم مدت کے اندر جدوجہد کو بہت دور تک پہنچایا، وہ بظاہر تو اس دنیا فانی سے اوجھل ہو گئے لیکن ان کا نام و کردار ابھی تک بلند ہے۔ تمام شعبہ جات میں ہمارے اسلاف کا کردار سورج کی طرح نمایاں رہا ہے۔ اگر تاریخ کی کتب کی طرف نظر دوڑائی جائے تو واضح پتہ چلتا ہے کہ کردار کے غازی کون ہیں اور باتوں کے غازی کون ہیں۔ مولانا مرحوم تحفظ ناموس صحابہ و اہل بیت کے مسئلہ پر تحریکِ سپاہ صحابہ میں ایک دینی ہیرو کی حیثیت رکھتے تھے۔ ہمیں فخر ہے کہ جب تک وہ اس دنیا میں موجود رہے، ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ دشمنانِ صحابہ پر چھائے رہے انہوں نے ہر باطل کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اس کے علاوہ سپاہ صحابہ کے کارکنان و قائدین کی گرفتاریوں کے دوران پوری جماعت پر چھتری کے سائے کی حیثیت رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں ایسی جرأت سے نوازا تھا کہ حکومتی حلقوں میں بھی (مرحوم) کا ایک رعب ودبدبہ ہوا کرتا تھا۔ بظاہر عمر کافی طویل ہو چکی تھی مگر دل جوان تھا آواز میں اللہ تعالیٰ نے جلالت عطا فرمائی تھی۔ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم ملک میں قیامِ امن کے لئے تمام سرکاری اور مشترکہ جلسوں میں اپنی جماعت (سپاہ صحابہ) کی نمائندگی کرتے ہوئے قابل عمل اور نہایت ہی مؤثر تجاویز پیش کرتے اور یہ ثابت کر دیا کرتے تھے کہ سپاہ صحابہ ایک امن پسند جماعت ہے اور یہ کسی بھی طرح ملک میں امن عامہ کو خراب ہوتے دیکھنا نہیں چاہتی۔ سپاہ صحابہ پر مصائب و آلام کے بڑے بڑے پہاڑ ٹوٹے مگر اس کے باوجود بھی مولانا قاسمی مرحوم نے سپاہ صحابہ سے اپنا تعلق نہیں توڑا بلکہ تاحیات جماعت سے گہری وابستگی برقرار رکھی۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ مولانا قاسمی جماعت کا ایک بہت بڑا سرمایہ تھے۔ مولانا

قاسمی رحمۃ اللہ علیہ یقیناً جماعت کے لئے شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتے تھے۔ آج وہ سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا۔

سپاہ صحابہ کے ہر حلقہ سے یہ دعائیں سنائی دی گئیں کہ اللہ تعالیٰ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے جانے کے بعد ان کا خلاء پورا کرے۔ (آمین)

مولانا مرحوم کی رحلت پر ہر آنکھ آنسو بہارہی ہے ہر دل بے قرار ہے لیکن پریشانی ودکھ کی اس کیفیت کے باوجود بھی سپاہ صحابہ کا ہر کارکن یہ عزم مصمم کرچکا ہے کہ اے قاسمی مرحوم جس طرح تو نے زندگی کے آخری سانس تک تحفظ ناموس رسالت و اصحاب رسول کے لئے قائد جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی سرپرستی کا عملی ثبوت پیش کیا۔ ہم بھی آپ کی روح سے وعدہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ اس مشن کی تکمیل تک آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔ آپ کے کردار کو زندہ رکھیں گے۔ راقم کا حضرت سے خط وکتابت کے ذریعہ رابطہ مسلسل رہا۔ گذشتہ سال ۲۰۰۰ء میں حضرت مرحوم سے فیصل آباد میں ملاقات ہوئی تو بندہ نے عرض کیا کہ حضرت ہمارے لئے کوئی وصیت کریں تو انہوں نے ارشاد فرمایا ''تمہارا مشن برحق ہے، پُراعتماد رہو اور اس مشن کو دوسروں سے منواؤ۔ ہر محفل میں اپنے نظریئے کی بات کرو، میں نے اپنی زندگی میں کسی باطل کو اپنے سامنے سر نہیں اٹھانے دیا، تحریر وتقریر کے ذریعے اسے للکارا، اب جسم میں وہ قوت باقی نہ رہی اور ہاتھوں میں وہ سکت نہیں کہ قلم کے ذریعے للکارا جائے، لہٰذا تم اس حیثیت سے علم حاصل کرو، ابھی تم نے بہت کام کرنے ہیں۔''

حضرت کو راقم نے کشمیر جانے کی دعوت دی تھی تو مولانا مرحوم نے اس سال ۲۰۰۱ء میں جانے کا وعدہ کیا تھا لیکن ربّ کعبہ نے انہیں آزاد کشمیر جانے سے قبل ہی اپنے پاس بلالیا۔ حضرت کی عدم موجودگی خدمت اسلام کے ہر شعبہ میں محسوس کی جارہی ہے۔ ہمیں بخوبی یاد ہے کہ جب سپاہ صحابہ کی قیادت جیل میں ہوتی تو پورے ملک کے کارکنان کو سنبھالنے والے اور قائدین کی رہائی کا شدومد سے مطالبہ کرنے والے مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ ہی ہوا کرتے تھے۔ اب ان کا دروازہ بند ہوگیا ہے، سپاہ صحابہ کا ہر رکن یہ عزم کرچکا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی زندگیوں میں دینی انقلاب برپا کریں گے۔

واہ! ضیاء القاسمی ...... آہ! ضیاء القاسمی

شیخ الحدیث مولانا فیض اللہ آزاد

اس صدی کے عظیم الشان، فصیح اللسان، شیریں بیان، محبوب العوام والخواص، علماء اور نوجوان نسل کے سرپرست، علماء حق، علماء دیوبند، اہل سنت والجماعت کے عظیم المرتبت فرزند مولانا ضیاء القاسمی کا نام نامی ہے۔ جن کے بارے میں جس قدر تعریف اور تعارف کے لئے قلم متحرک کیا جائے تو قلم متحرک ہی رہتا ہے، رکنے کا نام نہیں لیتا۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو بے پناہ صفات حسنہ سے نوازا تھا۔ بندہ نے بچپن سے مولانا کا خطاب جو آج تک کانوں میں گونج رہا ہے اور جہاں کہیں مولانا کا وعظ سنا گیا وہ درودیوار آج تک گونج رہے ہیں۔ ان کی پُرشکوہ، پُرترنم دل سوز، دلرُبا آوازیں گرجتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ مولانا عقائد واخلاق وتصوف کے ترجمان تھے۔ مولانا دوستوں کے دوست اور بھائیوں کے بھائی اور مظلوموں کے صحیح معنوں میں فریادرس اور بہی خواہ تھے۔ مولانا کی زندگی دُکھی مخلوق کی خدمت کے لئے اور جنت کی جانب راہ نمائی کے لئے وقف تھی اور مولانا نے دن رات سفر وحضر میں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر زندگی گزارنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی اور مولانا کی تقاریر خوش الحانی، فصاحت وبلاغت وادبی کلام کا حسین نمونہ ہوا کرتی تھیں اور سنگدل کو موم کردیتی تھیں۔ گویا مردہ دلوں میں دم عیسوی کا کام کرنے والی تھیں۔

بندہ کی مولانا سے زندگی کی آخری ملاقات جو کراچی میں کلفٹن کے ساحلوں پر علماء، دوستوں کے ساتھ ہوئی اور بڑی مفید ملاقات تھی، جو علماء کے دلوں پر نقش حیات ہے۔ ان علماء میں بندہ کے ساتھ ہردلعزیز مولانا قاری اللہ داد، مولانا فیض محمد فیض نقشبندی اور ملت حق کے ترجمان مولانا عبدالرشید انصاری صاحب اور قاری عبدالکریم صاحب وغیرہ موجود تھے۔ جس میں مولانا ضیاء القاسمی نے اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار بڑے جذباتی الفاظ میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا، وہ قابل رشک اور قابل فخر تھا۔

مولانا کی شعلہ بیانی اور خوش الحانی جو شخص ان کی شیریں زبان سے سنتا تھا وہ بے ساختہ اس کی زبان سے نکلتا تھا۔ ''واہ قاسمی واہ'' لیکن اس فانی دنیا سے جب ان کی رحلت کا کوئی فرد بشر سنتا ہے تو افسوس صد افسوس کے ساتھ بے ساختہ اُس کی زبان سے نکلتا ہے ''آہ قاسمی آہ'' تیری پُرسوز دلرُبا پیاری پیاری، میٹھی میٹھی آواز سے ہم ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو جنت میں اعلیٰ علیین میں، اعلیٰ مقام فردوس عطا فرمائے۔ آمین

فقط والسلام

فیض اللہ آزاد

میرا محسن میرا مربی

تحریر: صاحبزادہ شکیل الرحمٰن قاسمی۔ اوکاڑہ (تلمیذ حضرت قاسمی)

حالات کی گردش بھی عجیب ہے کہ کل تک جو قلم مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے سینۂ قرطاس پر چلتا تھا آج وہی قلم مولانا کو مرحوم تصور کر کے ان کی شخصیت کے بکھرے موتیوں کو جمع کرنے کی سعی کر رہا ہے۔ مولانا کی وفات سے دل و دماغ جس طرح متاثر ہوئے اور اس سانحہ نے میرے وجود کو جس طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا اس کے بیان کی نہ ہمت ہے اور نہ سکت۔ آج بھی جب اس لمحے کا تصور کرتا ہوں جب مولانا کے انتقال کی خبر سنی تھی تو بعینہٖ وہی غم و کرب محسوس ہونے لگتا ہے جو اس خبر کی اولین ساعت کے وقت ہوا تھا۔ دل تو چاہتا ہے اپنی قلبی کیفیات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر آنے والے وقت کے لئے کاغذ کے خول میں محفوظ کر دوں مگر پھر سوچتا ہوں کہ جذبات اور تاثرات کی حفاظت کاغذوں کے سینوں سے زیادہ انسانی دل و دماغ کیا کرتے ہیں۔ پھر ایک ایسا کرب جس کا احساس مستقل ہو کیونکر غیر محفوظ ہو سکتا ہے جبکہ وہ زندگی کی سانسوں کے ساتھ سفر کرنے کا تہیہ کر چکا ہو۔ اس لئے میں نے اس مضمون میں مولانا کی وفات سے اپنے اوپر ٹوٹنے والے غم واندوہ کے پہاڑ کے تودے جمع کرنے کی بجائے ان کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا تذکرہ کیا ہے۔

شخصیت:

خوداری، اصابتِ رائے، پختگیٔ فکر، زہد و تقویٰ، ظاہر و باطن میں یکسانیت، جہدِ مسلسل کا ولولہ، پہاڑ کی طرح مضبوط عزائم، ستاروں کی طرح روشن خیالات، سورج کی کرنیں ڈالنے کی خو، چاند کی طرح شفاف کردار، سمندر کی طرح وسیع علم، زمین کی طرح ہموار گفتگو اور ہمہ گیر خوبیوں اور صلاحیتوں کے مجموعہ کا نام مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔

خطابت:

مولانا ایک شعلہ نوا خطیب تھے، صرف خطیب ہی نہیں بلکہ خطیب گر تھے۔ آپ کی خطابت میں دمِ عیسیٰ کی تاثیر تھی، آپ حق گوئی و بیباکی کے علمبردار، جرأتوں کے نشان، ہمتوں کے پہاڑ، اپنوں کے لئے ابریشم اور بیگانوں کے لئے فولاد تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ملمع سازی کے قائل نہ تھے، سیاسی مصلحتیں، اقتدار کا خوف، قید و بند کی صعوبتیں انہیں حق بات کہنے سے باز نہیں رکھ سکتی تھیں۔ ان کا سر صرف خدا کے سامنے جھکتا تھا، وہ جب وقت کے نمرودوں اور عصرِ حاضر کے فرعونوں کو للکارتے تھے تو فضا تھراتی تھی۔

عشقِ توحید و رسالت:

یہ وہ خصوصیت ہے جس سے مولانا کی ساری شخصیت عبارت تھی۔ ان کی تمام تر زندگی کا حاصل جذبۂ توحید و عشقِ رسالت ہی تھا اور وہ بھی عقیدۂ توحید کی دولت اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ کو اپنا سرمایہ حیات گردانتے اور اس میں ڈوبے جاتے تھے۔ ان کی ساری زندگی جس مشن کے لئے وقف رہی اور جس پر ان کی تمام صلاحیتیں صرف ہوئیں وہ خود ان کے عقیدۂ توحید کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مولانا صاحب کی ساری زندگی اور تمام تر توانائیاں ایک اسی مقدس جذبہ کے تحت صرف ہوئیں۔ انہوں نے جس انداز سے شرک و بدعت کے پجاریوں کا تعاقب و احتساب کیا وہ نہ صرف انہی کا حصہ تھا بلکہ یہ عقیدۂ توحید ہی کا فیضان تھا جو ان کے رگ و پے میں سما چکا تھا۔ آپ کی شخصیت میں اس جذبۂ صادق کا اس قدر دخل ہے کہ عقیدۂ توحید کے ذکر و بیان کے بغیر ان کا تعارف کرایا ہی نہیں جا سکتا۔

اصحابِ رسول سے محبت:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جس نے میرے اصحاب سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ اسی ارشادِ نبوی ﷺ کی عملی تفسیر تھے۔ وہ عشقِ رسول کے ساتھ ساتھ اصحابِ رسول اور اہلِ بیتِ اطہار سے بھی بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ اصحابِ رسول سے ان کی محبت کا اندازہ اسی ایک واقعہ سے کیا جا سکتا ہے کہ مولانا کے ساتھ بندہ ملی یکجہتی کونسل کے اجلاس میں رفیقِ سفر تھا، دورانِ سفر میں نے ایک طالبعلمانہ سوال کیا کہ حضرت خلافت و ملوکیت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعلق جو قابلِ اعتراض باتیں لکھی ہیں ان کا اکثر حصہ تاریخ کی قدیم کتب سے ماخوذ ہے لیکن جب ہم خلافت و ملوکیت کا تجزیہ کرتے ہیں تو ان باتوں کے بیان پر مودودی کو ہی کیوں موردِ الزام ٹھہراتے ہیں۔ ان تاریخ دانوں کے بارے میں کیوں نہیں کہتے جنہوں نے ان باتوں کو تاریخ کے اوراق سیاہ کر کے آئندہ کیلئے تنقید کے دروازے کھولے ہیں۔ حضرت نے میرے سوال کو بڑے غور سے سنا اور مختصر جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کا ایمان، یقین قرآن پر ہے، یا تاریخ پر، قرآن کی آیت رضی اللہ عنہم ورضوعنہ کے بعد آپ تاریخ کے بیانات کس درجہ میں رکھیں گے۔ مودودی ہو یا تاریخ کا کوئی اور مورخ اس کی تاریخ

گوئی قرآن کی صداقت کے سامنے جھوٹ کا پلندہ ہے۔ ہم اسے نہیں مانتے، صحابہ کے لئے قرآن کی گواہی میں شک کرنا اپنا ایمان برباد کرنا ہے۔

بڑوں کی عزت، چھوٹوں پر شفقت:

قدرت نے بڑوں کی عزت کرنے اور چھوٹوں پر شفقت فرمانے کا وصف مولانا صاحب میں کوٹ کوٹ کر بھرا دیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ سے تعلق رکھنے والے تمام بڑے اور چھوٹے حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اتھاہ گہرائیوں سے چاہتے تھے۔ آپ کو بے شمار بڑے آدمیوں کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا۔ آپ خود ایک بڑے آدمی تھے، آپ بڑے لوگوں کے اوصاف و عادات سے واقف تھے مگر پھر بھی وہ تفاوت عمر کا خاص خیال رکھتے تھے۔ جب کوئی بزرگ تشریف لاتے تو آپ ان کی عزت و تکریم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے، رہا چھوٹوں کا معاملہ تو اس بارے میں ہر کوئی جانتا ہے کہ فی زمانہ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ چھوٹوں پر شفقت خصوصاً طلباء کی حوصلہ افزائی کرنے والا کوئی نہ تھا۔ معصوم بچوں سے ان کا پیار دیدنی ہوتا تھا اور بچوں سے آپ کا پیار رشتہ داروں تک محدود نہ تھا بلکہ انہیں ہر نظر آنے والا بچہ پیارا لگتا اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی قدرت تخلیق کا شاہکار نظر آتا تھا اس لئے وہ اس کے لئے دعا گو ہوتے۔ ایک تقریب میں دو چھوٹے چھوٹے معصوم بچے، دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے ایک بچے کو اشاروں سے باتیں کرتا دیکھ کر حیران ہو گئے۔ کسی نے بتایا کہ یہ بچہ قوت گویائی سے محروم ہے، یہ سن کر آپ کا دل بھر آیا اور آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ آپ نے اس بچے کو اپنے پاس بلا کر سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمانے لگے اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس نے اس بچے کو کیسی پیاری صورت عطا کی مگر قوت گویائی چھین لی۔ ان الفاظ کی ادائیگی کے وقت ان کا لہجہ ان کے دل کی کیفیات کا صاف پتہ دے رہا تھا۔ خود موصوف کے گھر میں جب کوئی بچہ ضد کرتا تو آپ اس کی ضد کو رد نہ کرتے وہ اپنے مزاج سے مجبور تھے۔

برادر طاہر محمود قاسمی، خالد محمود قاسمی کے بچے خصوصاً آپ کا نواسہ عمر اس کمزوری سے خوب فائدہ اٹھاتا۔

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

مجلس آرائی، زندہ دلی:

حضرت مولانا صاحب اپنی بے شمار دیگر خوبیوں کی طرح ایک کامیاب مجلس آرا انسان تھے۔ دور حاضر میں مادیت پرستی نے جن پرانی قدروں کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا ہے، مجلس آرائی بھی ان میں سے ایک ہے۔ پہلے لوگ کام کاج سے فارغ ہو کر کسی دوست کی بیٹھک میں بیٹھ کر ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹتے، مختلف عنوانات پر گفتگو ہوتی، مگر اس مشینی دور نے یہ سب کچھ ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اب لوگوں کا فارغ وقت اخبار پڑھنے، سیاست پر تبصرے کرنے اور ٹی وی دیکھنے میں صرف ہوتا ہے۔ آپ کا تعلق محفل آراء گروہ سے تھا جو اب قریب الاختتام ہے۔ آپ میں یہ وصف بطور خاص پایا جاتا تھا آپ کے ہاں ہر وقت ایک بزم جمی رہتی، جس میں علماء، خطباء، ادیب، سیاستدان، تاجر، غیر تاجر خصوصاً مزدور و محنت کش شریک رہتے تھے۔ آپ کی اس مجلس کا نقطۂ عروج اس وقت ہوتا تھا جب آپ نماز عصر کے بعد اپنے گھر کے صحن میں کرسیاں لگوا کر وہاں بیٹھا کرتے تھے اور آپ کے نئے، پرانے احباب اکٹھے ہوتے یہ مجلسیں میرے صفحۂ دل پر نہ صرف اس لئے نقش ہیں کہ اب آپ کے صاحبزادے اس روایت کو قائم رکھے ہوئے ہیں بلکہ یہ نقش اس لئے بھی انمٹ ہے کہ میں خود ان مجالس میں شریک رہا ہوں۔

تازگی ہے، عمل خیر میں، یاں بعد وفات
لوگ اب بھی جرے جینے کا گماں کرتے ہیں

جرأت وبیباکی:

ہر دور حکومت میں دینی مدارس پر دہشت گردی کا الزام لگایا جاتا رہا ہے مگر یہ مدارس آج بھی پہلے سے زیادہ دین و اسلام کی خدمت کرنے میں مصروف ہیں۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب پنجاب میں الطاف حسین گورنر تھے، آپ نے گورنر سے ملاقات کا پروگرام ترتیب دیا، ہم بھی ساتھ چل دیئے، راستہ میں ملاقات کی فرمائش بھی کر دی جو آپ نے قبول کر لی، ہم گورنر کے سامنے جا بیٹھے، سلسلۂ گفتگو شروع ہوا، ملکی حالات زیر بحث آئے، سپاہ صحابہ پر ظلم و بربریت کا تذکرہ ہوا اتنے میں گورنر صاحب نے یہ جملہ کہہ دیا کہ سپاہ صحابہ بھی دینی مدارس کی پیداوار ہے، جہاں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بس پھر کیا تھا آپ شیر کی طرح بپھر گئے، تند و تیز جملے اور خطابت کے جوہر گورنر ہاؤس میں دکھا دیئے۔ اور فرمانے لگے (تیری ساری گورنری طالب علم دی جتی توں قرباں کر دیاں گا) تیری ساری گورنری طالب علم کے ایک جوتے پر قربان کر دوں گا۔ یہ جملہ کہہ کر آپ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے، ملک کے سب سے بڑے صوبے کا بڑا حاکم دیکھتا رہ گیا، مولانا نے لاہور سے سیدھا فیصل آباد کا رخ کیا، پولیس کی گاڑیاں ہمراہ تھیں، افسران نے بار بار راستہ میں روکا کہ گورنر صاحب کی طرف سے حکم ہے کہ حضرت قاسمی صاحب کو واپس لاؤ، حتیٰ کہ شاہ کوٹ کے قریب چھ سات پولیس گاڑیوں نے راستہ روکا اور واپسی پر اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا جاؤ، گورنر

عاشق رسول، نقیب توحید وسنت، ترجمان دیوبند، شہنشاہ خطابت

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: محمد عثمان بیگ فاروقی (پرسنل سیکرٹری حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ)

دنیا سے جانا تو ہر ایک نے ہی ہوتا ہے مگر کچھ لوگ اس انداز سے دنیا سے جاتے ہیں کہ اپنے پیچھے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ کروڑوں آنکھیں اشکبار اور بے شمار قلوب و اذہان کو بے قرار چھوڑ جاتے ہیں.........

ایسے ہی ہمہ صفت موصوف لوگوں میں سے ایک میرے مربی ومحسن میرے روحانی والد حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ انہوں نے تقریباً نصف صدی تک اسلام کی پاسبانی، توحید وسنت کی دعوت، شرک وبدعت کی بیخ کنی، ناموس صحابہ کی حفاظت جیسے فرائض کٹھن ترین حالات میں ادا کئے۔

بقول حفیظ جالندھری ۔

یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں

امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بعد جب وقت کو کسی خطیب کی صورت میں پاسبان اسلام کی ضرورت پڑی تو مولانا ضیاء القاسمی ایک نظریہ ایک موقف بلکہ اگر یوں کہوں تو زیادہ مناسب ہوگا کہ ایک عقیدہ لے کر میدان خطابت میں اترے اور پھر حضرت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بقول کہ امام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ”میرے سینے میں قرآن اپنا راستہ خود بنالیتا ہے۔“

حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی دلائل سے لبریز عقائد کی دعوت پر مشتمل تقاریر نے لوگوں کو بہت جلد اپنا گرویدہ بنالیا اور پھر شاہ جی کے جلسوں کی طرح تشنگان قرآن حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے جلسوں کی رونق نظر آنے لگے۔ باقی جو کسر رہ گئی تھی وہ دارالعلوم دیوبند جاکر شیخ العرب والعجم حضرت اقدس سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے سے پوری ہوگئی۔

اس کے بعد تو حضرت شیخ کی محبت نے وہ اثر دکھایا کہ بڑے بڑے اکابرین علماء حیران ہونے لگے، جلسوں میں لوگوں کی تعداد پہلے سے زیادہ ہونے لگی، لہجے اور انداز میں پختگی آنے لگی۔ حضرت قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کے جملے لوگوں کے دلوں پر سحر طاری کرنے لگے، یہ کیا تھا؟ صرف صحبت حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا اثر تھا۔

توحید کی دعوت کا اس انداز سے چوکوں، چوراہوں، گلی کوچوں، دیہاتوں، شہروں اور بیرون ممالک میں بیان ہونا، شرک کے پجاریوں کو کب برداشت ہوسکتا تھا۔ انہوں نے مولانا ضیاء القاسمی کا راستہ روکنے کے لئے تمام ہتھکنڈے استعمال کئے لیکن ۔

قصر سلطاں کی فلک بوس فصیلوں پہ نہ جا
آئیں طوفان تو رکتے نہیں دیواروں سے

پھر دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ ایک ہی اسٹیج پر مولانا ضیاء القاسمی اپنے بڑوں کے ساتھ آنے لگے اور پھر بڑوں کی صحبت اور رفاقت بھی ان کو بڑا بنانے لگی۔ مولانا ضیاء القاسمی نے حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مجاہد ختم نبوت مولانا محمد علی جالندھری، قاطع رافضیت مولانا دوست محمد قریشی، مجاہد ملت مولانا غلام غوث ہزاروی، مفکر اسلام مفتی محمود رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم سمیت اپنے وقت کے ممتاز اور اکابر علماء کے ساتھ ہر محاذ پر اسلام کی خدمت کی۔

متعدد تحریکوں میں مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف مجاہدانہ بلکہ لیڈرانہ اور بے باکانہ کردار ادا کیا۔ تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰ، تحریک مدح صحابہ، تحریک ردّ بدعت، رد مودودیت و پرویزیت میں مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا کردار سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔

مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ نوجوانوں کو عالم اسلام کا سرمایہ سمجھتے تھے اور ہر طرح سے ان کی سرپرستی فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں نوجوان رضا کاروں کی ایک کثیر تعداد ان کے شانہ بشانہ رہی ہے۔ مولانا ضیاء القاسمی نے نوجوانوں کو علمی تربیت دے کر ہر محاذ پر دشمنانِ اسلام کے خلاف اپنے علم کے ذریعے دلائل کی جنگ لڑنے کے قابل بنایا۔ بہت سے خطباء کو خطابت سکھا کر بولنے کے قابل بنایا، بہت سے نوجوانوں سے بزدلی چھین کر انہیں بہادری اور جوانمردی سکھائی، اسلام کا سپاہی بنایا، بہت سے نوجوانوں کو فن مناظرہ میں طاق بنا کر دشمنان اسلام کا راستہ روکنے کی سعی کی، میرے خیال میں مولانا ضیاء القاسمی کی یہ تاریخی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

راقم الحروف کو بھی کچھ عرصہ حضرت مولانا ضیاء القاسمی نور اللہ مرقدہ کی صحبت میں گزارنے کا شرف حاصل رہا ہے اور میں نے محسوس کیا ہے کہ مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی ضیاپاشیاں واقعی ذروں کو آفتاب بنانے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ راقم کو جو کچھ ان کی صحبت میں رہ کر حاصل ہوا میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ ساری زندگی درس نظامی کی کتب اور بڑی بڑی ضخیم کتب کی ورق گردانی سے

اقوالِ قاسمی

ترتیب: قاضی محمد اسماعیل (گزنگی مانسہرہ)

مبلغ توحید و سنت، قاطع شرک و کفر و بدعت۔ علم و فضل کے پہاڑ گلشن دارالعلوم دیوبند کے عظیم سپوت حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر اور تحریرات سے یہ منتخب پھول قارئین کی دلچسپی کے لئے حاضر ہیں۔

یہ امت کا وہ خطیب تھا کہ جب جشن صد سالہ دیوبند میں بیس منٹ بولا تو دنیا بھر کے علماء کو حیران کر کے رکھ دیا۔ وہ جب گفتگو کرتے تو پورے مجمع پر چھاجایا کرتے تھے۔ وہ جرأت و بہادری کے عظیم پیکر تھے۔

ان کی زندگی کا ہر پہلو مستقل ایک کتاب بن سکتا ہے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی کی زندگی ایک روشن کتاب ہے۔ جس کو حق سمجھا، کہا اور اس کا ساتھ دیا اور اس ساتھ کا حق بھی ادا کر دیا۔ وہ شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سچے عاشق تھے۔ مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی کے سچے اور وفادار ساتھی تھے۔ مولانا ضیاء القاسمی سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اردو کے سب سے بڑے خطیب تھے۔ ایسا خطیب آج تک کسی مکتبہ فکر کے لوگوں میں نہیں پایا جاسکا۔ یہ اعزاز بھی دارالعلوم دیوبند کو حاصل ہوا۔

مولانا ضیاء القاسمی گوجر قوم کی بجاڑ گوت سے تعلق رکھتے تھے۔ میری امی جان کی بھی یہی گوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین ثم آمین

اس وقت میرے سامنے مجاہد کبیر حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات رکھی ہوئی ہے جو مکتبہ انوار مدینہ مانسہرہ نے شائع کی ہے۔ اس میں ۲۶۰ صفحہ سے لیکر ۱۲۹۷ تک خطیب یورپ و ایشیا حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کا مضمون مولانا غلام غوث ہزاروی کی تاریخ ساز شخصیت کے نام سے ہے۔ اس میں سے چند پھول حاضر خدمت ہیں۔

سرحد کا بخاری:

(۱) امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو سرحد کا بخاری کہا کرتے تھے۔ (سوانح غلام غوث ہزاروی ص ۲۶۱)

مولانا ہزاروی اور جمعیت علماء اسلام:

(۲) جمعیت علماء اسلام پاکستان بھی مولانا (ہزاروی) کی جدوجہد سے قائم ہوئی اس کا جب پہلا اساسی اجلاس ملتان میں ہوا تو اس میں مجھے بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔

(سوانح حیات مولانا غلام غوث ہزاروی۔ ص ۲۶۳)

احترام اور محبت:

(۳) میں (حضرت مولانا ضیاء القاسمی) نے حضرت مفتی صاحب (مولانا محمود) سے عرض کیا کہ کارکن آپ کا احترام کرتے ہیں اور مولانا ہزاروی سے محبت کرتے ہیں۔ مفتی صاحب مرحوم میرے اس جملے سے بہت محظوظ ہوئے۔

(سوانح غلام غوث ہزاروی۔ ص ۲۶۷)

محبت کم نفرت زیادہ:

(۴) اس وقت جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس میں محبت کم اور نفرت زیادہ ہے۔ حسن ظن کم اور سوءِ ظن اور بدگمانی کے طوفان اٹھے ہوئے ہیں۔ (سوانح غلام غوث ہزاروی۔ ص ۲۶۸)

دو عظیم انسان:

(۵) جمعیت علماء اسلام میں جن دو شخصیتوں کو امتیازی اور نمایاں مقام حاصل رہا وہ مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا مفتی محمود تھے۔

(سوانح حیات مولانا غلام غوث ہزاروی۔ ص ۲۶۹)

حسد کی آگ:

(۶) حسد کی آگ ایسی بری اور مکروہ چیز ہے کہ اس میں مخالف فریق کی بھلائیوں پر نظر کم ہوتی ہے اور اس کی کمزوریوں کا پروپیگنڈہ زیادہ کیا جاتا ہے۔ (سوانح مولانا غلام غوث ہزاروی۔ ص ۲۷۱)

قائد جمعیت:

(۷) حضرت مفتی صاحب (مولانا مفتی محمود) جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے ایم این اے منتخب ہوئے تو مولانا ہزاروی نے انہیں قائد جمعیت کا لقب عطا کیا۔

(سوانح مولانا غلام غوث ہزاروی۔ ص ۲۷۴)

جمعیت کے بانیوں میں غلام غوث ہزاروی:

(۸) مولانا ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ پوری جماعت کی نظر میں صف اوّل کے راہنما ہی نہیں بلکہ جمعیت کے بانیوں میں سے تھے۔

(سوانح مولانا غلام غوث ہزاروی۔ ص ۲۷۵)

قائد، شیخ، دوست مولانا مفتی محمود:

حضرت مفتی صاحب وزیر اعلیٰ رہے، وہ میرے قائد بھی تھے، شیخ بھی تھے اور دوست بھی۔ میں ان کے لئے وقت کے فرعونوں اور جابروں سے لڑا تھا۔ میں نے ان پر اپنی جوانی کا جوبن قربان کیا۔ کیا ریکارڈ بتاسکتا ہے کہ میں نے ان سے کوئی دنیاوی مفادات لئے ہوں۔

مولانا مفتی محمود کا ارشاد:

(۹) حضرت مفتی صاحب نے ایک مرتبہ ایک اجلاس میں تقریر فرماتے ہوئے کہا اگر میں کسی کو مفادات پہنچاتا تو وہ ضیاء القاسمی ہوتا۔ جب میں نے اس کو کچھ نہیں دیا تو اور کسی کو کیسے لائسنس، روٹ اور بلیں دے سکتا ہوں۔

اختلافات: نفاق اور بدزبانی:

(۱۰) اگر حقائق کا گہری نظر سے جائزہ لیا جائے تو اسلام اختلاف رائے کی اجازت تو دیتا ہے مگر نفاق اور بدزبانی کی اجازت نہیں دیتا۔

سالارِ اعظم:

(۱۱) ہزاروی (مولانا غلام غوث) آج بھی قافلۂ حق وصداقت کا سالارِ اعظم سمجھا جاتا ہے، ہزاروی کے ایثار واخلاص کی آج بھی داستانیں بیان کی جاتی ہیں۔

جہادِ حریت کے سپہ سالار:

(۱۲) مولانا ہزاروی تو اپنے تھے، جمعیت علماء اسلام کے بانی تھے۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ کے معتمد ترین رفقاء میں سے تھے۔ انگریز کے خلاف جہادِ حریت کے سپہ سالار تھے۔ دین دشمن طاقتوں کے خلاف اسلام کی شمشیر برہنہ علماء حق کی وراثت کے امین تھے۔

مولانا ہزاروی کے دن اور رات:

(۱۳) مولانا ہزاروی کو دن میں مجاہد اور تحریک اسلام کا بے لوث سپہ سالار اور دین قیم کا بے باک راہنما اور راتوں کو اٹھ کر خدا کے حضور رونے والا پایا۔ میں نے مولانا کی زندگی کے آخری دنوں میں ان کے ساتھ بہت سفر کئے۔ میں نے دیکھا کہ جونہی رات اپنے نورانی لحات میں داخل ہوتی تھی، مولانا ہزاروی تہجد کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور گھنٹوں اپنی جبین نیاز خم کر کے اپنے رب کی رحمتیں سمیٹتے تھے۔

ایمان وغیرت کا تقاضہ:

(۱۴) جو جماعت خلافت راشدہ کے درخشندہ ستاروں کو ہدف تنقید بنا کر ان کی شان میں گستاخی کرتی ہے جمعیت اس کے ساتھ کبھی اتحاد نہیں کر سکتی کیونکہ ہمارا ایمان اور ہماری غیرت ایسا کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔

(الجمعیت ص۱۲، ۲۳ دسمبر ۱۹۷۳ء۔ کارکنوں سے خطاب)

ہم نے مرنا ہے:

(۱۵) ہزارہ کی سرزمین پر جنوری ۱۹۷۴ء کو عظیم الشان اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا، میرے دوستو سنبھل جاؤ، ہم نے مرنا ہے۔ اپنی آخرت کی فکر کرو، عاقبت تباہ نہ کرو۔ نسبت رسول ﷺ بڑی چیز ہے۔

(۱۶) مانسہرہ میں سیرت النبی ﷺ کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا جو چیز بھی حضور ﷺ سے منسوب ہوئی وہ اللہ کے ہاں پیاری ہے چاہے وہ درخت ہو کہ پتھر ہو ہر چیز کو فضیلت حاصل ہوئی ہے۔

اقوام عالم میں عدل وانصاف:

(۱۷) تاندلیاں میں عظیم الشان جلسہ سیرت النبی ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے کہا، ہم اس ملک میں آخری دم تک اسلامی نظام کی کوشش کرتے رہیں گے۔ سرکار دوعالم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی یہ تھا کہ تمام اقوام عالم میں عدل وانصاف پر مبنی اسلامی نظام قائم کیا جائے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے آقا وغلام کا فرق ختم کر کے اسلام کا مکمل قرآنی نظام نافذ کیا۔ اسلام کے صحیح اور حقیقی مساوات محمدی ﷺ کے نظام کو دیکھ کر عرب اور تمام دنیا کے کونے کونے کے کافر قبول اسلام کر کے اسلامی پرچم تلے جمع ہو گئے۔ آج بھی اگر دنیا میں خلفائے راشدین کی طرح عدل وانصاف کا نظام نافذ کیا جائے تو مسلمانوں کی تمام مشکلات اور تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان میں مکمل اسلامی نظام قائم کرنے اور ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد کر رہی ہے۔

کلنٹن کی نہیں چلے گی:

(۱۸) اس خداداد سلطنت میں نہ کلنٹن کی چل سکتی ہے نہ تمہاری چلے گی، یہاں انشاء اللہ صرف اللہ کا قانون چلے گا اور خلافت راشدہ کا مقدس نظام چلے گا ہم جس طرح شمع رسالت کے پروانوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کرتے ہیں اسی طرح شمع رسالت ﷺ کا بھی احترام کرتے ہیں۔ (ماہنامہ خلافت راشدہ۔ مئی ۲۰۰۰ء)

چوکیدار:

(۱۹) چوکیدار کے لئے مفسر، محدث، عالم ہونا ضروری نہیں بلکہ وفادار ہونا ضروری ہے اور وفاداری میں سپاہ صحابہ سے بڑھ کر کوئی نہ مل سکے گا۔ (ماہنامہ خلافت راشدہ۔ مئی ۲۰۰۰ء/ص ۸)

اسلام کا گلشن:

(۲۰) ان شاء اللہ اسلام کا گلشن دینی مدارس کی شکل میں سدا بہار تھا، سدا بہار ہے، سدا بہار رہے گا۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

(ماہنامہ خلافت راشدہ۔ جولائی ۲۰۰۰ء/ص ۲۹)

مسٹر اور ملا:

(۲۱) اگر ملا کو مسٹر کی تعلیم دلانا ضروری ہے تو مسٹر کو ملا کی تعلیم دلانا بھی ضروری ہے۔ (ماہنامہ خلافت راشدہ۔ اگست ۲۰۰۰ء/ص ۳۰)

اہل حق اپنے ایک طاقتور اور جری سالار سے محروم ہو گئے (حضرت سید شاہ نفیس)

مولانا محمد ضیاء القاسمی حقیقتاً ضیاء اور توحید وسنت کا نور پھیلاتے رہے (مولانا مکی حجازی)

اظہار حق، اتحاد ملت، نفاذ اسلام اور فتنوں کی سرکوبی کے لئے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں

مولانا عبدالحفیظ مکی، علامہ اسفندیار، مولانا اعظم طارق، عبدالرؤف چشتی، امدادالحسن نعمانی، اکرم اعوان، قاضی عبداللطیف، صاحبزادہ زاہد قاسمی، عبدالغفور حیدری، مفتی ضیاء الحق، اشرف ہمدانی، طاہر اشرفی اور قاری عبدالحئی عابد کا فیصل آباد کانفرنس میں عظیم رہنما اور خطیب کو خراج عقیدت

فیصل آباد......۲۲/جنوری...... خصوصی رپورٹ: ارشد محمود قاسمی

بیباک خطیب ضیغم اسلام مولانا محمد ضیاء القاسمی نے زندگی بھر خدا کی توحید، سنت رسول کے احیاء، عظمت اصحاب رسول اور ملک میں نفاذ اسلام کے لئے بھرپور جدوجہد کی ان خیالات کا اظہار گول مسجد غلام محمد آباد میں مولانا ضیاء القاسمی کی یاد میں منعقدہ جلسۂ عام کے مقررین نے کیا۔ جس میں مولانا محمد مکی حجازی، مولانا عبدالحفیظ مکی صدر انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ، مولانا قاضی عبداللطیف سابق سینیٹر، مولانا عبدالغفور حیدری سابق ایم این اے، مولانا علی شیر حیدری، مولانا محمد اعظم طارق، مولانا امیر حسین گیلانی ممبر اسلامی نظریاتی کونسل، مولانا قاری عبدالحئی عابد، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا قاضی عصمت اللہ، مولانا امدادالحسن نعمانی، خطیب لندن، مولانا محمد حنیف بھٹی، مولانا عبدالرؤف چشتی، صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی، مولانا عبداللطیف انور، صاحبزادہ ابوبکر فاروقی، صاحبزادہ اظہارالحق جھنگوی، قاری انعام الحق، قاری خلیل احمد سراج مدینہ منورہ، صاحبزادہ ریحان فاروقی، مولانا محمد نواز بلوچ، مولانا غضنفر شاہ، قاضی نثار احمد، مولانا مفتی ضیاء الحق، مولانا خالد محمود، مولانا فضل الرحمٰن خلیل، قاری محمد حنیف جالندھری، مشیر گورنر پنجاب حافظ طاہر محمود اشرفی، مولانا سید اشرف ہمدانی، قاری شاہ منصور جیش محمد، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، پیر یوسف اللہ خالد، سید کفیل شاہ بخاری، مولانا سید عطاالمہیمن شاہ بخاری، مولانا امجد خان، مولانا مفتی محی الدین، صدر سواد اہل سنت مولانا اسفندیار خان، تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان، حضرت سید نفیس شاہ الحسینی شاہ، مولانا اشرف علی، قاری شبیر احمد عثمانی، مولانا یار محمد عابد، قاضی بشیر احمد، مفتی عبدالقوی، مولانا محمد احمد لدھیانوی اور دیگر علمائے کرام نے خطاب کیا۔

شیخ طریقت مرشد حق حضرت سید انور حسین شاہ الحسینی مدظلہٗ نے اپنی گفتگو میں فرمایا دنیا سے تو سب نے چلے جانا ہے مگر حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے چلے جانے سے اہل حق اپنے ایک طاقتور نابغۂ روزگار اور جری سالار سے محروم ہو گئے ہیں۔ عقیدہ ومسلک کے معاملے میں انہوں نے کبھی کمزوری نہیں دکھائی۔ دیوبند کے کاروان حق و صداقت کی زبان تھے، ان جیسے بالغ نظر خطیب روز روز پیدا نہیں ہوا کرتے۔ حرم پاک مکہ مکرمہ کے مدرس وخطیب مولانا محمد مکی حجازی نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا مولانا ضیاء القاسمی صرف نام کے طور پر نہیں حقیقی معنوں میں ضیاء اور نور تھے۔ ان کی خدمت اسلام کے جذبوں کی روشنی فیصل آباد سے طلوع ہوئی اور پورے ملک کو منور کرتی ہوئی عرب وعجم میں پھیل گئی۔ ان کی قرآن وسنت سے معمور آواز کی گونج مدتوں ایشیا، افریقہ اور یورپ میں محسوس کی جاتی رہے گی۔ انٹرنیشنل ختم نبوت کے امیر مولانا عبدالحفیظ مکی نے کہا حضرت مولانا قاسمی کے انتقال سے پیدا ہونے والا خلا کبھی پورا نہ ہو سکے گا۔ وہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے بانیوں میں سے تھے، پاکستان سے قادیانی سربراہ نے فرار ہو کر جب لندن کو اپنا مستقر بنایا تو یہ مولانا ضیاء القاسمی ہی تھے جنہوں نے لندن کے ویمبلے ہال میں پہلی عالمی عظیم الشان کانفرنس منعقد کرائی اور واضح کر دیا کہ دشمنان ختم نبوت کے بے نقاب کرنے کے لئے دنیا کے ہر خطے میں ان کا پیچھا کریں گے۔ سابق سینیٹر مولانا قاضی عبداللطیف نے کہا وہ امت کے اتحاد کے زبردست داعی تھے، ان جیسے جری مجاہد اور بہادر انسان صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ سواد اعظم اہل سنت پاکستان کے جنرل سیکریٹری علامہ اسفندیار نے کہا دینی قوتوں کو جس موڑ پر ضرورت پڑی انہوں نے آگے بڑھ کر رہنمائی اور جرأت دیبا کی سے اہل حق کے ہمیشہ حوصلے بڑھاتے رہے فاتح

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
کے انتقال پر بعض مشہور دینی جرائد کے
تعزیتی اداریے

ماھنامہ التجوید فیصل آباد

مدیر: پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد طاہر

۲۹ دسمبر ۲۰۰۰ء بروز جمعۃ المبارک معروف عالم دین اور خطیب مولانا محمد ضیاء القاسمی فیصل آباد میں انتقال فرما گئے۔

آپ پچھلے کئی برسوں سے ذیابطیس کے عارضہ میں مبتلا تھے، آہستہ آہستہ اس عارضہ کے سبب سے آپ کے گردے بھی متاثر ہو گئے۔ کچھ عرصے لاہور کے ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ ہسپتال سے فارغ ہو کر فیصل آباد آ گئے، بظاہر روبصحت تھے لیکن

کس کی بنی ہے عالمِ ناپائیدار میں

اللہ کی طرف سے وقت اجل مقرر ہے، احکم الحاکمین کا اٹل فیصلہ ہے۔
اذا جاء اجلهم لايستاخرون ساعة ولا يستقدمون

جب وقت مقررہ آن پہنچتا ہے تو پھر کوئی طاقت اس وقت کو لمحہ بھر آگے پیچھے نہیں کر سکتی

مرحوم صاحب طرز خطیب اور عالم تھے۔ دینی علوم کی تحصیل فیصل آباد کے مدرسہ اشاعت العلوم سے کی، جہاں آپ کے اساتذہ میں مولانا مفتی محمد سیاح الدین کاکا خیل، مولانا محمد حنیف، مولانا محمد فتح الجمیل جیسے جید حضرات شامل تھے۔ موقوف علیہ تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ دورۂ حدیث کی تکمیل کے لئے ملتان چلے گئے اور مولانا خیر محمد اور مولانا مفتی محمود مرحوم سے دورۂ حدیث مکمل کیا۔ زمانہ طالبعلمی ہی سے آپ کو تقاریر کا شوق تھا، مختلف جلسوں میں آپ کو وعظ کے لئے بلایا جاتا۔

غلام محمد آباد فیصل آباد میں آپ نے گول جامع مسجد قاسمی اور جامعہ قاسمیہ کی بنیاد رکھی۔ تاحین حیات اس مسجد میں جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے رہے، فرقۂ باطلہ کا مقابلہ اور ردِ بدعت آپ کے پسندیدہ موضوعات تھے۔ اس حوالے سے ان کی زبان سیف براں تھی۔

آپ سپریم کونسل سپاہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چیئرمین تھے۔ خطبات قاسمی کے نام سے آپ نے اپنی تقاریر کو پانچ جلدوں میں شائع کیا۔ آپ کی یہ قلمی کاوش علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوئی۔ جس کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ آپ کی یہ کتاب ہندوستان میں بھی شائع ہوئی، اسی حوالے سے آپ مزید قلمی کام کر رہے تھے کہ حیات مستعار نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اس قلمی ورثہ کے علاوہ جامعہ قاسمیہ اور جامع مسجد گول کے محراب ومنبر آپ کی طرف سے صدقہ جاریہ ہیں، جو ہمیشہ آپ کی یاد دلاتے رہیں گے۔ آپ کے فیض یافتہ ہزاروں شاگرد آپ کی حسنات میں اضافہ کا باعث بنتے رہیں گے۔ آپ کی نماز جنازہ پیر طریقت سید نفیس الحسینی صاحب نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں ہر طبقۂ فکر کے لوگ موجود تھے۔ پورے پاکستان کے جید علماء، مختلف شہروں سے جنازہ میں شرکت کے لئے آئے جو آپ کے ہردلعزیز ہونے کی بین دلیل ہے۔ جنازہ کے موقعہ پر تمام علماء نے آپ کے صاحبزادہ زاہد القاسمی کو آپ کا جانشین مقرر کیا اور علامتی طور پر دستار بندی کی۔

ادارہ التجوید مولانا مرحوم کے لئے دعا گو ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور جملہ پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
کا سانحہ ارتحال

ماہنامہ صوت الاسلام فیصل آباد (مُدیر: حضرت مولانا مجاہد الحسینی)

ملک کی مقبول ومحترم دینی شخصیت اور شعلہ بیاں نامور خطیب اور سپاہ صحابہ کی سپریم کونسل کے چیئرمین مولانا محمد ضیاء القاسمی عید کے دوسرے روز داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے شرک وبدعت، قادیانیوں کے فتنۂ انکار ختم نبوت کے سدِّ باب اور ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے تحفظ کے سلسلے میں جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں وہ ہماری تاریخ کا زریں باب ہے۔ مولانا قاسمی کی جرأت مندانہ قیادت کا تمام حلقوں میں اعتراف پایا جاتا ہے۔ پاکستان میں مجلس احرار کے حق گو اور بے باک شعلہ نوا اور سحر آفریں خطیبوں اور مقرروں کے نابغۂ روزگار قافلے میں قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ممتاز نظر آتے تھے۔ انہوں نے برصغیر کے معرکہ آرا خطیب جلیل القدر سحر بیاں اور وجد آفریں شخصیت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور آغا شورش کاشمیری کی ولولہ انگیز خطابت سے گہرا اثر قبول کیا تھا۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اپنے ساتھ نوجوان

مقرروں کا قابل قدر گروہ بھی تیار کیا جو ملت کا گرانقدر سرمایہ ہے۔ وہ قاسمی صاحب اور ہمارے اسلاف کی روشن کردہ حق گوئی کی شمع کو تیز تر کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ قاسمی صاحب کی وفات سے علماءِ دیوبند کی جرأتمندانہ خطابت کے سلسلے میں ایک سنہری کڑی ٹوٹ گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی علمی اور ملی خدمات کا صلہ جنت الفردوس میں بلند درجہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان اور احباب کو صبر واستقامت کے ساتھ ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ان کا مشن زندہ رکھنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

مدیر: حضرت مولانا اللہ وسایا

پاکستان کے مایہ ناز خطیب، ختم نبوت کے مبلغ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھی، امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی کے مشن کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب ۲۹؍دسمبر ۲۰۰۰ء کو مسلک حقہ ''دیوبند'' سے وابستہ لاکھوں مسلمانوں کو روتا چھوڑ کر داغ مفارقت دے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم گزشتہ دو تین ماہ سے گردے کی خرابی کے مرض میں مبتلا تھے اور مشین کے ذریعہ خون کی صفائی ہو رہی تھی۔ گردے کی تبدیلی کا خیال تھا مگر وقت نے وفا نہیں کی اور اجل مقررہ آگئی اور دار فانی سے دار بقاء کی طرف تشریف لے گئے۔

حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ علماء دیوبند کے ایک عظیم مجاہد اور سرخیل تھے۔ مدرسہ قاسم العلوم میں مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے دورۂ حدیث شریف کی سند حاصل کی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بچپن سے متاثر تھے، اس لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں مبلغ کی حیثیت سے کام شروع کر دیا۔ نوجوانی کا جوش اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عقیدت ومحبت اور سرپرستی اور صحبت کے فیض کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے صف اوّل کے خطباء میں شامل کر دیا۔ پاکستان اور بیرون پاکستان آپ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کی تردید اور دیگر جلسوں میں مدعو ہونے لگے۔ آپ کے تقریری ملکہ کو دیکھتے ہوئے محسوس کیا گیا کہ اس عظیم مقرر کو صرف ردِّ قادیانیت پر پابند کرنے کی کوشش کی گئی تو بہت سارے فتنوں کا قلع قمع نہ ہو سکے گا۔ اس لئے مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے آپ نے جمعیت علماء اسلام میں شمولیت اختیار کر لی اور اپنی تقریر کا موضوع ردِّ قادیانیت اور ردِّ شرک وبدعت بنالیا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت کی وجہ سے آپ کی صلاحیتوں میں اور نکھار آگیا اور اس سلسلہ میں آپ پر قاتلانہ حملے بھی ہوئے۔ مگر مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ عزم و ہمت کی چٹان بن کر ہر ایک کا مقابلہ کرتے رہے، بڑے بڑے مقررین آپ کے سامنے تقریر کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ آپ کی تقریر شروع ہوتے ہی مجمع پر سناٹا چھا جاتا، پورے مجمع کو اپنی گرفت میں لے لیتے۔ آپ نے اشاعت اسلام کے لئے بھرپور کام کیا، مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ وزیر اعلیٰ بنے تو یوم تشکر کے جلسہ کو کامیاب بنایا اور مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی پالیسی کو اجاگر کرنے میں آپ کے کردار کا بہت زیادہ دخل ہے۔ بھٹو صاحب نے مولانا ضیاء القاسمی صاحب کو گرفتار کرایا تو مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے ملتان کے جلسہ میں اعلان کیا کہ اگر ضیاء القاسمی کو رات تک رہا نہ کیا تو بھرپور احتجاج کیا جائے گا تو فی الفور رہا کر دیئے گئے۔

علماء دیوبند کی سربلندی اور مسلک کی حفاظت اور علماء دیوبند کے اتحاد و اتفاق کے لئے ان کی کوششیں قابل قدر رہیں۔ دارالعلوم دیوبند آپ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سیمینار کے سلسلہ میں تشریف لے گئے تو دارالعلوم دیوبند کی عظمت پر آپ نے آدھ گھنٹہ بیان کیا۔ مولانا سعید احمد پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ، استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے مطابق مہتمم سے لیکر اساتذہ اور تمام شرکاء زار و قطار رو رہے تھے۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر بہت زیادہ غمگین تھے اور لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کو مسلک حقہ کی موت قرار دیتے ہوئے علماء دیوبند کو جھنجوڑ رہے تھے کہ اب بھی نہ اٹھے تو

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

افسوس کہ ۲۴؍جنوری کو مولانا ضیاء القاسمی کی میزبانی میں ان کے مدرسہ جامعہ قاسمیہ میں اجلاس منعقد ہونا تھا جس میں دوررس فیصلوں کی توقع تھی۔ اس اجلاس میں ان کی کمی شدت سے محسوس کی جائے گی اور ان کے خلف الرشید اور جانشین اب اس اجلاس کی میزبانی کے فرائض انجام دیں گے۔ توقع ہے کہ یہاں ان کے جانشین ان کی کمی محسوس ہونے نہیں دیں گے۔

شیخ المشائخ امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خواجگان خان محمد دامت برکاتہم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام عہدیدار اور جاں نثاران حضرت مولانا ضیاء القاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت پر اللہ سے دعا گو ہیں کہ ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور ان کے جانشینوں کو ان کے نقش قدم پر چلائے۔ (آمین)

خاموش ہو گیا ہے چمن بولتا ہوا

خطیب اعظم مولانا محمد ضیاء القاسمی نور اللہ مرقدہ

صاحبزادہ انوار الحق۔ فیصل آباد

نہ وہ قلم ہے جو غم کا رقم کرے احوال
نہ وہ زباں ہے سنائے جو حالِ دردِ نہاں

یہ میں نہیں میرا دل آپ سے متکلم ہے، میری روح آپ سے مخاطب ہے۔ آج آپ سے ایک ایسے مردِ قلندر کی بات کر رہا ہوں جو ہم میں سے چلا گیا لیکن اس کی پُرعزم شخصیت کی پرچھائیاں ابھی تک ہم میں موجود ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم میں موجود لوگوں سے وہ ذاتِ گرامی زیادہ موجود ہے، ہم زندہ لوگوں سے زیادہ زندہ ہے۔

دوام لوحِ زمانہ پہ ثبت ہے نام اس کا
ہے اس کی موت بھی اس کی حیات کا عنواں

جب میں مر جاؤں گا تو بس مر ہی جاؤں گا، موت کے ساتھ ہی میرے نام کو گمنامی کی چادر ڈھانپ لے گی اور یہ صرف میرے ساتھ ہی نہیں ہوگا یہ تو دنیا کے ان گنت انسانوں کے ساتھ ہوا ہے اور ہوتا ہی رہے گا۔ مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو زندہ ہوتے ہیں تو اپنے دور پر حکومت کرتے ہیں اور جب اس دنیا سے بظاہر پردہ کر جاتے ہیں تو ان کی جسم وقد آور شخصیت پھیلتی جاتی ہے، پھیلتی ہی چلی جاتی ہے، ان کی ذات کا دائرہ اپنے دور سے نکل کر دوسرے ادوار پر محیط و بسیط چلا جاتا ہے اور یوں وہ ایک لازوال و بے مثال حکایت و روایت بن جاتے ہیں اور موت کے بعد بھی اپنی عظمت و سطوت کے ساتھ آنے والی صدیوں میں زندہ رہتے ہیں اور کچھ اس طرح زندہ رہتے ہیں کہ زندہ لوگوں کو ان کے زندہ ہونے کا شدید احساس ہوتا رہتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو نئی تہذیب وتمدن، نئے معاشروں اور ادبی ولسانی روایتوں کی صورت گری کرتے ہیں۔ گہنائی ہوئی انسانی اقدار کو اپنے درخشندہ افعال واشغال کے سانچوں میں ڈھال کر صیقل گری کرتے ہیں۔

کھلے گا اس کی جرأت و اظہار کی قسم
جس ذہن میں بھی اس کا تصور ابھر گیا

یہ لوگ کسی ایک ملک یا ایک براعظم کے شہری نہیں ہوتے، بلکہ یہ تمام دنیا کے شہری ہوتے ہیں اور کسی ایک مذہب یا مسلک اور کسی ایک مخصوص تہذیب سے متعلق ہونے کے باوجود دنیا کے تمام مذاہب اور مہذب معاشروں میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ جنسِ گراں مایہ کی طرح عزیز رکھے جاتے ہیں اور محترم ومکرم سمجھے جاتے ہیں۔

خلد آشیانی خطیب یورپ وایشیا علامہ محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ بھی دنیا بھر کے متمدن و مہذب معاشروں میں ایک قد آور اور ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے۔ ان کی جامع الکمالات اور ہمہ گیر شخصیت نے علم وفضل کا ایک بیش بہا خزانہ آنے والی نسلوں کے لئے چھوڑا ہے اور اسلام اور شعائرِ اسلام کے دفاع وتحفظ کے سلسلے میں انہوں نے اپنے خونِ جگر سے جو نقش گری ولالہ کاری کی ہے اس کے پیش نظر یہی کہا جا سکتا ہے کہ واقعی ایسی خصوصیات کے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں اور مر جانے کے بعد بھی صدیوں تک آنے والے معاشروں اور تہذیبوں کو اپنے دائرۂ اثر ونفوذ سے نکلنے نہیں دیتے۔ مادرِ گیتی صدیوں تک ان کی ذات کے طلسمات میں گم رہتی ہے جب وہ زندہ ہوتے ہیں زمانہ ان کے نقشِ قدم پر چلتا ہے اور جب وہ اس دنیا سے پردہ کر جاتے ہیں تو زمانہ انہی کے نقشِ قدم کو تلاش کرتا ہے۔ ایسی روشن شخصیتیں سورج کے ساتھ ساتھ نہیں گھوما کرتیں بلکہ وہ جس سمت میں گھومتی ہیں سورج اکتسابِ طلعت وتابش کے لئے ان کے ساتھ ساتھ گھوما کرتا ہے۔

اسلام کے اس شیدائی کی سج دھج ہی نرالی تھی یارو!
اک ہاتھ میں تھا فرمانِ نبی، اک ہاتھ میں پرچم قرآں کا

علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ سالارِ کارواں تھے، ایسا عظیم خطیب، واعظ، دانشور، مجاہد، مناظر، مبلغ اور بیدار دل ودماغ کا انسان صدیوں میں پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے جہاں بڑے بڑے جغادریوں کو راہِ راست دکھائی اور بوڑھوں کے ذہن صاف کئے وہیں انہوں نے نوجوانوں کو حوصلہ، یقین اور راہِ مستقیم پر چلنے کی جرأت وہمت دلائی ہے۔ علامہ قاسمی ایک مشن تھے، علامہ قاسمی کی زندگی ایک پیغام تھی، تنظیم تھی اور ایک دعوت تھی جو علم و آگہی کے خزانے دامن میں لئے ہوئے تھی۔

تاریخ کی نظر میں ہے اونچا ترا مقام
علم و ادب کی جوت جگا کر گیا ہے تو

آج علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ ہم میں موجود نہیں، لیکن یقین ہے کہ وہ جو کام پورا کر گئے ہیں وہ صدیوں کی وسعتیں اور ان گنت پہنائیاں رکھتا ہے، جس میں قوم وملت کی تقدیر سازی اور دستگیری کے روشن امکان ہیں۔ علامہ قاسمی اسلامی شاہراہوں پر ایسے پودے لگا گئے ہیں جن کے سائے ہمیشہ مسافروں کو تسکینِ دل اور راحتِ جاں دیتے رہیں گے۔ ہر دور کے بحران میں قوم کو حوصلہ مندی کی تعلیم دینا ان کا شعارِ حیات رہا ہے اور جب بھی کسی فتنے نے سر ابھارا ہے علامہ قاسمی نے سینہ سپر ہو کر اس کا سدباب کیا ہے۔

الغرض آپ مختلف النوع حیثیتوں کی جامع شخصیت تھے اور ان کی ہر حیثیت پر "کرشمہ

"دامن دل می کشد کہ جا اینجا است" کی مثال صادق آتی ہے۔

یہ وہ دریا ہے جو کوزے میں کبھی بند نہ ہو
وہ سمندر ہے کنارہ نہیں جس کا کوئی

علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی خطابت کا ایک عام سامع ہونے کے سبب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک عہد آفریں خطیب تھے۔ ایک متین، متوازن، دردمند مگر منطقی انداز بیاں سے سلجھی ہوئی شخصیت تھے۔ ہمارے عہد میں اسلام کی جو خدمت انہوں نے اپنی خطابت کے ذریعے کی ہے وہ کسی اور سے نہیں ہوسکی۔ آپ کے خطبات میں مطالعہ کی بے حد وسعت، فہم و ادراک کی زبردست قوت کے ساتھ انداز بیان کا ایک ایسا سلجھاؤ موجود ہے کہ ہر سطح کا پڑھنے والا اپنی اپنی فہم کے مطابق ان سے استفادہ کرسکتا ہے۔ آپ کی خطابت اور خطبات ابدی ہیں اور ان کی وجہ سے آپ کی شخصیت کا نقش بھی ابدی ہے۔

چھوڑا ہے تو نے گرچہ بظاہر یہ خاکداں
لیکن دلوں پہ آج بھی تیرا ہے اقتدار

علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ ایک فرد نہ تھے بلکہ وہ تو ایک ادارہ تھے، انہوں نے ملک کے انتہائی پرآشوب دور میں آوازِ حق بلند کی اور یہ آواز دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم قوت کا روپ اختیار کرگئی، ایسی قوت جس کے سامنے ہر استعمار کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ وہ سوائے خدا کے کبھی کسی کے سامنے نہ جھکے، کوئی فرد یا جماعت تو کیا کوئی تہذیب بھی انہیں مرعوب نہ کرسکی۔ جب وطن عزیز پر ہر طرف شرک و بدعت کا طوطی نقار خانے میں ہر طرف بولتا تھا اور وطن عزیز کے بھولے بھالے مسلمان اس کے سحر میں بری طرح اسیر تھے، ایسے میں علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جنہوں نے اس طلسم کو توڑا۔ آپ کی شخصیت میں ایک مقناطیسی کشش تھی جس کے باعث باطل اذہان کی کایا پلٹ گئی۔

یوں نقش ہوا آنکھوں کی پتلی میں وہ چہرہ
پھر ہم نے کسی اور کی صورت نہیں دیکھی

اگر مختصراً کہوں تو عمر ۶۳ سال، پُررعب جسم، پُرنور سیاہ ڈاڑھی جس میں ہلکی سی سفیدی، شگفتہ چہرہ، باہمت بلند حوصلہ، مجاہدانہ چال، شیریں گفتار، سبک رفتار، رضائے الٰہی پر شاکر، صبر و استقامت کی علامت، علم کے ساتھ تحمل، جرأت کے ساتھ صبر، فہم و فراست کی معراج، قوت فیصلہ کی انتہا، مقصد کی لگن، زندگی کی پاکیزگی، ماحول سے متاثر نہ ہونے کی طاقت، ہزاروں سال کے کھنچے ہوئے حصار سے آزاد ہوکر دل کی بات زبان پر لانے کی ہمت، تعقل و تفکر کی دعوت عام دینے کی قابلیت، توحید و سنت کا پروانہ، اقلیم خطابت کا شہنشاہ، ذہنوں کو بالیدگی عطا کرنے کی صلاحیت، دلوں کو طمانیت بخشنے والا تبسم، لوگوں میں خون دوڑا دینے والا تکلم، قرطاس پر زریں حروف بکھیرنے والا قلم، حق پر مرمٹنے کی تمنا، باطل کے آگے نہ جھکنے والا سر، جادۂ حق میں پیچھے نہ ہٹنے والا قدم، اکابر کے عشق و محبت سے لبریز سینہ، فراعین وقت کی خشمگیں آنکھوں سے ٹکرا جانے والی آنکھیں اور جبیں پر سجدوں کا تابندہ و درخشاں آفتاب، کیا یہ تمام صفات کسی ایک انسان میں جمع ہوسکتی ہیں۔ اگر یہ ممکن ہے تو کم از کم اس صدی میں پیدا ہونے والے انسان میں ان تمام بلند و ارفع خصوصیات کی حامل شخصیت صرف اور صرف میرے شیخ و مربی خطیب یورپ و ایشیا علامہ محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔

ثانی نہ مرے یار کا پائیں یہ مہر و ماہ
برسوں چراغ لے کر اگر جستجو کریں!

دنیائے اسلام کا وہ عظیم خطیب جس نے مسلمانوں میں خالص توحیدی لہر پیدا کی، کتاب و سنت اور فقہ حنفی کا ترجمان، حق کا منادی، جس کی ذات صداقت کا نشرگاہ ہے۔ اسلامی روایات کے دھندلے نقوش کو ابھارنے والا، اللہ کے دین کا وہ مخلص خدمت گزار جس کے قول و فعل پر اعتماد کیا جاسکتا ہے، جس کی ساری جوانی خدمت دین کی نذر ہوگئی اور اسی غم، فکر اور محنت نے جسے مسنون عمر سے پہلے ہی بوڑھا کردیا، جس کی زبان اور قلم نصف صدی سے حق کا اعلان کررہے تھے، استدلال کا بادشاہ اور عقلیات کا امام، اہلسنت والجماعت کے دلوں کی دھڑکن، دارالعلوم دیوبند کا حقیقی ترجمان، حق و صداقت کی نشانی، قاسم العلوم والخیرات، شیخ الہند، شیخ العرب والعجم اور امام الہند کے مشن کا امین و علمبردار گلشن امیر شریعت کا چہچہاتا ہوا بلبل، شمع ختم نبوت کا بیباک پروانہ، عظمت اصحاب رسول و اہل بیت کا لاثانی وکیل، تاریخ ساز نابغہ روزگار شخصیت، تعلق باللہ اور اطاعت رسول ﷺ کا داعی، دار و رسن کی سختیاں جس کے پیام کو نہ روک سکیں اور کفر کے فتوؤں اور بہتان تراشیوں کا شور جس کی آواز کو نہ دبا سکا، خلافت راشدہ کا نفاذ جس کا مشن، شہادت حق جس کا پروگرام اور رضائے الٰہی جس کا مقصود، اظہار حق کی خاطر جو دنیا کی ناخوشی کی بھی پرواہ نہیں کرتا، نافہموں نے اس پر طرح طرح کی تہمتیں جوڑیں اور دشنام طرازیاں کیں مگر اس نے صبر کیا۔ خطابت کو جس کی زبان نے بلندی اور پاکیزگی عطا کی اور فن خطابت کا بے تاج شہسوار جس کے خطبات اہلسنت والجماعت کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔ خطابت میں ایک نئے طرز کا موجد، بولتا ہے تو بپھرے ہوئے طوفان اور مچلتی ہوئی بجلیوں کا سماں بندھ جاتا ہے۔ قادیانیت، رافضیت، بریلویت، غیر تقلیدیت، مودودیت، خارجیت اور ناصبیت جس کے نام سے لرزاتی ہے۔ منکرین حدیث اور منکرین حیات النبی پر جس کا ذکر سن کر کابوس کے دورے پڑنے لگتے ہیں، حامی سنت اور قاطع شرک و بدعت۔ اس علمی وقار اور غیر معمولی شہرت کے باوجود عام لوگوں سے اس قدر بے تکلفی، سادگی اور خوش طبعی سے ملتے تھے، وہ اپنے آپ کو کسی سے ذرا بھی ممتاز اور بلند نہیں سمجھتے تھے۔ جو

اپنے عہد میں اسلام کی آواز ہے اور گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی جس کی آواز میں لرزش پیدا نہ ہوسکی، گولیاں برستی رہیں اور کلمۂ حق بلند ہوتا رہا، جو داعی حق ہے، حق کی آواز ہے، حق کے نفاذ کا علمبردار ہے، جس کے نزدیک اسلام ہی سرچشمہ قوت ہے اور اہلسنت والجماعت حنفی دیوبندی مسلک حق ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ ہی اس کے نزدیک جہاد ہے اور وہ اس جہاد میں سرگرم عمل رہے۔ ان کا ایمان ہے کہ فہم و دانش قرآنی تعلیمات کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ سیرت پیغمبر اسلام ﷺ کو اپنائے بغیر زندگی میں سکون وطمانیت، امن و آشتی میسر آ ہی نہیں سکتی۔ ہاں جو تاریخ کی پیداوار نہیں بلکہ خود ”تاریخ ساز“ ہے۔

”موت العالم موت العالم“ کے مقولے کی صداقت کا احساس پہلی بار ۲۹ ردسمبر ۲۰۰۰ء کو اپنے پیارے دوست عثمان سے شیخ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر سن کر ہوا اور یہ بھی پہلی بار معلوم ہوا کہ انتہائے غم ہی میں نہیں انتہائے احساس محرومی میں بھی ایک ایسا مرحلہ آتا ہے جب دلی تاثرات کا اظہار کرنے کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ اگر کسی کی عظمت کا انحصار اس کے کام کے اثرات وثمرات پر منحصر ہے تو لاریب علامہ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ عظیم تھے ان کی دینی، ادبی اور مسلکی خدمات ان کی زندگی ہی میں ہماری تاریخ کا حصہ بن چکی تھیں۔ خدا کرے ایمان کی یہ قندیل ہمارے دلوں میں ہمیشہ فروزاں رہے جو راہِ عشق ووفا کا راہبر تھا!

فرموداتِ قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: مولانا قاری عمر فاروق

☆ حضرت آدم علیہ السلام نے مصیبت میں اللہ کو پکارا، جو آدم کی اولاد ہوگا وہ اللہ ہی کو پکارے گا۔ جو اللہ کے سوا کسی اور ہستی کو پکارے وہ آدمی ہی نہیں ہے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دن رات اللہ سے ڈراتے رہے لیکن قوم نے عناد اور سفا کی کی انتہائی کردی تو نوح علیہ السلام نے رب کے ہاں ان کے لئے بددعا کی۔ اللہ نے نوح علیہ السلام کی فریاد سن کر زمین سے پانی نکالا اور قوم نوح کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا۔ جس دھرتی پر شرک کیا جائے، اللہ تعالیٰ اسے پانی بھیج کر پاک کرتا ہے۔ شاید ہمارے ہاں ہر سال سیلاب اور بارش کا عذاب اسی لئے آتا ہے تاکہ رب کی زمین کو غیر اللہ کے سجدوں کی بدبو سے پاک کیا جائے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیک وقت حکمرانوں اور قبر اور بت پرستوں کی سختیاں برداشت کیں۔ حکمرانِ اقتدار کی مستی میں تھے مہنت دربار کی مستی میں تھے۔ فرعون کو اقتدار پر ناز تھا، درباریوں کو دربار پر ناز تھا۔ موسیٰ کو دریا پر ناز تھا۔ موسیٰ نے اپنے اللہ کو پکارا تو مصیبتوں کے بادل چھٹ گئے، موسیٰ جیت گئے، درباری اور مزاری ہار گئے۔

☆ جب مخلوق کے تمام دروازے بند ہوجاتے ہیں تو خالق حقیقی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

☆ جب حضور ﷺ کو پریشانی لاحق ہوتی تو آپ بھی اپنے پروردگار کو ان الفاظ میں پکارتے

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ

☆ حضور ﷺ نے فرمایا تم شرک نہ کرو اس لئے کہ تمہاری تخلیق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کا حسین شاہکار ہے یعنی تمہارا تمام وجود اور اس کا نظام خدا ہی کی تخلیق ہے اور اس نے تمہاری تخلیق کے وقت کسی سے مدد نہیں مانگی، کسی سے مشورہ نہیں کیا تو پھر تم کس دلیل سے اس کے ساتھ غیروں کو شریک کرتے ہو۔

☆ رسول اللہ ﷺ کا شب معراج کو سونا آپ کے معبود ہونے کی نفی کرتا ہے کیونکہ جو سوتا ہے وہ عبد ہوتا ہے معبود نہیں۔

☆ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو حضور ﷺ کو بڑے بھائی کے برابر سمجھے وہ کافر ہے اور یہ بھی سن لیجئے جو حضور ﷺ کو خدا جیسا کہتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ خدا اپنی خدائی میں وحدہ لاشریک ہے۔ مصطفیٰ اپنی مصطفائی میں وحدہ لاشریک ہے، میرے مصطفیٰ میرے خدا کی تخلیقات کا حسین شاہکار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور توحید والوہیت کی آخری اور مکمل دلیل ہیں۔

☆ عقیدہ توحید ایک ایسی دولت ہے جس پر کسی قسم کی سودا بازی نہیں کی جاسکتی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس عقیدہ کے لئے ہجرت کی، وطن چھوڑا، رشتے دار چھوڑے، بیوی بچے چھوڑے، والدین چھوڑے مگر عقیدہ توحید کسی کے لئے نہیں چھوڑا اور قیامت تک آنے والے مسلمانوں پر یہ واضح کردیا کہ عقیدہ پر سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے مگر عقیدہ کسی پہ قربان نہیں کیا جاسکتا۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ بی بی مریم کی پاکدامنی کی گواہی دی، وہ بیٹے کی گواہی سے صدیقہ بن گئیں۔ اللہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صداقت کی گواہی دی تو وہ عائشہ صدیقہ بن گئیں۔ جس سورت میں حضرت عیسیٰ کی والدہ کی صداقت کی گواہی ہے وہ سورہ مریم بن گئی اور جس سورت میں عائشہ صدیقہ کی پاک دامنی کا ذکر ہے وہ سورہ نور بن گئی۔

☆ عائشہ رضی اللہ عنہا عصمت وعفت کا پیکر